حیاتِ فاطمہ

سلام اللہ علیہا

تالیف

ڈاکٹر سید جعفر شہیدی

ترجمہ

سید حسنین عباس گردیزی

(پہلی سطر)

files\Art\Islamic Art\Clip Art from
Iran\BES\BES_KELK\28.PCX not found.

(آخری سطر)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(پہلی سطر)

(خالی صفحہ)

(آخری سطر)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(پہلی سطر)

حیاتِ فاطمہؑ

تالیف

ڈاکٹر جعفر شہیدی

ترجمہ

سید حسنین عباس گردیزی

ناشر

نور الھدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اسلام آباد

(شعبہ ترجمہ و تحقیق)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حیاتِ فاطمہ سلام اللہ علیہا

تالیف: ڈاکٹر جعفر شہیدی

ترجمہ: سید حسنین عباس گردیزی

اشاعت: سوئم

ناشر: شعبہ ترجمہ و تحقیق نور الہدیٰ ٹرسٹ، بارہ کہو، اسلام آباد۔

تعداد: 1000

قیمت: ۱۷۵ روپے

ملنے کے پتہ جات:

۱۔ جامعۃ الرضاؑ، محلّہ سادات بارہ کہو اسلام آباد، فون 051-2231937

۲۔ اسلامک بک سینٹر، C-362، گلی نمبر 12 سیکٹر G/6-2، اسلام آباد

فون::051-2870105

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرستِ مضامین

بیان شدہ مضامین کی تفصیل	صفحاتِ کتاب
عرضِ ناشر	۹۔۱۰
مؤلف کتاب پر ایک نظر	۱۱۔۱۲
پیش لفظ	۱۳۔۱۶
موضوعِ کتاب۔ سنتِ رسولؐ کے محافظ۔ تبدیلی و تجدید کے طالب۔سنت شکنی کا انجام۔تاریخی اسناد و مدارک کا جائزہ۔	۱۷۔۲۲
صحرائے عرب۔صحرانشین اور انکی زندگی۔ بقائے زندگی کی جنگ۔ صحرانشینوں کی لڑائیاں۔ بیٹی کی پیدائش اور صحرانشین۔ظہورِ اسلام اور صحرانشین کی زندگی میں تبدیلی۔ بیٹیوں کے بارے میں حضور پاکؐ کے ارشادات۔	۲۳۔۳۱
حضرت خدیجہؑ: ان کا نسب۔ ان کی زندگی۔ ان کے والد۔ اُن کا خاندان۔ حضرت محمدؐ کے ساتھ ان کی شادی۔ ان کے فرزند۔ حضرت فاطمہؑ کی ولادت با سعادت۔ دخترِ پیغمبر کی تاریخ ولادت سے متعلق اسناد کا تجزیہ وتحلیل۔	۳۲۔۴۴
حضرت فاطمہؑ کا نام اور القاب۔حضرت فاطمہؑ کی تعلیم وتربیت۔ بچپن کی عبادت وریاضت۔حضرت خدیجہؑ اور حضرت ابوطالبؑ کی وفات۔پیغمبر اکرمؐ کی نظر میں حضرت فاطمہؑ کا مقام واحترام۔	۴۵۔۵۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵۸_۸۱	حضرت فاطمہؑ سے شادی کے خواہشمند۔ بعض مستشرقین کی تحریروں کا جائزہ۔ اسلام اور اسلامی شخصیات کے بارے میں مستشرقین کی کتب کے قارئین کیلئے تذکرہ۔ حضرت علیؑ کا حضرت فاطمہؑ کا رشتہ مانگنا۔ رسول خداؐ کی بیٹی کا حق مہر۔ حضرت فاطمہؑ کا جہیز۔ خطبۂ نکاح۔ دعوتِ ولیمہ۔ حضرت فاطمہؑ کی رخصتی۔ ابن شہر آشوب کی تحریر کا تجزیہ۔
۸۲_۹۱	حضرت فاطمہؑ شوہر کے گھر میں۔ اسماء بنت عُمیس کی شادی میں شرکت پر تبصرہ۔ علیؑ و فاطمہؑ کا حارثہ بن نعمان کے گھر منتقل ہونا۔ یہودی عبداللہ بن اُبی اور پیغمبر خداؐ۔ علیؑ و فاطمہؑ کا ایثار۔
۹۲_۹۴	ولادتِ امام حسنؑ۔ جنگِ اُحد اور اُس کے نقصانات۔
۹۵_۱۰۳	امام حسینؑ کی ولادت۔ حضرت فاطمہؑ کا زُہد و ریاضت۔ علیؑ کے گھر پیغمبر اکرمؐ اور حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی ملاقات۔ سلمان فارسیؓ اور دختر پیغمبرؐ کی چادر۔ گردن بند کا فروخت کرنا۔ مُلازم کی بجائے حمدِ خدا۔ پیغمبر اکرمؐ کا حضرت فاطمہؑ کی تعریف کرنا۔
۱۰۴_۱۰۹	کیا میاں بیوی میں کبھی رنجش پیدا ہوئی؟ ابوجہل کی بیٹی جویریہ کا قصہ۔ مسور بن مخرمہ اور اس کی روایت کا جائزہ۔
۱۱۰_۱۱۱	حضرت فاطمہؑ کی عبادت، تسبیح اور دعا کا ذکر۔
۱۱۲_۱۱۵	جنگِ خندق۔ صُلحِ حدیبیہ۔ فدک۔ قریش کی جانب سے صُلح نامہ حُدیبیہ کی خلاف ورزی۔ ابوسفیان کا دختر پیغمبرؐ سے سفارش کیلئے کہنا۔
۱۱۶_۱۱۷	فتحِ مکہ۔ سنۃ الوفود۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱۸۔۱۲۲	حجۃ الوداع۔ احکامِ حج کی تعلیم۔ واقعۂ غدیر۔ پیغمبر اکرمؐ کا حضرت فاطمہؑ کو اپنی وفات سے متعلق خبر دینا اور یہ کہنا کہ وہ ان سے جلد آ ملیں گی۔ رسولِ خداؐ کا مریض ہونا اور مسجد میں جا کر وعظ و نصیحت کرنا۔ رسولِ خداؐ بستر بیماری پر۔
۱۲۳۔۱۲۴	محبوبِ خداؐ، خدا سے جا ملے۔ پیغمبر اکرمؐ کی وفات پر حضرت عمر کا اعتراض اور حضرت ابوبکر کا جواب۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع۔
۱۲۵۔۱۳۰	پیغمبر اکرمؐ کے گھر کا محاصرہ۔ اہل سقیفہ کا بیعت پر اصرار۔
۱۳۱۔۱۳۷	حکومت کا فدک پر قبضہ۔ فدک، مروان کے حوالے۔ فدک اور عمر بن عبدالعزیز۔ مامون کا فدک کو فرزندان فاطمہ کے حوالے کر دینا۔
۱۳۸۔۱۵۵	مسجد مرکزِ عدل و انصاف۔ زہراؑ کا مجمعِ عام میں شکایت کرنا۔ خطبۂ حضرت زہراؑ۔
۱۵۶۔۱۶۵	اندازِ خطبہ کا تجزیہ اور معترضین کا جواب۔ حضرت ابوبکر کا بنت رسولؐ کو جواب۔ بنتِ رسولؐ کا خلیفہ سے احتجاج کرنا۔ بنت رسولؐ کی علیؑ سے گفتگو۔
۱۶۶۔۱۷۱	ایک جائزہ۔
۱۷۲۔۱۷۷	انصار کی خواتین، بنت رسولؐ کے گھر میں۔ حضرت فاطمہؑ کی عبرت آمیز باتیں۔ مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرنا۔
۱۷۸۔۱۸۱	حضرت فاطمہؑ کی زندگی کے آخری ایام۔ اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہؑ کی وصیت۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۸۲ـ۱۸۶	حضرت فاطمہؑ کی تدفین۔قبرِ زہراؑ پر علیؑ کی مرثیہ گوئی۔
۱۸۷ـ۱۹۰	حضرت فاطمہؑ کی قبر کہاں ہے؟ان کی قبر کیوں پوشیدہ رکھی گئی۔
۱۹۱ـ۲۱۲	برائے عبرتِ تاریخ۔قحطانی اور عدنانی عرب۔قبل از اسلام ان کی باہمی دشمنیاں۔ظہورِ اسلام کے بعد عدنانی اور قحطانی عربوں کی صورتِ حال۔قریش کا حکومتِ اسلام پر قبضہ۔بنی امیہ اور اسلامی قوانین و احکامات کی پامالی۔ بدعتوں کا راج اور مسلمانوں کی پشیمانی۔دینداروں کا مجتمع ہونا۔زہراؑ رمزِ مظلومیت۔
۲۱۳ـ۲۳۵	شیعہ شعرائے عرب کے اشعار سے انتخاب:ابوالمستہل۔کُمیت بن زیاد اسدی۔سید اسماعیل حمیری۔منصوری نمری۔دِعبل۔سلامۃ الموصلی۔صنوبری۔ ناشیء صغیر۔ ابنِ حماد۔ مہیار دیلمی۔ ابن العودی۔علاءالدین حلی۔
۲۳۶ـ۲۴۹	اولادِ حضرت فاطمہؑ: حضرت زینبؑ (ولادت، ازدواج،اولاد)۔حضرت علیؑ کے ہمراہ عراق میں۔مدینہ واپسی۔ بھائی کے ہمراہ کربلا میں۔بازارِ کوفہ میں خطبہ۔ابن زیاد کے دربار میں۔
۲۵۰ـ۲۶۱	کاروان کی آخری منزل۔ یزید کے دربار میں۔حضرت زینبؑ کی وفات۔حضرت امِّ کلثوم۔
۲۶۲ـ۲۶۹	فہرستِ مصادر وماٰخذ۔
۲۷۰ـ۲۷۲	زیارتِ حضرت فاطمہؑ(برائے مطالعہ)

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(پہلی سطر)

عرض ناشر

چہاردہ معصومین علیہم السلام میں جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔اس لحاظ سے جہاں دوسرے معصومینؑ کی سیرت اور حیات طیبہ ہمارے لئے نمونہ عمل ہے وہاں جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی سیرت بھی نہ فقط خواتین اسلام کے لئے نمونہ عمل ہے بلکہ بعض موارد میں مردوں کے لئے بھی اُسوہ ہے،اسی لئے مسلمان مئورخین اور سیرہ نویسوں نے جناب زہراءؑ کی سیرت کے حوالے سے خصوصی توجہ دی ہے اور عربی فارسی کے علاوہ دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں بنت رسولؐ کی سیرت کے بارے میں لکھا گیا ہے۔اُردو میں بھی سیرت فاطمہ زہراءؑ پر کام ہوا ہے لیکن اس کام کو اُردو جیسی زبان کے شایان شان نہیں کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ اُردو اس وقت اسلامی زبانوں میں تیسرے نمبر پر ہے اور دنیائے اسلام کی قابل ذکر اکثریت اُردو زبان میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوتی ہے۔اس لحاظ سے اُردو میں سیرت معصومینؑ بالخصوص سیرت جناب زہراءؑ کے حوالے سے بہت کم کام ہوا ہے،اس لئے نشرواشاعت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اس باب میں خصوصی توجہ دینی چاہیے۔اسی ضرورت کے پیش نظر فارسی زبان کے نامور محقق اور ادیب جناب ڈاکٹر جعفر شہیدی کی فارسی کتاب ''زندگانی فاطمہ زہراءؑ کا اُردو ترجمہ چند سال پہلے ''حیات فاطمہ سلام اللہ علیہا'' کے نام سے جناب حجتہ الاسلام والمسلمین سید حسنین عباس گردیزی نے کیا تھا کہ جو فارسی زبان میں حیات فاطمہؑ پر ہونے والے کاموں میں سے ایک قابل قدر کام ہے اور ڈاکٹر شہیدی کی یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کاوش، تحقیق وتاریخ کے مسلمہ اُصولوں کے مطابق لکھی جانے واحد کتاب ہے کہ جسے تمام مسلمان بلاتفریق مذہب ومسلک پڑھ سکتے ہیں۔ چندسال پہلے یہ کتاب اُردو میں چھپی تھی اور بازار علم وادب میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا لیکن کافی عرصہ سے یہ کتاب نایاب ہو چکی تھی۔ لہذا اس علمی ترجمے کو ایک بار پھر سیرت وتاریخ کے شائقین کے استفادے کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ یہ کتاب اس سے پہلے مرکز تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے زیر اہتمام دوبار شائع ہو چکی ہے اور اب کتاب کی افادیت کے پیش نظر مذکورہ ادارے کی اجازت سے شعبہ ترجمہ وتحقیق نورالھدیٰ ٹرسٹ، بارہ کہو اسلام آباد کی جانب سے تیسری بار شائع ہورہی ہے۔

انچارج

شعبہ ترجمہ وتحقیق

نورالھدیٰ ٹرسٹ بارہ کہو، اسلام آباد

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مؤلف کتاب پر ایک نظر

پروفیسر ڈاکٹر سید جعفر شہیدی کی ولادت 1921ء میں ایران کے شہر بروجرد میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم، عربی ادبیات، دینی علوم اور فقہ واصول کی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ 1941ء میں آپ نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں اس زمانے کے علمائے عظام آیت اللہ حاجی سید یحیٰ یزدی، آیت اللہ حاجی میرزا حسن یزدی، آیت اللہ العظمٰی حاجی میرزا ہاشم آملی اور بعد میں آیت اللہ العظمٰی ابوالقاسم خوئیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

اس وقت کی علوم اسلامی کی عظیم ترین یونیورسٹی نجف اشرف میں سات سال قیام کے بعد 1948ء میں واپس تہران تشریف لائے۔ آپ نے 1949ء میں اپنا تحقیقی کام مرحوم استاد دہخدا کے ساتھ لغت نامہ میں شروع کیا اور 1951ء میں ثانوی اسکولوں میں تدریس کے ساتھ ساتھ لغت نامہ پر تحقیقی کام جاری رکھا۔ 1953ء میں دانش کدہ معقول ومنقول اور 1956ء میں تہران یونیورسٹی کی دانشکدہ ادبیات سے فارسی زبان وادب میں بی اے کیا اور 1961ء میں اسی یونیورسٹی سے فارسی زبان وادبیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ 1963ء لغت نامہ کے نائب صدر اور 1967ء سے اس کے صدر مقرر ہوئے۔ اسی سال آپ نے مرحوم ڈاکٹر معین کے ساتھ فرہنگ فارسی کی تیاری شروع کی۔

ڈاکٹر شہیدی نے دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں کی دعوت پر علمی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کے لئے مختلف ممالک کا سفر کیا جن میں اردن، مصر، الجزائر، عراق، چین اور امریکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شامل ہیں علاوہ ازیں بیجنگ یونیورسٹی سے آپ کو اعزازی پروفیسر کی ڈگری عطا کی گئی۔

ڈاکٹر شہیدی کی بعض تصانیف حسب ذیل ہیں:

☆ جرائم تاریخ (۳ جلد) فارسی، کتاب فروشی حافظ تہران ۱۹۵۰ء

☆ چراغ روشن در دنیای تاریک، فارسی، انتشارات علمی، تہران ۱۹۵۶ء

☆ در مسیر خانہ خدا، طبع دانش نو تہران ۱۹۷۷ء

☆ پنجاہ سال بعد، فارسی، طبع امیر کبیر ۱۹۷۹ء سولہویں طباعت، دفتر نشر فرہنگ اسلامی ۱۹۹۳ء

☆ شرح لغات ومشکلات دیوان انوری، فارسی، پہلی اشاعت انجمن آثار ملی ۱۹۷۹ء ، دوسری اشاعت انتشارات علمی وفرہنگی ۱۹۸۳ء

☆ تاریخ تحلیلی اسلام تاعصر بنوامیہ، فارسی، مرکز نشر دانشگاہی تہران، ۱۹۸۳ء

☆ عرشیان، فارسی، نشر معشر قم ۱۹۹۲ء

☆ شرح مثنوی مولانا روم، جلد چہارم (مرحوم استاد فروزانفر کے کام کا تکملہ) انتشارات علمی وفرہنگی تہران ۱۹۹۴ء

☆ علیؑ بزبان علیؑ، فارسی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی ۱۹۹۷ء

☆ زندگانی فاطمۃ الزہراء، فارسی انتشارات امیر کبیر تہران، ترجمہ: حیات فاطمۃ الزہراء، ناشر مرکز تحقیقات اسلامی، اسلام آباد پاکستان

☆ زندگانی علی ابن الحسین، فارسی، انتشارات امیر کبیر ایران

تصحیح کتاب درہ نادرہ، جس کا شمار فارسی کی مصنوع اور مشکل متون میں ہوتا ہے فارسی وعربی وادب میں استاد شہیدی کی نہایت گہری نظر اور باریک بینی ان کی اجتہادی نظر کی آئینہ دار ہے۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیش لفظ

از: امین شہیدی

حضرت فاطمۃ الزہراء(س) تاریخ اسلامی کی وہ عظیم ترین خاتون ہیں، جن کے مقام ومنصب کی گواہی خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے آپؐ نے فرمایا:

فَاطِمَۃُ بَضْعَۃُ مِنِّیْ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فَاطِمَۃُ اُمُّ اَبِیْھَا فاطمہؑ اپنے والد کی ماں ہے۔

حضور اکرمؐ کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی﴾ [1] آپ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے بلکہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کلام خداوندی ہوتا ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ کا حضرت فاطمہؑ سے بے انتہا محبت، پیار اور احترام اللہ کی مشیت اورخواہش کا عکاس ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ امت مسلمہ نبی کریمؐ کی اس عظیم المرتبت بیٹی کے بارے میں شناخت اور معرفت حاصل کرے اور آپؑ کو وہ مقام دے جس کا اظہار حضرت ختمی مرتبتؐ کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے۔ لیکن تاریخ اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ جب تاریخ کا ایک طالب علم اسلامی تاریخ میں حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ کا محققانہ مطالعہ کرتا ہے تو وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے......؟

کتاب حاضر آپؑ کی حیات طیبہ کے مطالعہ اور تاریخ پر محققانہ نظر ڈالنے کے لئے ایک مہمیز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے کتاب ایک محققانہ روش کے تحت تحریر کی گئی ہے۔جس میں ذاتی تمایلات سے قطع نظر تاریخی حقایق اور مؤرخین کی آراء کو جانچا گیا ہے۔کتاب کی تدوین میں اسلامی تاریخ کے قدیم ترین متون کو سامنے رکھا گیا ہے تاکہ صدر اسلام سے قریب ترین مآخذ کو بنیاد بنایا جاسکے مصنف نے ایک غیر جانبدار مورخ کی حیثیت سے رسول اللہؐ کے جگر گوشے کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے اور وہ بات کرنے کی کوشش کی ہے جس کے عقلی اور نقلی دلائل قابل اطمینان ہوں۔

تاریخ پڑھنا جہاں انسان کی معلومات میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔وہاں تاریخ کے کرداروں کے بارے میں رائے قائم کرنے کے لئے قاری کے ذہنی افق کو روشن بھی کرتا ہے۔یہ کتاب صرف ایک حکایت،قصہ اور داستان نہیں، بلکہ اسلامی مورخین کی آراء اور محترم مصنف کی تحقیقات کی روشنی میں تاریخ کے کرداروں کو جانچنے اور ان کے بارے میں صحیح فیصلہ کرنے کے لئے ایک رہنما بھی ہے۔

تاریخ کی اس عظیم خاتون کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا سُمِّیَتِ ابْنَتِیُ فَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَطَمَهَا وَفَطَمَ مُحِبِّیْهَا مِنَ النَّارِ ؎۲	میری بیٹی کا نام فاطمہؑ اس لئے ہے کہ اللہ نے انھیں اور ان کے چاہنے والوں کو آتش دوزخ سے نجات دی ہے۔

فاطمہؑ محبت، ایثار،قربانی، وفا اور معراج نسواں کا کامل ترین نمونہ اور اخلاق و کردار،حسن سلوک اور گفتگو میں رسول اللہؐ کا آئینہ دار تھیں۔یہی وجہ ہے کہ رسول خداؐ آپؑ کا بہت احترام کرتے تھے۔ام المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں:

مَـــا رَاَیْــتُ اَحَـدًا کَــانَ اَشْبَـهَ کَلَامًا وَّ حَـدِیْثًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ	میں نے حضرت فاطمہؑ کے علاوہ کسی ایسے فرد کو نہیں دیکھا جو گفتگو اور بیان حدیث میں رسول اللہؐ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَاطِمَةَ وَ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ رَحَّبَ بِهَا وَ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَ أَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا رَحَّبَتْ بِهِ وَ قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا ۳	شبیہ ہو جب بھی فاطمہؑ حضورؐ کی خدمت میں پہنچتیں آپؐ انھیں خوش آمدید کہتے اور انکے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے پھر آپؐ ان کا بوسہ لیتے اور انھیں اپنی نشست پر بٹھا دیتے اور جب کبھی رسول خداؐ حضرت فاطمہ کے گھر داخل ہوتے وہ آپ کو خوش آمدید کہتیں اور احتراماً کھڑی ہوجاتیں اور آپؐ کے ہاتھوں پر بوسہ دیتیں، پھر اپنی جگہ پر بٹھا دیتیں۔

حضورؐ کی اپنی بیٹی فاطمہؑ سے محبت اور فاطمہؑ کے مقام و مرتبہ کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَغْضِبُ لِغَضَبِ فَاطِمَةَ وَيَرْضٰى لِرِضَاهَا ۴	اللہ تعالیٰ فاطمہؑ کے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے اور ان کی رضامندی پر راضی ہوتا ہے۔

بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اور تاریخ کا مطالعہ انسان کو اندھی تقلید سے نجات اور انسانی نفسیات پر دنیوی زرق و برق، مال و منصب اور جاہ و مقام کے گہرے اثرات کے ادراک میں مدد دیتا ہے اور وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ مذکورہ عوامل کی کشش انسان کو کہاں تک لے جاسکتی ہے ایسی تاریخی حقیقتوں کا ادراک انسانی عقل پر پڑے ہوئے بے جا تعصب کے اثرات کو بھی زائل کرسکتا ہے بشرطیکہ قاری تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کرلے چونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان ہونے کے ناطے کوئی بھی شخص زمانے کے حالات و واقعات اور اتار چڑھاؤ کے اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اور جب حکومت اور اقتدار کا مسئلہ درپیش ہو تو یہ خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے اور اگر زمانہ جاہلیت کی عصبیت اور قوم پرستی کی تاثیر ابھی باقی ہو تو اس مشکل مرحلہ میں وہی لوگ اپنے آپ کو آلودہ ہونے سے بچا سکتے ہیں جو یا صاحب عصمت ہوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یا صاحبان عصمت کے دامن سے ہمیشہ متوسل رہیں۔ جب کہ بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن لوگوں سے سامنا رہا ان کا رویہ اور نبیؐ کی بیٹی سے ان کا برتاؤ کسی اور حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔

پس آج کے دور کا تقاضا یہ ہے کہ تحقیقی روش کا راستہ ہمیشہ کھلا رہے اور مکالمہ، گفتگو اور مثبت بحث وتمحیص ہمیشہ جاری رہے اور تاریخی کرداروں کے بارے میں رائے قائم کرتے وقت خواہش پر عقل غالب ہو اور تقلید پر تحقیق، یہی وہ راستہ ہے جس سے اسلامی معاشرے میں بھائی چارے اور افہام وتفہیم کی فضا کو فروغ مل سکتا ہے اور حساس اور نازک مسائل میں بھی برداشت اور تحمل نیز مطالعہ وتحقیق کا ماحول وجود میں آسکتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ سورہ نجم: آیت ۴۔۵

۲۔ مقتل الحسین خوارزمی، ج۱، ص۵۱۔

۳۔ کتاب الامالی، ج۲، ص۱۴۔ بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۵ حدیث۲۲۔ مقتل الحسین خوارزمی، ج۱، ص۵۴۔

۴۔ ینابیع المودۃ قندوزی، ص۲۴۰۔ الصواعق المحرقہ ابن حجر، ص۲۳۔ اسعاف الراغبین صبان، ص۱۱۸۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحنُ نَقُصُّ عَلَیکَ نَبَاَھُم بِالحَقِّ ۱؎

اس کتاب کا موضوع دخترِ رسولؐ یعنی اسلام کی عظیم ترین خاتون فاطمہ یا فاطمۃ الزہراؑ کی زندگی کا جائزہ ہے۔اس کتاب کے مطالعے سے قاری کو یہ اندازہ ہوگا کہ جو کچھ ان چند اوراق میں سمودیا گیا ہے، وہ صرف ایک شخصی زندگی کی روداد نہیں ہے بلکہ اس میں کئی سبق آموز اور عبرت آمیز پہلو موجود ہیں اگرچہ تاریخی اہمیت کی حامل شخصیات کے حالات زندگی خود سبق آموز ہوتے ہیں جو کچھ آپ ان صفحات میں پڑھیں گے وہ ان عجیب واقعات کا تجزیہ وتحلیل ہے جو ہمارے زمانے سے صدیوں پہلے رونما ہوئے۔اگر ہم ان واقعات کے کرداروں کو ان واقعات سے علیحدہ کردیں تو ہم دیکھیں گے کہ وہ واقعات تاریخ کے ادوار میں بلکہ ہمارے زمانے میں بھی دنیا کے کسی گوشے میں وقوع پذیر ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں۔جن حوادث وواقعات کی ہم بات کریں گے اگرچہ زمان ومکان کے لحاظ سے ہم سے بہت دور ہیں لیکن ان کے باقی ماندہ اثرات نہ صرف پرانے نہیں ہوئے بلکہ اپنی تازگی کو اسی طرح برقرار رکھے ہوئے ہیں۔آپ کتاب پڑھنے کے بعد دیکھیں گے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں وہ مبالغہ اور فضول گوئی نہیں ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد مدینہ (دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے مرکز) میں دو مخالف تحریکیں وجود میں آئیں:

۱۔ ایک تحریک، جس کی یہ کوشش تھی کہ اسلامی معاشرے کو چلانے کے لئے سیرت پیغمبر (ص) پرعمل کیا جائے۔بالفاظ دیگر یہ سنتؐ رسولؐ کی نگہبانی اور حفاظت کرنا چاہتی تھی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۔دوسری تحریک اپنے ظن وگمان یا اجتہاد کی بناء پر زمانے کی ترقی کے لحاظ سے سیاسی نظام اور کبھی نظام قانون میں تجدید واصلاح کوضروری سمجھتی تھی اور یہ نظریہ رکھتی تھی کہ سنت کواہمیت دینے والے حقیقت کوکماحقہ نہیں سمجھتے وہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس تبدیلی کومسلمانوں کے فائدے میں،اسلامی وحدت کی حفاظت اورمرکزی طاقت کی تقویت کا موجب جانتی تھی۔

اگراس مطلب کوواضح الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو ہمیں یوں کہنا چاہئے: گویاایک تحریک ایسی تھی جو یہ چاہتی تھی کہ حکومت رسول اللہ(ص) کے زمانے کے جاری کردہ اصولوں اوران کے دور میں متعین ہونے والے راستوں پر گامزن رہے۔

جبکہ دوسری تحریک نئے اسلامی نظام کی ضرورت پرزوردیتی تھی اگرچہ وہ نظام رائج سنت کے مطابق نہ ہو۔آج بھی اگرچہ اس واقعہ کوچودہ صدیاں گزرچکی ہیں،لیکن ان دونقطہ ہائے نظر کے طرفدار، چاہے ان کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے،مسلمانوں اورغیرمسلموں کے درمیان موجود ہیں۔

فاطمہ زہراءسلام اللہ علیہا کے شوہر نامدارؑ،خاندان رسالتؑ اوران کے چند حامی اول الذکر تحریک کے رہنما تھے اوراس تحریک کی قیادت ان کے پاس تھی۔لیکن دوسری تحریک کے قائدین وہ لوگ تھے جن میں مہاجرین زیادہ اورانصار کم تھے۔

جیسا کہ اس تحریر میں ہم دیکھیں گے کہ پے درپے پیش آنے والے واقعات نے جناب سیدہ فاطمہ(س) کومجبور کردیا کہ وہ خودسنت نبی(ص) کی حفاظت اور بقاء کے لئے تحریک کی قیادت سنبھالیں انھوں نے ان لوگوں کو جوسنت شکنی کررہے تھے یا جدت پسند تھے اپنی تقریر، پندونصیحت،تنقیدواعتراض،سرزنش اورآخرکارناراضگی کے ذریعے ان کے طریقۂ کار کے انجام بد سے آگاہ کیا اورانھیں ان کی غلط روش کا احساس دلانے کی کوشش کی۔بعض مصنفین کے اقوال کے برخلاف اورشاید بعض روایات،ظاہری طور پران کی تائید کریں ان ایام میں جوکچھ حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فاطمہؑ نے کہا یا کیا، اس میں ذاتی مسئلہ دخیل نہ تھا اس دور میں اور نہ ہی آج بحث اس بات تھی کہ ایک شخصیت جو ۳۵ ہجری میں مسلمانوں کی حاکم بنی، اسے گیارہ ہجری میں خلیفہ بننا چاہئے تھا یا فلاں زمین پر کیوں قبضہ کیا گیا؟ اور اس سے یا اس کی آمدن سے اگر اس کے مالک کو محروم رکھا گیا تو اس کا جرمانہ کیا ہے؟ یا وہ کن ذرائع سے اپنے بچوں کے لئے روزی مہیا کرے؟ وغیرہ۔ اولین اور ابتدائی مآخذ پر دقیق غور و فکر نیز علی و فاطمہ اور ان کے فرزندوں علیہم السلام کے خطبات اور سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انھوں نے جس چیز کے بارے میں کبھی نہیں سوچا، وہ سرداری (حکومت) اور مال و دولت تھی۔

بحث و تکرار کا آغاز یہاں سے ہوا کہ اگر آج ثابت شدہ اصول اور عادلانہ نظام کو ایک خاص گروہ کے مفادات کے لئے تبدیل کر دیا جائے تو اس بات کی کون ضمانت دیتا ہے کہ کل یا پرسوں دوسرے اصول تبدیل نہیں ہوں گے؟ اور اس مشکل کے بعد دوسری مشکلات پیدا نہ ہوں گی؟ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ سارا اصلی نظام درہم برہم ہو جائے اور اس کے قوانین اپنی اصلیت کھو بیٹھیں۔

احتجاج اور اعتراض کی آواز بلند ہوئے ابھی چوتھائی صدی کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس دور کی نسل نے اس حقیقت کو پا لیا اور سنت شکنی کے تلخ اور بھیانک انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ لیکن اب پانی سر سے گزر چکا تھا اور ابھی پچاس سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یک دم وہ تمام سیاسی اور سماجی نظام گر پڑا اور اجتماعی و انفرادی زندگی کے وہ تمام قوانین پامال ہو گئے، جنھیں رائج کرنے میں حد درجہ جد و جہد کی گئی تھی اور بڑی قربانیاں دی گئی تھیں۔ حکومت الٰہی کا طرز عمل دور جاہلیت کی زندہ تصویر بن گیا۔ سلطنت کے تمام امور کی باگ ڈور ایک ایسے خاندان کے ہاتھوں میں چلی گئی جسے اسلام سے پہلے بھی عربوں پر سیاسی اور اقتصادی برتری حاصل تھی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موجودہ کتاب کی ذمہ داری نہ ان دوتحریکوں کا تجزیہ وتحلیل کرنا ہے اورنہ ان کے قائدین کے کردار کے بارے میں فیصلہ کرنا ہےاورنہ ہی اس پرآشوب دور کے مسلمانوں کے متعلق کوئی حتمی رائے دینا ہے۔اس واقعہ کوگزرے صدیاں بیت چکی ہیں۔ان دومختلف نقطہ ہائے نظر میں سے ایک کےحق میں اوردوسرے کے خلاف اب تک سینکڑوں کتابیں اوردسیوں مقالات لکھے جاچکے ہیں اور ہزاروں تقریریں کی جاچکی ہیں،لیکن چونکہ ایک گروہ دوسرے کی منطق اوردلائل ماننے کے لئے تیارنہیں لہذا اس بحث وجدال میں وہی پہلی والی تازگی باقی ہے۔ اگران بحثوں کا کوئی نتیجہ نکلتا یاانصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ان کے نتائج تسلیم کرلئے جاتے تو یہ مسئلہ اپنے ابتدائی ایام میں ہی ختم ہوجاتا۔

یہ خودایک بحث طلب موضوع ہے کہ آخر یہ اوراس طرح کی دیگر بحث وتکرار اپنے انجام کو کیوں نہ پہنچی؟

افسوس ہے کہ میں نہ تو اس غفلت کا قائل ہوں اورنہ عرفانی وسعت نظری کا حامل،کہ کہوں: یہ اختلاف اورتضادات ظاہری اورسطحی ہیں اوراس عالم کی بقاء کے لئے جوسنت الٰہی یہاں عمل پیرا ہے،اس کی حیثیت یہی ہے۔

چونکه مقضی بد دوام آن روش	مـی دهـد شـان از دلایل پـرورش
تـا نـگردد ملـزم از اشکال خصم	تـابـود مـحـجـوب از اقبال خصم
تـا کـه ایـن هفتاد ودو ملت مدام	درجهـان مـانـد الـی یـوم القیام ۲

چونکہ قضا کا تقاضااس طرز کاباقی رکھنا ہےلہٰذاوہ دلائل سےان کی پرورش کرتے ہیں۔تا کہ دوسرے کی بات کواعتراض سے خالی نہ جانے اوراسےقبول کرنے سے پردہ میں رہے(قبول نہ کرے)۔تاکہ یہ بہتر(۷۲)فرقے قیامت کےدن تک دنیامیں باقی رہیں۔

آخرکار یہ سب برج منجنیق (سنگ انداز) کےذریعےالٹ جائیں گےاورتمام حرکات ایک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نقطے پر پہنچ جائیں گی اور سنت شکن اور سنت کی پیروی کرنے والے حق تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے سائے میں مل کر زندگی گزاریں گے۔اس کام کے لئے میں اپنے آپ کو اس کا اہل پاتا ہوں نہ میرے کاندھوں پر موجود ذمہ داری مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ وہ لوگ جو تاریخ میں جستجو اور تحقیق کا ذمہ اپنے سر لیتے ہیں وہ اسناد کے مطالعہ، مختلف قسم کے بیانات کی چھان بین، روایات کے موازنہ اور جرح وتعدیل کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتے۔ واقعہ نگار ناچار جو کچھ واقع ہوا ہے، اسے لکھ سکتا ہے اور جس حد تک اسناد وقرائن کے توسط سے واقعات کے بارے میں اپنی رائے قائم کرسکتا ہے، فیصلہ کرتا ہے لہذا اسے چاہئے کہ اگر اس میں انحرافی نکات موجود ہیں تو ان کی نشاندہی کرے۔اس طرح حقیقت آشکار ہو جائے گی۔لیکن وہ ان اسناد وروایات کو کس طرح قبول کرے؟ کس طرح ان کی درجہ بندی کرے اور کس معیار پر انھیں پرکھے؟ یہ بذات خود ایک انتہائی کٹھن کام ہے۔

جب یہ تاریخی واقعہ رونما ہوا تو اس کے دوسوسال یا کچھ کم عرصے کے بعد اسے مؤرخین اور محدثین نے اپنی کتابوں میں محفوظ اور تحریر کیا اور یوں اسے فراموشی، عبارت میں تصرف اور دیگر عارضوں کے نقصان سے بچالیا۔ان دوصدیوں میں مضبوط اور طاقتور سیاسی مکاتب فکر ایک دوسرے کے مدمقابل رہے، جن کے سایہ یا تقلید میں لوگوں کے کئی گروپ تھے یا ایک گروہ نے دوسرے کی جگہ لے لی۔ وہ افراد جو صدر اسلام سے لے کر تیسری صدی ہجری کے اختتام تک کی تاریخ سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس دوران حدیث گھڑنا، اس میں تخلیط اور تدلیس، ملاوٹ اور فریب، حدیث کو مٹانا، حدیث کی اپنے مفادات کے حق میں اور دوسرے کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے تفسیر اور تاویل کرنا جیسے امور رائج رہے ہیں۔

سیاست اموی، خوارج، عباسی اور ان کے مدمقابل پارٹیوں سے وابستہ افراد، وہ نومسلم جو خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی کو اپنی جان کی حفاظت کا وسیلہ قرار دیتے اور اندر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہی اندر دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرتے اور مختلف مکاتب فکر کے استاد جو اپنے حلقہ درس میں فقط مخالف کی بات کو باطل ثابت کرتے، خدا جانتا ہے اس مدت میں ان سب نے تاریخی اسناد کا کیا حلیہ بگاڑا ہے۔ سیاسی اسناد کا بھی یہی حال ہے۔

تاریخی داستانوں، کسی شخصیت کی تاریخ ولادت یا تاریخ وفات بیان کرنے والی روایات اور اس طرح کے دیگر بیانات کا سارا دارومدار چونکہ راویوں کے حافظے پر تھا، اس لئے ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی واقعہ ایک ہی طرح سے نقل ہوا ہو۔ اس صورتحال میں کیا کرنا چاہئے؟ مصنف نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اپنے بیانات کو درجہ اول یا درجہ اول کے نزدیک ترین اسناد اور روایات کی بنیاد پر استوار اور منظم کرے، کیونکہ ان روایات میں تحریف کا احتمال کمتر ہے[۳] نیز مصنف نے حتی الامکان اپنے بیانات کو خارجی قرائن سے بھی تطبیق دی ہے اور بالآخر مختلف اقوال میں سے ان اقوال کو قبول کیا ہے جنھیں سب نے یا اکثریت نے قبول کیا ہے یا وہ ان کی کسی نہ کسی طرح تائید کرتے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ایسی حقیقت ہے جو واقعیت کے مطابق ہے، کیونکہ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حوالہ جات:

۱۔ سورہ کہف: آیت ۱۳۔ ''ہم ان کا قصہ صحیح طور پر تمہارے لئے بیان کرتے ہیں۔''

۲۔ مثنوی مولانا رومی، طبع نیکلسن، دفتر پنجم ص ۲۰

۳۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دخترِ رسولؐ کے بارے میں دوسروں کی تحریریں مصنف کی نگاہ سے دور رہی ہیں چنانچہ کتاب کی فہرست مصادر میں آپ ملاحظہ کریں گے جو کچھ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے ان میں سے بیشتر پر مصنف کی نظر رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مَنْ عَالَ جارِيَتَيْنِ حَتّٰی تُدْرِكَا دَخَلْتُ انَا
وَهُوَ الْجَنّةَ كَهاتَينِ.[1]

محترم قارئین! اس وقت جب آپ اس کتاب کے مطالعے میں مشغول ہیں، کیا آپ نے عرب کی تاریخ یا جغرافیہ کا مطالعہ کیا ہے؟ عرب سے میری مراد فقط شہر مکہ، مدینہ اور بحیرہ احمر کے ساحل کی آبادی نہیں ہے اور نہ ہی میرا مقصود عرب کا سرسبز و شاداب اور خوشحال علاقہ یمن ہے۔ بلکہ عرب سے میری مراد وہ وسیع و عریض سرزمین ہے جو ایک طرف وادی حضرموت اور صحرائے نفود کے درمیان واقع ہے اور دوسری طرف وادی دَواسر اور دَھناء کے صحراؤں سے گھری ہوئی ہے۔ اس جزیرہ نمائے عرب کا زیادہ تر حصہ یعنی بیس لاکھ ساٹھ ہزار کلومیٹر اسی سرزمین پر مشتمل ہے اور صدیاں گزر جانے کے بعد بھی تقریباً اپنی اصلی حالت پر باقی ہے۔

یہ عجیب خطہ ارضی، انسان کو حیرت زدہ کردیتا ہے۔ ایک طرف آباد دنیا سے کٹے ہوئے اس کے خشک اور باشندوں سے خالی بیابان اور دوسری طرف آفتاب کی مسلسل تپش سے جلے ہوئے اور قدیم زمانے کے آتش فشانوں کے یادگار پہاڑوں کا سلسلہ اور ان کی ترکیب سے ایک عجیب اور ساتھ ہی ایک پرکشش مجموعہ ارضی معرض وجود میں آیا ہے۔

مہم جو سیاح موسم سرما، بہار کے آغاز میں اس سرزمین میں داخل ہو تو وہ میلوں کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر کہیں ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں ایک دو دن پہلے کی بارش کا پانی کسی گڑھے میں جمع ہوا ہو اور ممکن ہے پانی کے اس تالاب کے کنارے ایک خاندان، ایک دو اونٹوں کے ساتھ آباد ہو یہ اس صحرا کی مشکلات، خصوصاً پانی کی قلت کے مقابلے میں سخت جان انسان کا نمونہ ہیں۔ اس بیابان کا انسان پژمردہ، لاغر، سیاہ رنگ، سخت مزاج اور پرحوصلہ ہے۔ اسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بدوی اور رائج طور پر بدو کہا جاتا ہے اور انسان سے بھی زیادہ سخت جان اس صحرا کا بار بردار جانور اونٹ ہے۔

صرف یہ دو جاندار صحرا کی سخت اور صبر آزما مشکلات سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔اس صحرا میں اگر پودوں کا وجود ہے تو وہ خاردار جھاڑیوں کی شکل میں ہے۔ رات کے وقت جب ہوا ان شاخوں سے گزرتی ہے تو ایک ہولناک آواز پیدا ہوتی ہے صحرائی لوگوں کے وہم وخیال کے مطابق ان درختوں کے نیچے دیو، رہتے ہیں اور یہ آوازیں ان کے بچوں کی ہوتی ہیں اس لئے ان خاردار جھاڑیوں کو وہ ام غیلان کہتے ہیں جو مخفف ہو کر مغیلان بن گیا ہے اس سرزمین کا درخت کھجور ہے جو نخلستانوں اور تالابوں کے کنارے پایا جاتا ہے اور درختوں میں پانی کی کمی کا مقابلہ کرنے میں پہلے نمبر پر ہے۔ایسے مشکل ترین حالات میں جفاکش انسانوں کی ثابت قدمی قدرتی رکاوٹوں کے خلاف بقائے زندگی کے لئے ان کی جہد مسلسل کی علامت ہے۔جس چیز کے حصول کے لئے زندہ رہنے کی خاطر انھیں کوشش کرنا پڑتی ہے، وہ انسانوں اور حیوانوں کا سرمایہ حیات ''پانی'' ہے۔

پانی کی تلاش میں ہر روز یا چند روز کے بعد بدو کو اپنا رخت سفر باندھنا پڑتا ہے۔اسے اپنے سامان کو، جس میں چربی کی چند ٹکیاں اور وہ بھی اونٹ کی اون سے مخلوط اور کھجور کے چند دانوں کے سوا کچھ نہیں ۔اپنے بار بردار جانور کی پشت پر لاد کر اور معمولاً اپنی بیوی اور کبھی کبھار اپنے چھوٹے بچے کو سامان پر بٹھا کر ریت کے تپتے ہوئے ٹیلوں کو سر کرنا پڑتا ہے اور پانی کے ذخیرے تک پہنچنے کے لئے اسے سلگتے صحراؤں اور گرم چٹانوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔

یہ پانی بھی کیسا! سیاہ رنگ، بدبودار، کیڑے مکوڑوں اور دوسرے رینگنے والے جانوروں سے پر، جو اس بدو سے پہلے وہاں پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔لیکن یہ خستہ حال مسافر زندگی کے اس سہارے کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا سامان اتارتا ہے اور وہاں ڈیرہ لگا لیتا ہے۔لیکن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

افسوس کہ اس کی یہ خوشی عارضی ثابت ہوتی ہے۔ اسی دوران اسی کی طرح کا ایک اور بیچارہ انسان بھی وہاں آن پہنچتا ہے۔ اس بدبخت انسان کے تلوے پھٹے ہوئے اور جلے ہوئے ماتھے پر پڑی ہوئی سلوٹیں یہ بتا رہی ہیں کہ یہ بھی اسی چیز کی تلاش میں سرگرداں ہے جسے پہلے مسافر نے پالیا ہے اور وہ ہے پانی۔

صدیوں پر محیط تمام مدت میں اس سنگدل صحرا نے اپنی دھرتی کے سپوتوں کو صرف ایک سبق سکھایا ہے کہ ''مارو تا کہ زندہ رہو'' اسی اصول کے پیش نظر مذکورہ گھات پر لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں زمین بیچارے انسان کے خون سے رنگین ہو جاتی ہے۔ وہ انسان جو حکم جبلت کے تحت زندہ رہنا چاہتا تھا لیکن وہ اپنے طاقتور حریف کے مقابلے میں شکست کھا کر جان کی بازی ہار گیا۔ ابھی اس کے تشنہ لب، اس کی تھکی ماندی سواری اور اس سے وابستہ ایک دو بے سہارا جانیں پانی سے سیراب بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ بے رحم، سنگدل اور طاقتور دشمن نے دانت دکھائے اور جس پر اس کی، اس کے اونٹ اور بیوی بچوں کی زندگی کا دارومدار تھا، اسے چھیننے کے لئے اس پر حملہ کر دیا۔ افسوس کہ یہ دشمن پہلے دشمن سے زیادہ طاقتور ہے جس کے قتل سے وہ ابھی فارغ ہوا ہے یہ ایسا دشمن ہے جسے یہ کبھی شکست نہیں دے سکتا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ گرم پانی کی سطح دن بدن نیچے ہوتی جا رہی ہے اور بخارات مسلسل ہوا میں اٹھ رہے ہیں یہاں تک کہ اس تالاب کی تہہ میں گیلی مٹی اور چند نیم جان کیڑوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہاں سورج نے اپنا کام کر دکھایا ہے، اب یہاں سے کسی دوسری جگہ کوچ کرنا چاہیے۔

''اٹھو، اب کوچ کرو'' ایک ایسا گیت ہے جسے بدو، اس مشقت سے بھرپور زندگی میں گاتا ہے اس کی ہر صبح کسی (نئی) جگہ پر اور ہر رات راہ گزر پر ہوتی ہے۔

اسی افراتفری اور سامان اتارنے اور چڑھانے کے ہنگامے میں اچانک اس کے کانوں سے ہلکی سی آواز ٹکراتی ہے یہ کون سی آواز ہے؟ یہ اس نومولود کے رونے کی آواز ہے جس نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مصائب وآلام کی وادیٔ حیات میں ابھی قدم رکھا ہے۔

ابھی اس کی بیوی دردزہ سے فارغ ہوئی ہے اوراس بینوا کنبے میں ایک لڑکی کا اضافہ ہوگیا ہے آہ کتنی بڑی مصیبت! وہ ہمیشہ ایسے وقت پریشان اورخوفزدہ تھا:

لڑکی! بیٹی! یہ ذلت ورسوائی کا سامان بچی میرے کس کام کی؟

میری بیوی نے لڑکا کیوں نہ جنا؟ اگرلڑکا ہوتا تووہ ایک نعمت تھا۔ بچپن میں وہ اونٹوں کی نگہبانی کرتا اورجوان ہوکرمیرے شانہ بشانہ دشمنوں سے لڑتا۔لیکن لڑکی توپاؤں کی زنجیر ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر۔یعنی ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔کیوں؟ اس لئے کہ اسے یاد ہے کہ چنددن پہلے اس کی فلاں شخص سے لڑائی ہوئی تھی ،جس پراس کی بیٹی کواس نے اسیر کرلیا تھا اوراس کے ماں باپ اور قبیلے کے ماتھے پر بدنامی اورذلت کا داغ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اسے کیا معلوم کہ ایک دن اس کے سربھی وہی بلا نازل ہوگی۔

نہیں! ابھی دیرنہیں ہوئی اس کا حل سوچنا چاہئے اورواقعہ سے پہلے اس کا تدارک کرلینا چاہئے۔اس لڑکی کوزندہ نہیں رہنا چاہئے کہیں شرمساری اوررسوائی کا باعث نہ بنے۔لہذا اسے زندہ درگور کردینا بہتر ہے۔[2]

صرف غربت وافلاس اورذلت ورسوائی کا خوف اس قبیح فعل کے ارتکاب کا سبب نہ تھا بلکہ کبھی خرافاتی عقائداور باطل اوہام بھی دخترکشی کا موجب بنتے تھے چنانچہ اگر نیلی آنکھوں والی یاسیاہ رنگ والی لڑکی اس کے گھر میں پیدا ہوتی تو وہ اسے فال بدگردانتے تھے۔موجودہ صدی کے چندعرب ادیب اورمؤرخین اس غیرانسانی عمل کی تاویل انسانی جذبات اوراحساسات کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں۔ان کے بقول چونکہ باپ کواپنی اس جنس (بیٹی) کی اولاد سے شدید محبت ہوتی ہے لہذا وہ اپنی لڑکیوں کواس خطرے کے پیش نظر زندہ درگور کردیتا کہ کہیں ان کی عزت وناموس پرحرف نہ آئے۔[3] یہ ایک بے بنیادتوجیہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

افراد کی سخت ملامت اور سرزنش کرتا ہے کہ یہ لوگ کیوں غربت اور تنگدستی کے خوف سے ایک معصوم جان کو قتل کرتے ہیں۔؎۴

قرآن ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ O بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ﴾؎۵ اس دن جب اس زندہ درگور لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟

ہاں! اس غیر انسانی فعل کا عامل کچھ بھی ہو اس کی برائی اور قباحت میں کمی نہیں کرتا وہ لوگ اس قسم کی سرزمین میں اس قسم کی رسم کے حامل تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک اور وحشیانہ طرز عمل اختیار کرتے تھے۔

یہ تھا ظہور اسلام سے پہلے صحرانشینوں کا حال۔ لیکن جزیرۃ العرب کے شہروں میں بسنے والوں کی حالت بھی مشکلات اور سختیوں کے اعتبار سے ان سے کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ البتہ ان کی لڑائیاں اور طرح کی ہوتی تھیں۔ مالدار، سرمایہ دار اور وڈیروں کی یہ خواہش تھی کہ غریب اور مفلس لوگ ان کے لئے محنت ومشقت کریں اور اپنی جان ماریں، تاکہ وہ عیش وعشرت اور چین وسکون سے رہیں ان کے مال ودولت اور خزانوں میں اضافہ ہوتا رہے اور ان بے چاروں کی کمر قرضوں اور غربت وناداری کے بوجھ تلے مزید دب جائیں۔ ظاہر ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے مذکورہ خصوصیات کی حامل ہونے اور اپنے ساکنین کے اعتبار سے اس قسم کے افراد کی وجہ سے اس سرزمین کے علم الانساب کے ماہرین اور ماہرین ساجیات کی نگاہ میں کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ اگر ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں تاریخ کا عظیم معجزہ رونما نہ ہوتا اور اس تاریک وبیابان میں نور کا چشمہ نہ پھوٹتا تو بے شک آج بہت ہی کم لوگ ہوتے جنھیں صحرائے عربستان کے نام کا پتہ ہوتا اور یہ کہ یہ صحرا، ایشیا کے جنوب مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اس کی جغرافیائی اور تاریخی صورتحال اور دیگر خصوصیات کے بارے میں کسی کو بھلا کیا خبر ہوتی۔ یہ کہاں ممکن تھا کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک مہم جو سیاح جزیرۃ العرب کے پہاڑی سلسلہ سینا کو سر کرتا اور نجد کے خشک بیابانوں کو عبور کرتے ہوئے، تھامہ کے دروں کو پار کر کے خود کو نفود یا الربع الخال کے وسیع و عریض صحرا تک پہنچا تا وہ صحرا میں چلنے والے طوفان کی زد میں آ کر ریت میں دب کر ابدی نیند سو جاتا اور اگر دسیوں لوگوں میں سے کوئی ایک بچ جاتا تو دوسروں کو اپنے مشاہدات بتاتا۔

لیکن تقدیر کو کچھ اور منظور تھا۔اس سرزمین سے ایسی صدا بلند ہوئی جو ابتدا میں بحیرہ احمر کے کنارے ایک چھوٹے سے شہر سے اٹھی اور پھر اس شہر سے پانچ سو کلومیٹر دور ایک نخلستان میں پہنچی۔وہاں سے اس بحیرہ کی مشرقی جانب اور پھر تمام جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی۔اس کے بعد یہ آواز ایران میں پہنچی۔پھر مصر، براعظم افریقہ اور آخر کار پورے عالم کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا پوری دنیا میں گونجنے والی اس آواز نے صحرا نشینوں کو یہ درس دیا کہ اے عرب کے صحرا نوردو! جو سبق تم نے اس صحرا سے سیکھا ہے وہ غلط ہے۔صحرا نے تمہیں غلط سبق پڑھایا۔وہ ایک برا استاد ہے۔تمہیں خدا سے سبق سیکھنا چاہئے تمہارا شعار وہ نہیں جس کی تمہیں عادت پڑ چکی ہے۔تمہیں قتل و غارت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔تم تو اللہ کے خلیفہ ہو اور اللہ نور، محبت، لطف، رحمت اور مہربانی ہے۔تم دوسروں کے لئے زندہ ہو اور تم سب ایک دوسرے کے ساتھ خدا کی خاطر ہو۔

تم اس سبق کو فراموش کر دو جو تم نے سینہ بہ سینہ حاصل کیا ہے یا اپنے آبا و اجداد کی تقلید سے سیکھا ہے وہ کوئی اچھے معلم نہ تھے۔تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سبق تقلید سے نہیں سیکھا جاتا۔لڑکی بھی لڑکے کی مانند ہے۔یہ دونوں تمہارے کام آئیں گے۔یہ دونوں خدا کی نعمتیں ہیں۔خدا کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ایک دوسرے پر برتری نہیں دینی چاہئے۔

اے لوگو! تم اپنی لڑکیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرتے ہو؟ تم کیوں انھیں فضول اور بے وقعت سمجھتے ہو؟ تمہیں کس نے جنا اور پالا پوسا ہے؟ کیا تم انہی لڑکیوں کی گود میں پروان نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چڑھے ہو جواب تمہاری مائیں ہیں؟ جان لو کہ جب کسی گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ان کے پاس بھیجتا ہے کہ اے گھر والو تم پر سلام ہو اس کے بعد اس لڑکی پر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں اور اپنے ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور کہتے ہیں کہ جو کوئی ان کی پرورش اور نگرانی کا ذمہ لے گا اس کی قیامت میں مدد کی جائے گی۔٦ جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، لڑکی کو ذلیل وخوار نہ سمجھے اور لڑکے کو ان پر ترجیح نہ دے تو خدا اسے بہشت میں لے جائے گا۔٧

یہ آسمانی تعلیمات کبھی قرآنی آیات کی شکل میں اور کبھی حدیث کی زبان میں ان دیر سے سمجھنے والے بوجھل کانوں پر پڑھی جاتی رہیں۔لیکن ان تعلیمات کا عملی نمونہ بھی ہمراہ ہونا چاہئے تاکہ ان کا اثر زیادہ ہو اس عملی تربیت کا اعلیٰ نمونہ رسول خداؐ کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؑء ہیں۔

یہ حیران کن بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہؑ سے اولاد میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے اور پھر لڑکے زندہ نہ رہے اور بچپن میں ہی فوت ہو گئے ،جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ بدوی زندگی اور قبائلی نظام میں لڑکا باپ کے گھر کے چراغ کو روشن رکھتا ہے اور اگر کسی کے ہاں لڑکا نہ ہو تو اس کا نام مٹ جاتا ہے۔ایسے شخص کو ابتر کہتے تھے اور مکہ کے کوتاہ فکر افراد یہی بات حضرت محمدؐ کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ ابتر ہیں اس لئے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کا نام ونشان مٹ جائے گا کیونکہ ان کا کوئی بیٹا نہیں جو ان کا وارث بنے۔آپؐ کے بارے میں دل کے اندھے قریش کا یہ باطل نظریہ تھا۔

لیکن مشیت الٰہی کے عین مطابق اور ان تاریک دل اور کج فہم وفکر کافروں کی سوچ کے برعکس، رسول اللہؐ کی ایک بیٹی باقی رہی اور اس ایک بیٹی نے انفرادی اور اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں اپنے طرز عمل اور کردار اور رفتار سے آپؐ کی باتوں کو سچ کر دکھایا اور قرآن مجید کے اسرار ورموز کو ان خود خواہوں پر اس طرح واضح کیا کہ ﴿اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَر﴾٨ ”بے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شک تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔''اے محمدؐ آپ کا نام گرامی زندہ وجاوید رہے گا۔آپ کو طعنے دینے والے گمنامی کے طوق خود اپنے گلے میں ڈالیں گے وہ گمنامی کی زندگی گزاریں گے اور گمنامی کی موت مریں گے۔

اسی طرح جناب فاطمہؑ کے بیٹے اوران کی اولاد، مذکورہ بشارت الٰہی کا ایک راز قرار پائی مولانا رومی نے کیا خوب کہا ہے:

مصطفی را وعدہ داد الطاف حق ۔۔۔ گر بمیری تو نمیرد این سبق
رونقت را روز روز افزون کنم ۔۔۔ نام تو برزر وبرنقرہ زنم
منبر ومحراب سازم بھرتوا ۔۔۔ درمحبت قھرمن شد قھرتو ۹

محمد مصطفیٰؐ سے الطاف الٰہی نے یہ وعدہ کیا ہے کہ آپؐ کی رحلت کے بعد یہ اسلام کا سبق ختم نہیں ہوگا۔آپؐ کی رونق بزم کو میں روز افزوں کردوں گا۔آپؐ کا نام سونے اور چاندی کے سکوں پر لگواؤں گا(آپؐ کے نام کا سکہ چلے گا)۔محراب ومنبر آپؐ کیلئے بناؤں گا اس میں میری ناراضگی آپؐ کی ناراضگی بن جائے گی۔

تقدیر خداوندی یہ تھی کہ پیغمبر اسلام(ص) اپنی تمام پدری محبت وشفقت سیدہ فاطمہ(س) کے نام کردیں تا کہ اس عملی تربیت کے ذریعے وہ خودخواہ لوگ یہ جان لیں کہ بیٹیوں کو بھی بیٹوں کی طرح اہمیت دینی چاہئے کیا ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ رسول(ص) کی تین قسم کی سنت ہے جس کی پیروی تمام مسلمانوں پرواجب ہے۔اس کی ایک قسم آنحضرتؐ کا طرزعمل ہے پس آپؐ کی پیروی میں آپؐ کے امتی بھی ایسا سلوک اپنی بیٹیوں کے ساتھ کریں اور نسلی بقاء کے سرمائے کو یوں حقیر نہ سمجھیں۔

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ جناب محمدؐ اپنی بیٹی کا جو بھی احترام کرتے تھے وہ صرف دوسروں کی تربیت اور دوسروں کو بتانے کے لئے تھا۔ایسا نہیں ہے۔جہاں حضرت فاطمہؑ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اخلاقی شخصیت کا بیان آئے گا اس کے متعلق ہم تفصیل سے بات کریں گے اور آپ دیکھیں گے کہ حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا اس احترام و اہمیت کے لائق تھیں۔ یہاں پر جو بات کرنا مقصود ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کا فرض تھا کہ قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ امت کے لئے عملی نمونہ بھی پیش کریں۔

حوالہ جات:

۱۔ کنز العمال، کتاب نکاح، باب حقوق دختران۔ جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں، میں اور وہ، ان دونوں (ملی ہوئی انگلیوں) کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۔﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌO يَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (سورہ نحل: آیت ۵۸۔۵۹) ''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو مارے غصے کے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کیا اسے ذلت کے ساتھ زندہ رہنے دے یا اسے زیر خاک دفن کرے؟ دیکھو! کتنا برا فیصلہ ہے جو یہ کر رہے ہیں۔''

۳۔ بلوغ الادب، ج۳، ص۴۲۔۵۳

۴۔﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ (سورہ بنی اسرائیل: ۳۱) ''اور تم اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کیا کرو، ہم انھیں رزق دیں گے اور تمہیں بھی ان کا قتل یقیناً بہت بڑا گناہ ہے۔''

۵۔ تکویر: ۸۔۹

۶۔ کنز العمال، کتاب النکاح، از اوسط طبرانی۔

۷۔ کنز العمال، کتاب النکاح، از مسند ابوداؤد۔

۸۔ سورہ کوثر: آیت ۳۔

۹۔ مثنوی مولانا رومی، طبع نیکلسن دفتر سوم ص ۶۸۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَاَیْنَ مِثْلُ خَدِیْجَۃَ صَدَّقَتْنِیْ حِینَ کَذَّبَنِی النّاس [1]

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ حضرت محمد رسول اللہ (ص) کی بیٹی ہیں اوران کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں حضرت خدیجہ کی پیغمبر اسلام (ص) سے شادی سے پہلے کی زندگی کے بارے میں چنداشاروں کے سوامستند معلومات قدیم کتب تاریخ میں نہیں ہیں۔ابتدائی منابع میں چندواقعات کے حوالے سے گاہ بگاہ ان کے والداور چچازاد کا نام آیا ہے۔خویلد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب،قریش کے معروف خاندان اورشرفاء میں سے تھے۔دور جاہلیت میں خویلد اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔دوسری جنگ فجار [2] میں جوشمطہ کے نام سے مشہور ہےاوراس دن قریش کنانہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوئے۔وہ قبیلہ اسد کے رئیس تھے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب تبع حجرالاسود کو یمن لے جانا چاہتا تھا تو خویلد اس کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔[3] ان کا یہ اقدام ان کے زمانے میں ممتاز حیثیت کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت خدیجہ کے چچاورقہ بن نوفل عرب کے کاہنوں میں سے تھےاور جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ سابقہ ادیان کی کتب جانتے تھے۔حضرت خدیجہ ظہور اسلام سے قبل قریش کی ممتاز خواتین میں شمار ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ انھیں قریش کی عورتوں کی سرداراور طاہرہ کہا جاتا تھا۔ رسول اکرم (ص) سے عقد سے قبل وہ پہلے ابوہالہ ہند بن نباش بن زرارہ [4] کی بیوی تھیں اور پھر بنی مخزوم کے فرد عتیق بن عائذ کی زوجہ بنیں۔[5] ان کے ابوہالہ سے دو بیٹے ہوئے اور عتیق سے ایک بیٹی ہوئی یہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ماں کی طرف سے بھائی اور بہن ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت محمد(ص) کے ساتھ ان کی شادی:

ان دوشادیوں کے بعد، باوجود اس کے کہ وہ خوبصورت اور مالدار خاتون تھیں اوران کے رشتے کے بہت سے خواہاں تھے، انھوں نے کسی سے شادی نہ کی اوراپنے مال سے تجارت کرنے لگیں ۔ یہاں تک کہ حضرت ابوطالب نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ وہ بھی اپنے دوسرے حصہ داروں کی طرح خدیجہ کے عامل بنیں اوران کی طرف سے ان کا مال شام لے جائیں۔ اورایسا ہی ہوااس تجارتی سفر کے بعد حضرت خدیجہ حضرت محمد(ص) سے شادی کرنے پر مائل ہوئیں اورجیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت(ص) کواپنا شوہر قبول کرلیا۔جیسا کہ مؤرخین کے درمیان مشہور ہے اورسنت بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حضور(ص) سے شادی کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔لیکن ان کے بطن سے آنحضرت(ص) کی جواولاد ہوئی ان کی تعداد دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مؤرخین نے اس لحاظ سے چالیس کے عدد کا انتخاب کیا کہ یہ ایک مکمل عدد ہے۔اس شہرت کے مقابلے میں ابن سعد اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد(ص) سے شادی کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔٦

حضرت خدیجہ پہلی خاتون تھیں جوآنحضرت (ص) پرایمان لائیں۔ جب پیغمبر اکرم(ص) نے اعلانیہ دعوت کا آغاز کیاتو مکہ کے ثروتمنداورامیرلوگ آپؐ کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے اورآپؐ اورآپؐ کے پیروکاروں کوآزارواذیت پہنچانا شروع کردی۔حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کی دشمنوں کے گزند سے حفاظت کرتے تھے۔ان کے ساتھ حضرت خدیجہ آپؐ کی مونس ومددگارتھیں جوگھر میں آپؐ کوآرام وسکون پہنچاتیں اورآپؐ کی حوصلہ افزائی کرتیں۔اسی انسانی جذبے اوراسلامی احساس کی بناپررسول خدا(ص) ہمیشہ انھیں اچھے انداز سے یادکرتے تھے۔٧

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت فاطمہ اطہر (س) ایسے باپ اور ایسی ماں کی بیٹی تھیں۔ان کی ولادت کب اور کس تاریخ کو ہوئی؟ اس کا دن بلکہ سال بھی معلوم نہیں ہے ۔یعنی مؤرخین نے اس سلسلے میں کوئی متفقہ تاریخ بیان نہیں کی۔ بلکہ مختلف تاریخیں ذکر کی ہیں ۔اسلام کی عظیم شخصیات (مرد ہو یا عورت) کی تاریخ ولادت اور وفات کا مشخص ہونا تاریخی لحاظ سے اگر چہ قابل اہمیت اور قابل بحث ہے اور ہم بھی اس کی تحقیق کریں گے، لیکن شخصیات کے تجزیہ وتحلیل میں چنداں اہم نہیں ہے اسلام کی بڑی اور غیر معمولی شخصیات کی زندگیوں کے حوالے سے بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے جو چیز اہمیت کی حامل ہے۔وہ یہ ہے کہ انھیں معلوم ہو کہ وہ کون تھیں؟ ان کی تربیت کیسے ہوئی؟ انھوں نے زندگی کس طرح گزاری؟ انھوں نے کیا کردار اپنایا؟ اور کیوں اپنایا؟ معاشرے پر اپنی زندگی میں اور بعد میں کیا اثرات مرتب کیے؟ لیکن وہ کب پیدا ہوئیں اور کب وفات پائی؟ اس بارے میں بعض افراد کا خیال ہے کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ معلوم ہے کہ ایک دن وہ دنیا میں آئیں اور ایک دن اس دنیا سے رخصت ہوگئیں ۔شاید بات یہی درست ہو ایسی شخصیات کبھی نہیں مرتیں اور ہمیشہ تاریخ کے ساتھ زندہ ہیں۔لیکن تاریخ نویس تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کو مشخص کرنا اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داری سمجھتا ہے۔اس لئے کہ وہ مؤرخین اور سیرت نگاروں کی سنت اور روش کی پیروی کرنا اپنا فریضہ جانتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ تاریخیں، تاریخ کے عظیم افراد کی زندگی کے تمام واقعات سے ایک طرح سے مربوط ہو جائیں۔

اس کتاب میں اگر چہ اس کی ضرورت ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام تر سعی وکوشش کے باوجود رسول اللہ (ص) کی بیٹی کے سال پیدائش کے متعلق کوئی صحیح اور دقیق اطلاع نہیں دی جاسکتی۔ یہ صرف جناب فاطمہ (س) کی تاریخ پیدائش کا مسئلہ نہیں کہ جس میں مؤرخین متفق نہیں ہیں بلکہ دین کے پیشواؤں اور آئمہ معصومین علیہم السلام بلکہ خود رسول

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اکرم(ص) کی تاریخ ولادت اورتاریخ وفات میں سے کسی ایک پربھی مورخین کا اتفاق نہیں ہے۔یہ سب اختلافات کیوں پیش آئے پہلی فصل میں ان کامختصر جواب دیا جاچکا ہے۔

اس زمانے میں واقعات کومحفوظ رکھنے اور لکھنے کارواج نہیں تھا۔راویوں نے جو کچھ سنا اسے ذہن نشین کرلیا جو کچھ قوم کے بوڑھے اور بزرگ افراد کہہ دیتے قوم اسے قبول کرلیتی۔کبھی کبھار کوئی اہم ترین واقعہ یا کوئی ایسا واقعہ جو نیا نیا وقوع پذیر ہوتا،تاریخ کا مبدا قرار پاجاتا۔اس سے بڑی شخصیات کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا حساب کرتے ۔جیسا کہ خودہم نے اپنی زندگیوں میں اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ فلاں سال سیلاب آیا،فلاں سال شہر برباد ہوا،فلاں سال قحط پڑا،فلاں سال وبا پھیلی وغیرہ۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعات وحادثات کی تاریخ اس کے چندسال بعدلوگ یادرکھتے ہیں اوراسی کی بنیاد پر اپنا حساب وکتاب کرتے ہیں۔لیکن ایک مدت گزرنے کے بعد یہی واقعات مجہولات میں شامل ہوجاتے ہیں۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ پیغمبراکرمؐ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔جس سال ابرہہ اپنے ہاتھیوں سمیت خانہ کعبہ کوتباہ وبرباد کرنے کے لئے مکہ آیا تھا۔عام الفیل کئی برسوں تک مکہ کے لوگوں کو یادرہالیکن ہم اگر جاننا چاہیں کہ یہ واقعہ کس سال رونما ہوا توبذات خود یہ ایک مشکل ہے۔اس کے باوجود مبدائے تاریخ بننے والے واقعات کودرست بھی مان لیا جائے اوردقیق تاریخ سے عینی شاہدوں کی غفلت اور فراموشی سے ہم صرف نظر کرلیں،پھر بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ راویوں کا حافظہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو کیا وہ غلطی نہیں کرسکتے؟ بالفرض پہلے درجے کے راوی غلطی نہ کریں لیکن سوسال میں تقریباً تین نسلیں بدلتی ہیں،اس حالت میں کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ راویوں کے اس سارے سلسلے میں سب کا حافظہ کمال درجے کا ہے۔نیز یہ کہ دو یا چند بااعتماد گواہ کسی کے قوی حافظہ کی تعریف کردیں تو یہ علم روایت یا درایت اوراصول یا فقہ کے کام کے حوالے سے دلیل بن سکتا ہے،لیکن واقعات بیان کرنے میں جہاں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روایتوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، ایسا ضابطہ اوراصول کافی نہیں ہے تاریخی واقعات محفوظ کرنے میں راویوں اور مؤرخین میں پائے جانے والے اختلاف کی مذکورہ دو وجوہ کافی ہیں، لیکن ان کے علاوہ اوراسباب کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم ملاحظہ کریں گے کہ ہماری زیر بحث شخصیت کے بارے میں بھی یہی صورتحال ہے۔

اہل تسنن کے سیرت نگاروں اور مؤرخین نے عام طور پر حضرت فاطمہ الزہرا (س) کی تاریخ پیدائش پانچ سال قبل از بعثت رقم کی ہے۔ جبکہ بعض شیعہ تاریخ نویسوں اور جید علماء کے مطابق ان کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی ہے۔

ابن سعد ''طبقات'' میں ۸ طبری نے ''تاریخ'' میں ۹ بلاذری ''انساب الاشراف'' میں ۱۰ ابن اثیر ''کامل'' میں ۱۱ ابوالفرج اصفہانی ''مقاتل الطالبین'' میں ۱۲ محمد بن اسحاق ۱۳ اور ابن عبدالبر ''استیعاب'' میں ۱۴ اور دوسرے چند افراد نے اول الذکر تاریخ کو قبول کیا ہے اور عموم نے لکھا ہے کہ یہ وہ سال تھا جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی۔ بلاذری اس طرح روایت کرتا ہے:

ایک دن عباس بن عبدالمطلب حضرت علیؑ کے پاس آئے دیکھا کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اس بات پر گفتگو کر رہے ہیں کہ دونوں میں سے کون بڑا ہے۔ عباس نے کہا کہ علیؑ تم بڑے ہو کیونکہ تم خانہ کعبہ کی تعمیر نو سے چند سال پہلے پیدا ہوئے۔ جبکہ میری بیٹی (فاطمہ) اس سال پیدا ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے۔ ۱۵

نیز طبری اور دوسروں نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ وفات کے وقت حضرت زہرا (س) کی عمر انتیس (۲۹) سال کے لگ بھگ تھی۔ ۱۶ لیکن یعقوبی جو اپنی زیادہ تر روایات میں منفرد ہے اس نے حضرت زہرا (س) کی عمر، وفات کے وقت تیئیس (۲۳) سال درج کی ہے۔ ۱۷ اس کے بقول حضرت زہراؑ کی ولادت پیغمبر اکرمؐ کی بعثت والے سال میں ہوئی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی شہرت کے برخلاف شیعہ علماء اور محدثین مثلاً کلینی نے کافی ۱۸؎ میں، ابن شہر آشوب نے مناقب ۱۹؎ علی بن عیسی اربلی نے کشف الغمہ ۲۰؎ اور مجلسی نے بحارالانوار میں دلائل الامامۃ اور دوسری کتب ۲۱؎ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کے منصب رسالت پر مبعوث ہونے کے پانچ سال بعد حضرت زہراؑ کی ولادت ہوئی۔ صرف مصباح المتہجد ۲۲؎ میں شیخ طوسی کی تحریر اس مشہور روایت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ انھوں نے حضرت زہراؑ کی حضرت علیؑ سے شادی کے وقت عمر تیرہ سال لکھی ہے اور اگر ان کی شادی ہجرت کے پانچ ماہ بعد ہونا تسلیم کریں تو ان کی ولادت بعثت کے پہلے سال میں ماننا پڑے گی اور یہ رائے یعقوبی کے قول سے مطابقت رکھتی ہے۔ روایات میں اس اختلاف کے ساتھ کسی ایک کی سند کو قبول کرنا اور دوسری سند کو چھوڑ دینا نہایت مشکل نظر آتا، جیسا کہ ہم نے مقدمے میں اشارہ کیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خارجی قرائن کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ ممکن ہے ان قرائن کی مدد سے کسی ایک طرف کا پلڑا بھاری ہو جائے اور اسے اختیار کرنے میں آسانی ہو سکے اور یوں نتیجے کے طور پر اسے مرجع قرار دے دیا جائے۔

ایک قابل ذکر اور قوی قرینہ شیعہ علماء اور محدثین کی روایات میں عمومی طور پر پایا جاتا ہے۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دخترِ رسول اکرمؐ کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی تھی۔ یہ قرینہ حضرت زہراؑ کی پیدائش اور معراج النبیؐ کا باہم مربوط ہونا ہے معراج کی روایات کے ضمن میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ شب معراج مجھے بہشتی سیب دیا گیا اور میری بیٹی فاطمہؑ کا نطفہ اسی پھل سے وجود میں آیا۔ ۲۳؎

اگر مؤرخین نے معراج کی تاریخ کو بطور دقیق معین کر دیا ہوتا، مثلاً بعثت کے کون سے سال میں یہ واقعہ ہوا تو کوئی مشکل پیش نہ آتی لیکن دوبارہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معراج رسول اکرمؐ کس سال واقع ہوئی تھی؟ اس سوال کا جواب بھی واضح نہیں ہے۔ ابن سعد نے ایک روایت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے مطابق ہجرت مدینہ سے اٹھارہ ماہ پہلے اس واقعہ کے وقوع کا ذکر کیا ہے اور دوسری روایت کی بنا پر ہجرت سے ایک سال قبل کا واقعہ کہا ہے ۲۴ اور ابن اثیر نے تین سال اور ایک اور روایت کی بنا پر ایک سال قبل از ہجرت بیان کیا ہے جبکہ شیعہ علماء نے بعثت کے دو سال بعد سے لے کر ہجرت سے چھ ماہ پہلے تک اس کی تاریخیں بیان کی ہیں۔ جب روایات کے اختلاف کا سامنا ہوا تو اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ حضور اکرمؐ کئی بار آسمان پر تشریف لے گئے تھے ۲۵ لیکن جو بات اہل سنت کے مؤرخین اور محدثین کے قول کی تائید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ اس سال پیدا ہوئیں جب قریش نے خانہ کعبہ کو دوبارہ بنایا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا واقعہ تاریخوں میں بیان ہوا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی حیات طیبہ کی تاریخ سے واقف سب افراد اس واقعہ کو جانتے ہیں۔ مختصر طور پر یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ گر گیا۔ لہذا اس کی تعمیر نو کی گئی جب تعمیر کے دوران حجرالاسود کو نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو اس سعادت کے حصول میں قریش کے قبائل کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو گیا۔ ہر گروہ کا سردار یہ چاہتا تھا کہ یہ افتخار اس کے حصے میں آئے نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ قریب تھا کہ جنگ چھڑ جاتی۔ آخرکار وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو بھی سب سے پہلے دروازے سے اندر داخل ہوگا اس کا فیصلہ مان لیں گے۔ سب سے پہلے آنحضرتؐ دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ سب نے کہا وہ امین ہیں اور ہم انھیں اپنے درمیان حَکَم (منصف) کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ آپؐ سے ماجرا بیان کیا گیا آپؐ نے فرمایا: ایک چادر یا بڑا کپڑا پھیلایا جائے اس کے بعد آپؐ نے حجرالاسود اٹھا کر چادر پر رکھا اور چاروں قبیلوں کے سرداروں سے کہا کہ وہ ایک ایک کونہ پکڑ لیں اور زمین سے اٹھائیں۔ ان سب نے چادر کو زمین سے اٹھایا آپؐ نے حجرالاسود اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آپؐ نے اپنی انوکھی تدبیر سے انھیں طویل اور مسلسل قتل و غارت سے بچا لیا۔ حضرت محمدؐ کا فیصلہ کرنا اور حجرالاسود کو نصب کرنا، ان مقدمات کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتھ ہوتو یقیناً یہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ بعثت کے پانچویں سال میں قریش پیغمبر اکرمؐ کے سخت دشمن تھے۔لہٰذا انھیں فیصلہ کرنے کا حق ہر گز نہ دیتے۔

دیگر خارجی قرائن کو مختصر طور پر ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ایک دن اونٹ کا فضلہ اوراوجھڑی ابوجہل کے کہنے پر رسول اللہؐ پر گرائی گئی حضرت فاطمہؑ کو معلوم ہوا تو وہ مسجد الحرام گئیں اور اس گندگی کو اپنے بابا کے لباس سے صاف کیا۔۲۶؎ قریش کی طرف سے حضور اکرمؐ کے ساتھ ایسا ہتک آمیز سلوک ظاھراً بعثت کے دسویں سال ، رسول اللہؐ کی طائف ہجرت نیز شعب ابی طالب کے محاصرے اور بائیکاٹ سے پہلے تھا اگر حضرت فاطمہ(س) کی پیدائش کو بعثت کے پانچویں سال تسلیم کیا جائے۔تو اس وقت ان کی عمر تین سے پانچ سال سے زیادہ نہ تھی اور بعید ہے کہ اس عمر کی بچی مسجد جائے اور وہاں پر ایسا کام انجام دے۔

۲۔جنگ احد کے دن جب حضرت فاطمہؑ نے سنا کہ ان کے باباؐ کا چہرہ زخمی ہوگیا ہے تو وہ چند عورتوں کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں گئیں اور جب بابا کو دیکھا تو ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر روئیں اور پھر آپؐ کے چہرہ اقدس سے خون صاف کیا۔۲۷؎ اگر ہم واقعہ معراج کو بعثت کے پانچویں سال مانیں تو اس وقت احد کے واقعہ میں کسی قسم کا عدم امکان نظر نہیں آتا لیکن اگر اٹھارہ ماہ یا چھ ماہ ہجرت سے پہلے والی روایت صحیح ہو تو اس وقت تسلیم کرنا پڑے گا کہ جنگ احد کے موقع پر حضرت فاطمہؑ کی عمر پانچ سال یا اس سے کم تھی۔جیسا کہ آئندہ آئے گا،حضرت زہراؑ کی شادی ہجرت کے دوسرے سال ذی الحج میں جنگ احد سے پہلے انجام پائی یعنی اس وقت ان کی عمر نو سال یا اس سے زیادہ تھی۔

۳۔جیسا کہ ہم یہ دیکھیں گے،کہ شیعی روایات میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت زہراؑ بعثت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور یہ وہ سال تھا جب قریش خانہ کعبہ دوبارہ تعمیر کر رہے تھے قریش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے سرداروں کے درمیان ثالثی کرانا حتمی طور پر بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ بعثت سے پانچ سال پہلے اور بعثت کے بعد قریش آنحضرتؐ کے ساتھ اچھا سلوک روانہیں رکھتے تھے چہ جائیکہ وہ آپؐ کو امین سمجھیں اور آپؐ کے ثالثی فیصلے کے سامنے اور وہ بھی اتنے بڑے مسئلہ پر سر تسلیم خم کریں۔

۴۔ہم جانتے ہیں کہ مؤرخین نے حضرت خدیجہ کی نبی اکرمؐ سے شادی کے وقت عمر چالیس سال لکھی ہے اگر ہم کہیں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ اگرچہ یہ امر محال تو نہیں ہے لیکن بعید نظر آتا ہے۔

دوسری طرف علامہ مجلسی نے امالی صدوق سے اس مضمون کی روایت نقل کی ہے:

حضرت خدیجہ نے رسول اللہؐ سے شادی کی تو مکہ کی عورتوں نے حضرت خدیجہؑ سے دوری اختیار کر لی۔ ان کے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا نہ ان سے ملتیں اور نہ ہی انھیں سلام کرتیں اور نہ ہی کسی عورت کو ان کے پاس جانے دیتیں۔ چنانچہ جب زہراؑ کی ولادت قریب ہوئی تو حضرت خدیجہؑ نے قریش اور بنی ہاشم کی عورتوں کو مدد کے لئے بلایا، لیکن انھوں نے صاف جواب دے دیا اور کہا: تم نے ہماری نصیحت پر عمل نہیں کیا اور ابوطالب کے یتیم بھتیجے سے شادی کر لی۔ ۲۸

اس روایت کو اگر اسی طرح قبول کر لیا جائے اور جناب زہراؑ کی ولادت کو بعثت کے پانچویں سال مانا جائے تو اس وقت حضرت خدیجہؑ کی آنحضرتؐ سے شادی اور حضرت زہراؑ کی ولادت میں بیس سال کا وقفہ بنتا ہے۔

ان بیس سالوں میں ملامت کرنے والی عورتوں میں کچھ مر کھپ گئی ہوں گی۔ جو جوان تھیں وہ بوڑھی ہو چکی ہوں گی اور نابالغ لڑکیاں جوان ہو گئی ہوں گی اور تمام تر صورتحال بدل چکی ہو گی۔ اب حضرت محمدؐ ابوطالب کے یتیم بھتیجے نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے پیغمبر ہیں لوگوں کا ایک گروہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان کا دل و جان سے گرویدہ اور ان کا پیروکار ہے قریش کے مردوں کی یہ آرزو ہے کہ آپؐ ان سے مدد طلب کریں اور وہ اس امداد طلبی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اپنے تئیں اسے موافقت اور رفع اختلاف کا مقدمہ قرار دیں۔

ان حالات میں ہوسکتا ہے قریش کی عورتیں جن کے شوہر رسول اکرمؐ کے دشمن ہیں حضرت خدیجہؑ کی بات ٹھکرا دیں، لیکن بنی ہاشم کی عورتیں کیوں مثبت جواب نہ دیں؟ اور اصولی طور پر حضرت خدیجہؑ کو اس وقت کافر اور قریش کی بت پرست عورتوں کی مدد کی کیا ضرورت تھی؟ کیا مسلمان عورتیں اس کام میں ان کی مدد نہیں کرسکتی تھیں۔ یہاں پر یہ بات کہنا مناسب ہے کہ ان راویوں کی روایت پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا جو صرف اپنے حافظے پر اعتماد کرتے ہوئے روایت نقل کریں۔

کشف الغمہ میں ایک اور روایت نقل ہوئی ہے:

حضرت فاطمہؑ بعثت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور یہ وہ سال تھا جب قریش نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا۔[۲۹]

ہمیں یوں لگتا ہے کہ سب سے پہلے راوی یا بعد والے راویوں میں سے کسی ایک نے روایت نقل کرنے میں غلطی کی ہے اور اس کے ذہن میں بعثت سے پہلے کی بجائے بعثت کے بعد کا لفظ یاد رہ گیا اور اس نے پھر یونہی آگے نقل کردیا۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کی تعمیر نو بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی ہے۔ بالفرض اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اس تاریخ کے بعد بھی خانہ کعبہ کی کئی دفعہ تعمیر ہوئی ہے (جیسا کہ بعض متاخرین نے اس کا احتمال بتایا ہے) یہ مسلّم ہے کہ قبائل کے درمیان وہ جھگڑا دوبارہ پیش نہیں آیا ہوگا اور اگر یہ واقعہ بھی تکرار ہوا ہو تو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ انھوں نے ثالثی کے لئے رسول خداؐ کو ہرگز قبول نہیں کیا ہوگا اور اگر خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے ساتھ یہ تمام واقعات وقوع پذیر نہ ہوئے ہوں تو پھر اس کی اس حد تک اہمیت نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہتی کہ یہ مبدائے تاریخ قرار پائے۔ بہرحال جو چیز مسلم ہے وہ یہ ہے کہ حضرت زہراؑ کی ولادت اور خانہ کعبہ کی تعمیر نو ایک ہی سال میں ہوئی ہے اوراس کا ذکر شیعہ وسنی دونوں کی چندروایات میں موجود ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ان روایات کے بارے میں بحث کا فائدہ سوائے تاریخ کے تعین کے اورکوئی نہیں ہے رسول خداؐ کی بیٹی بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوں یا پانچ سال بعد، نوسال کی عمر میں ان کی شادی ہوئی یا اٹھارہ سال میں، اٹھارہ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئی ہوں یا اٹھائیس سال کی عمر میں وہ نبی آخرالزمانؐ کی دختر، ایک تربیت یافتہ خاتون کا کامل نمونہ اوراعلیٰ اخلاق اسلامی کے زیور سے آراستہ ہیں۔ ان کی زندگی سے ہرمسلمان مرداورعورت کوجودرس لینا چاہئے وہ ان کے تقویٰ، پارسائی، پرہیزگاری، بردباری، فضیلت، خداپرایمان، خوف الٰہی اوردوسری اعلیٰ انسانی اقدار کا درس ہے۔ وہ سب اعلیٰ صفات کی مالک تھیں ان صفات کا ذکر ہم آگے چل کرکریں گے۔ اس بحث کوہم نے اس لئے تفصیل سے بیان کیا تا کہ مؤرخین اورمحدثین کی سنت کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

حوالہ جات:

۱۔ حدیث نبوی۔ سفینۃ البحار، ج۱، ص۳۱۱ ''خدیجہ کی طرح (بیوی) کہاں ہے؟ اس نے میری (باتوں کی) اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔''

۲۔ اس جنگ کو جنگ فجاراس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حرام مہینوں میں واقع ہوئی بعض کا قول یہ ہے کہ اس وجہ سے یہ نام دیا گیا کیونکہ اس جنگ میں کچھ حرام چیزوں کوحلال قرار دے دیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں: سیرت ابن ہشام ص ۲۰۱ ج ۱۔ مجمع الامثال میدانی، فصل ایام العرب، نیز اقرب الموارد۔ ابن اثیر ج ۱ ص ۵۹۳، انساب الاشراف بلاذری ص ۱۰۲ طبع دارالمعارف۔ لیکن ابن سعد نبی کریمؐ کی حضرت خدیجہ سے شادی کے دن کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: یہ جولکھا گیا ہے کہ ''حضرت خدیجہ نے اپنے والد کومشروب پلا کرانھیں طبیعی حالت سے خارج کردیا'' درست نہیں ہے اوراس کی اسناد بالکل غلط ہیں۔ جو کچھ اہل علم سے ہم تک پہنچا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اوران کی اسناد بھی درست ہیں یہ ہے کہ خویلد جنگ فجار سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے(طبقات ص ۸۵ ج ۱)
لیکن تفسیر میدانی نے ''یوم شمطہ'' کا ترجمہ ''بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے مابین جنگ کا'' کیا ہے(مجمع الامثال)
جنگ فجار میں ایک طرف قریش اور دوسری طرف کنانہ تھا اور اس حوالے سے ''تفسیر میدانی'' دقت نظر
اور باریک بینی سے محروم ہے اسی طرح خدیجہ کے نکاح کے دن خویلد کے مست ہونے اور اس شادی پر راضی
ہونے کا جو واقعہ بعض لوگوں نے نقل کیا ہے وہ بھی بے بنیاد ہے۔جیسا کہ اکثر اہل سنت کی روایات اور شیعی
ماخذ میں ہم پڑھتے ہیں،اس خواستگاری میں حضرت خدیجہ کے چچا عمرو ابن اسد اور ورقہ بن نوفل موجود تھے
اور ظاہراً خویلد اس تاریخ کو زندہ ہی نہیں تھے۔

۳۔عقاد فاطمۃ الزہراء ص ۱۰۔عقاد نے اپنی سند کا ذکر نہیں کیا ہے۔یمن کے بادشاہوں کا عام لقب ''تبع'' ہے
اگر یہ داستان درست ہو تو یہ شخص تبع الاصغر حسان تھے لیکن مؤرخین نے چند بادشاہان یمن ''تبع'' کی داستانوں
کو غلط کر دیا ہے(تاریخ یعقوبی،حبیب السیر ،مجمل التواریخ والقصص اور تاریخ گزیدہ کی طرف رجوع
کیجئے)جہاں تک مؤلف نے تحقیق کی ہے اس تبع نے ایک خواب دیکھنے کے بعد خانہ کعبہ کا احترام کیا اور اسے
غلاف پہنا دیا کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے کعبہ کو غلاف پہنایا جو داستان محمد ابن اسحاق سے نقل
کرتے ہوئے سیرت ہشام میں لکھی گئی ہے اور یاقوت نے بھی اس کا کچھ حصہ لفظ کعبہ کی تشریح میں بیان کیا
ہے،ایسا لگتا ہے کہ بے بنیاد ہے واللہ العالم(سفینۃ البحار ج ۲ ص ۶۴۳ کی طرف رجوع فرمائیں)

۴۔بلاذری انساب الاشراف۔ص ۳۹۰

۵۔ابن سعد،طبقات ج ۸،ص ۸۔بعض ماخذ نے ان کی عتیق سے پہلے ابو ہالہ سے شادی کا ذکر کیا ہے(مقاتل
الطالبین ص ۴۸۔کشف الغمہ ج ۱ ص ۵۱۱)اس شہرت کے مقابلے میں ابن شہر آشوب نے مناقب
اور سید مرتضیٰ نے شافی میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ پیغمبر اسلام(ص)سے شادی کے موقع پر کنواری تھیں
اور جس کی شادی ابو ہالہ سے ہوئی تھی وہ خدیجہ کی بہن تھیں۔ابن شہر آشوب نے اپنے متعدد ماخذ میں
احمد بلاذری کی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے(مناقب ج ۱ ص ۱۵۹)قاعدتاً احمد بلاذری کو 'انساب الاشراف'
کا مؤلف احمد ابن یحیی ہونا چاہئے اور اگر ایسا ہے تو وہ امام حسنؑ کا ایک جملہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''میں
نے اپنے ماموں ہند ابن ابی ہالہ سے پوچھا۔''اور اس جملے کی تفسیر میں وہ کہتا ہے کہ چونکہ خدیجہ بنت خویلد پہلے
ابو ہالہ اسدی کی بیوی تھیں(انساب الاشراف ص ۳۹۰)اور اسی طرح کتاب کے صفحہ ۴۰۶ پر یوں نقل کیا گیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے کہ خدیجہ نبی کریم (ص) سے نکاح سے پہلے ابو ہالہ ابن نباش کی زوجہ تھیں۔

٦۔ابن سعد طبقات، ج ٨،ص ١٠۔کشف الغمہ ج ا ص ٥١٣

٧۔بخاری، ج ٥،ص ٤٧، ٤٨ رجوع کیجئے اعلام النساء ج ا،ص ٣٣٠

٨۔طبقات ابن سعد ج ٨ ص ١١

٩۔تاریخ طبری ج ١٣ص ٢٤٣٤ نیز ج ٤ ص ١٨٦٩

١٠۔بلاذری انساب الاشراف ص ٤٠٢

١١۔ابن اثیر کامل ج ٢ص ٣٤١

١٢۔مقاتل الطالبین ص ٤٨

١٣۔نقل از مجلسی بحار الانوار ص ٢١٤

١٤۔استیعاب ص ٧٥٠

١٥۔انساب الاشراف ص ٤٠٣

١٦۔تاریخ طبری ج ٤ص ١٨٦٩

١٧۔یعقوبی ص ٩٥ ج ٢

١٨۔اصول کافی ص ٤٥٨ ج ا

١٩۔مناقب ج ٣ص ٣٥٧

٢٠۔کشف الغمہ ج ا ص ٤٤٩

٢١۔الامامہ ج ٤٣ص ٧

٢٢۔مصباح المتہجد ص ٥٦١

٢٣۔بحار ج ٤٣ص ١٥ از علل الشرائع

٢٤۔الکامل،ص ٥١ ج ٢

٢٥۔منتھی الآمال ص ٣٧ ج ٢

٢٦۔انساب الاشراف ص ١٢٥ و مآخذ دیگر

٢٧۔انساب الاشراف ص ٤٢٤۔مغازی ص ٣٤٩

٢٨۔امالی صدوق از مجلسی ج ٤٣ص ٦

٢٩۔کشف الغمہ ج ا ص ٤٤٩۔بحار ج ٤٣ص ٧۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فُطِمَتْ فَاطِمَةُ مِنَ الشَّرِ

سیرت نگاروں اور محدثین نے دختر رسولؐ کے چند القابات ذکر کیے ہیں: زہرا، صدیقہ، طاہرہ راضیہ، مرضیہ، مبارکہ، بتول اور دوسرے القابات۔ ان میں سے لقب زہرا زیادہ مشہور ہے اور کبھی کبھی ان کے نام کے ساتھ آتا ہے۔یعنی فاطمہ زہرا یا عربی ترکیب فاطمۃ الزھراء۔ عرف عام میں ان کے نام کی بجائے بیشتر زہرا استعمال ہوتا ہے۔لغت کے اعتبار سے زہرا کا لفظ درخشندہ، روشن اور اس کے مترادف معنوں کا حامل ہے۔ یہ لقب ہر لحاظ سے اس بانو کے شایان شان ہے وہ مسلمان خاتون کا درخشندہ چہرہ، معرفت کی تابندہ روشنی، پرہیزگاری اور خداپرستی کا روشن نمونہ ہیں۔ یہ درخشندگی کسی خاص لمحے یا معین دن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جس دن انھوں نے اپنا فرض نبھایا، اس دن سے لے کر آج تک وہ اسلامی تربیت کی پیشانی پر گوہر کی مانند درخشندہ ہیں۔

ان میں سے بعض القاب اور ان کے اسباب ووجوہات کے حوالے سے محدثین نے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ان سب کے ذکر کرنے سے گفتگو طویل ہوجائے گی مجموعی طور پر ان روایات سے حضرت فاطمہؑ کے باپ اور شوہر کی نظر میں ان کے بلند مقام ومرتبے اور ان کی عظمت کو سمجھا جاسکتا ہے۔اسی طرح اسلام میں اور مسلمانوں کے درمیان ان کی قدر ومنزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے تمام اسلامی مذاہب کے پیروکار معترف ہیں۔یہی وجہ ہے کہ شیعہ کتب میں اکثر اور اہل سنت کی معتبر کتابوں میں کبھی کبھار حضرت فاطمہ(س) کی فضیلت پر علیحدہ کتاب دیکھنے کو مل جاتی ہے یا ان کتابوں میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فضائل کے بارے میں روایات پر مشتمل جداگانہ ابواب ذکر کئے جاتے ہیں۔

ان کا اسم گرامی فاطمہؑ ہے۔ فاطمہ ''فطم'' کے مصدر سے اسم صفت ہے اور فطم عربی لغت میں کاٹنے، قطع کرنے اور جدا ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ اس صیغے کا جو کہ فاعل کے وزن پر مفعولی معنی دیتا ہے۔ یہاں پر معنی کٹا ہوا اور جدا شدہ ہیں۔

فاطمہ کس چیز سے علیحدہ اور جدا ہے؟ شیعہ اور سنی کتب میں پیغمبر اسلامؐ کی ایک حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ان کا نام فاطمہ رکھا گیا چونکہ وہ اور ان کے شیعہ دوزخ کی آگ سے جدا ہیں۲ علامہ مجلسی نے ایک روایت عیون اخبار الرضا سے نقل کی ہے۔ عیون اخبار الرضا کے راوی نے اپنی اسناد کے ساتھ اسے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام اور محمد بن علی علیہما السلام سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے مامون سے اور مامون نے ہارون سے، اس نے مہدی سے اور مہدی نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ فاطمہ (س) کو فاطمہؑ کیوں کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: نہیں! ابن عباس نے بتایا کہ کیونکہ وہ اور ان کے شیعہ دوزخ میں نہیں جائیں گے۔۳ فتال نیشاپوری نے امام صادقؑ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ فاطمہؑ چونکہ برائیوں اور بدیوں سے دور اور جدا ہیں اس لئے انھیں فاطمہ کہا جاتا ہے۔۴ اسی قسم کے مفہوم پر مشتمل دوسری احادیث بھی منقول ہوئی ہیں۔ اسی طرح اس کے صیغہ اسم صفت کے مذکورہ معانی کے علاوہ اور معانی بھی بیان ہوئے ہیں۔۵

ظہور اسلام سے پہلے دو یا تین عورتوں کے نام فاطمہ تھے۔ جو اسلام میں فواطم کے نام سے مشہور ہیں جیسے اسد بن ہاشم کی بیٹی فاطمہ، عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی فاطمہ۶ اور عمر بن عائذ کی بیٹی فاطمہ۔۷

حضرت زہراؑ کی پرورش نبوت کے گھر میں اپنے باپ رسول خداؐ کی آغوش میں ہوئی۔ وہ اس گھر میں پروان چڑھیں جو فرشتوں کی آماجگاہ اور مرکز نزول وحی و آیات قرآن تھا۔ وہ جگہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جہاں مسلمانوں کا اولین گروہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لایا اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہا۔ان کے دلوں کو اللہ نے آزمایا اور قرآن میں ان کی مدح فرمائی۔دینی تعلیم وتربیت حضرت زہراؑ نے حضرت محمدؐ جیسے معلم سے حاصل کی ، جو معلم انسانیت تھے۔جب تک دین باقی ہے، دین ودانش کا چراغ آپؐ کے دم سے روشن وتابندہ رہے گا۔

یہ چھوٹی سی بچی ان مسلمانوں کو دیکھتی کہ وہ آیات قرآن کی تعلیم لینے اوراللہ کی عبادت وبندگی کے احکام سیکھنے روزانہ کس شوق اور گرمجوشی کے ساتھ ان کے بابا کے پاس آتے ہیں۔یہ وہ گھر تھا جس سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔جہاں پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی ابتدا ہوئی اور ہر روز وشب، خاص اوقات میں وحدہ لاشریک کی بزرگی کا ذکر شروع ہوا۔ان ایام میں پورے عرب بلکہ پورے جہان میں صرف ایک ہی گھر تھا جہاں سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی تھی۔مکہ میں فاطمہ(س) ہی چھوٹی لڑکی تھیں جو اپنے اردگرد اس جوش وجذبے کا مشاہدہ کرتیں۔اس آسمانی آواز نے اوران بے مثال اعمال عبادت نے اس کمسن بچی کی روح پر جو اثرات مرتب کئے یہ کئی سالوں بعد آشکار ہوئے۔

وہ گھر میں اکیلی تھیں اورانھوں نے اپنا بچپن تنہائی میں گزارا۔ان کی دوبہنیں رقیہ اور ام کلثوم[۸] ان سے چندسال بڑی تھیں۔

گھر میں ان کے ساتھ کھیلنے کے لئے کوئی ہمجولی نہ تھی۔شاید ان کی تنہائی بھی ان عوامل میں سے ایک عامل ہو، جس کی وجہ سے بچپن ہی میں ان کی تمام تر توجہ جسمانی ریاضت وعبادت اورروحانی تعلیم وتربیت کی طرف مرکوز ہوگئی۔اللّٰہ اکبر کی تعلیم پھر **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ** کا درس،آہستہ آہستہ دوسری آیات نازل ہوئیں اوردروس میں وسعت آتی گئی۔ قرآنی اخلاق کے درس اورانسانی عادات واطواراوراقدار کے حصول کی تعلیمات اور یہ کہ تمام لوگ اللہ اوراس کے قانون کے سامنے برابر ہیں۔کسی کو دوسرے پرکوئی برتری حاصل نہیں،خدا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے حضور آقا اور غلام مساوی ہیں تمہارا فرض ہے کہ غلاموں، قیدیوں، غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ مہربانی کرو اور ان سے خوش اسلوبی سے پیش آؤ اپنی لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح سمجھو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش مت آؤ ان تعلیمات کے نازل ہونے اور انھیں مسلمانوں کے سکھانے اور مسلمانوں کے ان تعلیمات کے حصول میں جوش و جذبے کے ساتھ ساتھ حضرت زہراؑ نے اپنے باپ کے ساتھ رشتہ داروں اور مکہ والوں کی دشمنی کو بھی دیکھا۔ وہ لوگ ان باتوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان احکامات اور تعلیمات سے لوگ آگاہ ہوں، جو اس سے پہلے سنی، نہ دیکھی گئی تھیں ان تعلیمات کے پھیلنے نے ان کی زندگیوں کو درہم برہم کر دیا تھا۔ انھوں نے اپنے ڈر اور خوف کو چھپانے اور اپنے خیال میں ان تعلیمات کے اثرات زائل کرنے کے لئے آپؐ پر تہمتیں لگائیں کہ آپؐ جادوگر ہیں، دیوانے ہیں۔ کہاں ابوطالب کا یتیم بھتیجا اور کہاں پیغمبری؟ یہ وحی مکے اور یثرب کے کسی بڑے امیر آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوئی وغیرہ[9] انھوں نے کہا کہ کہیں یہ معاملہ ہمارے ہاتھوں سے نکل نہ جائے، لہٰذا اس کے لئے کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ لیکن اگر انھیں قتل کریں تو ابوطالب اور بنی ہاشم سے جنگ کرنا ہوگی اس لئے بہتر یہی ہے کہ ان کے پیروکاروں کو منتشر کر دیا جائے اور اگر وہ زبان سے نہ سمجھیں اور اسے نہ چھوڑیں تو پھر ڈنڈے کے زور سے انھیں دور کیا جائے۔

جھوٹے آدمی کے پاس کون سا ہتھیار ہوتا ہے؟ دشنام، گالی، لڑائی، جھگڑا اور اگر ممکن ہو تو قتل۔ چھوٹے شہر میں خبریں بڑی تیزی سے پھیلتی ہیں۔ خاتون جنتؑ کے بابا کا گھر ان دنوں ایسے واقعات اور خبروں کا مرکز تھا: آج بلال کو شکنجے دیئے گئے، آج عمار کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا، آج عمار کی ماں کو شہید کر دیا گیا۔ آج آپؐ کے چچا ابولہب نے یہ کہا اور ابوجہل نے یہ بکواس کی۔ روزانہ اسی قسم کی بری اور روح فرسا خبریں آتیں۔ یہاں تک کہ ایک دن انھوں نے سنا کہ باباؑ نے اپنے پیروکاروں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ ان کے والد گرامی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسلمانوں پر ظلم وستم اور مصائب دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے تھے آخران لوگوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں کیوں جھیلیں؟ اوراس جگہ کی طرف کیوں جائیں جس کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے؟ اس سے پناہ طلب کریں، جسے نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اس کا طرز عمل کیسا ہے؟ ان کے بابا نے انھیں بتایا کہ نجاشی اپنے پاس پناہ لینے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے لیکن۔ انھوں نے کون سا جرم کیا ہے کہ وہ اس کے پاس جا کر پناہ مانگیں؟ وہ کیوں غریب الوطنی کا غم سہیں؟ کیا حقیقت میں ، خانہ کعبہ کے اندر خدا کے نام پر لکڑی اور پتھروں کے بتوں کی اتنی قدر ومنزلت ہے؟ کیا قریش کے بزرگ لوگ نہیں جانتے کہ انسانوں کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے یہ بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان؟ یہ بات نہیں۔ یہ لوگ ایک اور چیز سے خوفزدہ ہیں اور وہ ایسے نقصانات ہیں جو محمدؐ کی دعوت کے پھیلنے سے انھیں لاحق ہوں گے:

﴿ الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّ عَدَّدَهٗ O یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ O كَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ﴾ ۱۰

وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گنتا رہا۔وہ خیال کرتا ہے کہ اسکا مال اسے ہمیشہ باقی رکھے گا۔نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے یہ مال اسے دوزخ کی آگ میں پھینک دیگا۔

جی ہاں! جنگ شروع ہو چکی ہے کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ مخلوق کی اطاعت سے خالق کی اطاعت کی طرف لوٹ آئیں۔غلامی کا طوق گردنوں سے اتار پھینکیں اور آزاد ہو جائیں۔اسی کی خاطر وہ ان تمام مصائب وآلام کو اپنی جان کے بدلے خرید رہے ہیں۔لیکن خدا کی اطاعت وبندگی چھوڑ کر شیطان کی بندگی کو ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔جبکہ ان کا مخالف گروہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ اسی طرح ان کی خدمت گزاری میں لگے رہیں اور ان کے مال ودولت میں اضافے کا سبب بنتے رہیں۔ان تمام واقعات میں سے ہر ایک کا اپنے لحاظ سے حضرت زہراؑ کے ظاہراً چھوٹے لیکن معنوی اعتبار سے بڑے دل پر اثر ہوا۔ہر واقعہ نے انھیں ایک درس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور پیغام دیا۔استقامت اور ثابت قدمی کا درس دیا۔وہ لوگ جو اللہ کی حکومت کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں اور اپنے قول پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ۔ااِاس جہان میں روحانی اطمینان وسکون اور اگلے جہان میں بہشت جاوداں اس شخص کے نصیب میں ہے جو مصائب ومشکلات میں پامردی اور استقامت دکھائے اور شیطانی مکروحیلوں سے نہ گھبرائے۔ یہ وہ سبق تھے۔ جو مسلمانوں کو سکھائے جاتے تھے۔حضرت فاطمہؑ کا اس ہستی کے ساتھ بلاواسطہ تعلق تھا جن کے قلب مقدس پر یہ الٰہی احکامات اور تعلیمات نازل ہوتی تھیں۔ لہذا وہ آپؐ سے ان کی علیحدہ تعلیم حاصل کرتی تھیں۔حضرت زہراؑ کو یکے بعد دیگرے ان تمام آزمائشوں سے گزرنا تھا کیونکہ لوہے کو جتنا زیادہ پگھلایا جائے اتنا زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے۔لیکن یہ آزمائشیں نہ ختم ہونے والی ہیں۔ ہر روز نیا امتحان اور ہر شب نئی مشکل۔

آزمائش ومشکلات کی گھڑیاں یکے بعد دیگرے گزرتی گئیں۔ ہر آزمائش پہلی سے سخت اور تلخ تھی۔آزمائشوں اور ابتلاء کا سلسلہ لگا تار ،دشوار تر اور دردناک تر ہوتا گیا۔ دھمکیوں ، دشمنیوں،تکلیفوں، بھوک اور زندگی کی سختیوں کی تمام بھٹیوں سے گزارا گیا۔

ایک دن انھوں نے سنا کہ ان کے بابا جان پر اونٹ کی غلاظت پھینکی گئی ہے اور آپؐ کے لباس مبارک کو گندگی سے آلودہ کر دیا گیا ہے۔وہ فوراًا پنے والد گرامی کی خدمت میں پہنچتی ہیں اور اپنے بابا کا لباس صاف اور پاک کرتی ہیں دوسرے دن انھیں یہ خبر ملی کہ ان کے بابا کے پاؤں کو پتھر مار کر زخمی کر دیا ہے۔ان تمام زیادتیوں کا جیسا کہ دشمن چاہتے تھے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔نہ حضور اکرمؐ اپنی دعوت تبلیغ سے دستبردار ہوتے ہیں اور نہ آپ کے اصحاب آپؐ کا ساتھ چھوڑتے ہیں۔

کچھ مدت کے بعد شکست خوردہ اور غم وغصے سے بھرے قریش ایک زیادہ سخت فیصلہ کرتے ہیں اور وہ فیصلہ بنی ہاشم کے اقتصادی ومعاشرتی بائیکاٹ کا تھا کہ ان کا معاشی اور معاشرتی طور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر محاصرہ کیا جائے بھوک اور لوگوں سے قطع تعلق انھیں اچھا سبق سکھائے گا اگر یہ کچھ مدت تک اسی حالت میں رہے تو اکتا جائیں گے اور آخر کار تنگ آ کر اپنے آرام وسکون کی خاطر ہی سہی، محمدؐ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں گے۔ اس وقت محمدؐ کے سامنے دو راستے ہوں گے یا اپنے مشن سے ہاتھ اٹھالیں گے یا قریش کے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے۔ مکہ سے کچھ فاصلے پر موجود شعب ابی طالب کا شہر بدر کئے جانے والے افراد کے لئے انتخاب کیا گیا ان کے ساتھ خرید وفروخت اور ملنا جلنا سب بند کر دیا گیا۔ ان تک غذا، خوراک اور لباس پہنچانے کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ بنی ہاشم کتنی مدت تک اس وحشت ناک گھاٹی میں رہے؟ یہ صحیح طور پر معلوم نہیں۔ ابن ہشام نے یہ مدت دو یا تین سال لکھی ہے۔ ۱۲ اس دوران حضرت زہراؑ پر کیا گزری؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس زندگی کا زیادہ تر بھاری بوجھ ان کے کندھوں پر تھا۔ لیکن ان سب تکلیفوں سے زیادہ سخت اور دردناک غم عزیزوں کی وفات کا تھا۔

حضرت خدیجہؑ اور حضرت ابوطالبؑ کی وفات:

تقدیر الٰہی تھی کہ اسلام کی پہلی مسلمان خاتون اور ایثار وقربانی کا مجسمہ جناب خدیجہ کبریٰؑ اور حضرت ابوطالبؑ کی وفات تھوڑے وقفے کے ساتھ ایک ہی سال میں ہوئی ۱۳ فاطمہ زہراؑ نے قرآن سے درس سیکھا تھا۔ انھیں اس آزمائش سے بھی گزرنا تھا۔ اپنے عزیزوں کی جدائی ان کے لئے ایک اور امتحان تھا انھیں ان مشکلات وتکالیف کو برداشت کرنا اور اپنے رب کی بشارت کا انتظار کرنا تھا۔ ۱۴ پہلی آزمائش جسمانی تھی لیکن یہ روحانی طاقت کا امتحان ہے۔ حضرت خدیجہ گھر میں ان کے باپ کی غمخوار تھیں اور حضرت ابوطالب گھر سے باہر دشمنوں کے مقابلے میں آپؐ کی حمایت کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب کے ہوتے ہوئے مشرکین مکہ آپؐ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے۔ کیونکہ ان کا خاندان (قبیلہ بنی ہاشم) بہت بڑا تھا اگرچہ ان کے پاس بنی زہرہ یا بنی مخزوم یا بنی حرب جیسی دولت اور طاقت تو نہ تھی، لیکن شرافت وبزرگواری میں کوئی قبیلہ ان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ہم پلہ نہ تھا۔ مکے کے سرداراور مالدار لوگ یہ جانتے تھے کہ اگر وہ محمدؐ کی جان کے درپے ہوں تو بنی ہاشم خاموش نہیں بیٹھیں گے اور چہ بسا دوسرے قبائل اور گروہ بھی ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں انھوں نے مجبوراً اپنے سینوں کے اندر بغض وکینے کی آگ کو انھیں آزار وتکلیف دے کر ٹھنڈا کیا۔ دشنام، تمسخر، گالی گلوچ، طعنہ زنی، منہ چڑھانے، پتھر مارنے اور تہمتیں لگانے کے حربے وہ بزدل استعمال کرتے تھے۔ تقدیر کا لکھا تھا کہ ان سب چیزوں کو فاطمہ زہراؑ دیکھیں اور یہ تمام مصائب ومشکلات جھیلنے کے بعد یہ دوصدمے بھی برداشت کریں۔

اب جناب فاطمہؑ اس گھر کی لڑکی نہیں ہے۔ وہ اب عبداللہ، عبدالمطلب ، ابوطالب اور خدیجہ کی جانشین ہے۔ ام ابیھا (اپنے باپ کی ماں)! کیسی مناسب کنیت ہے۔ اب انھیں اپنی ماں والے فرائض ادا کرنا ہیں وہ اپنے باپ کے لئے بیٹی کا کردار بھی ادا کرے گی اور ماں کے فرائض بھی انجام دے گی۔

اگر ہم یہ بات قبول کریں کہ حضرت زہراؑ کی ولادت بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی ہے تو اس صورتحال میں ان کے اسی ماں والے کردار کی وجہ سے سترہ سال تک ان کی شادی نہ ہوسکی یا انھوں نے نہ کرنا چاہی۔ وہ اپنے باپ کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ جس قدر ہوسکے گھر کے اندر رسول اکرمؐ کو آرام وسکون پہنچائیں۔ کیونکہ اب پیغمبر اکرمؐ کے پاس خدیجہ جیسی ہمدرد اور غمخوار ہستی نہیں ہے اور نہ ابوطالب جیسا حمایت کرنے والا سرپرست ہے۔ اب مشرکین کی دشمنی شدت اختیار کرگئی ہے۔ انھیں دلجوئی کی ضرورت ہے اور رسول خداؐ بھی اس ایثار وفداکاری کے جذبے کو دیکھتے ہوئے محبت ومہربانی کے ساتھ اپنی رضا وخوشنودی کا اظہار فرماتے ان واقعات کے کئی سالوں بعد جب حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ وہ جنگ جمل میں کیوں آئیں تو انھوں نے کہا کہ اس داستان کو نہ دہرایئے گا۔ ۱۵ انھوں نے کہا کہ میں نے فاطمہ (س) کے بابا کے سوا فاطمہ (س) سے زیادہ کسی کو سچا نہیں پایا۔ ۱۶ ممکن ہے ان افراد کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذہنوں میں جنھوں نے پیغمبر اکرمؐ اوران کے اہل بیتؑ کی سیرت کا دقیق مطالعہ اور تحقیق نہیں کی یا جنھوں نے شریعت محمدیؐ اور اسلام کی روح کو جیسا کہ چاہئے تھا۔لمس نہیں کیا، یہ بات آئے کہ یہ محبت انسانی جبلت کے تحت ہر باپ کی اپنی اولاد سے محبت کی طرح ہے۔ایک لحاظ سے ان کا خیال شاید صحیح ہو کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ فاطمہ زہراؑ سے رسالتمآبؐ کی محبت شفقت پدری کے جذبے سے خالی تھی کیونکہ حضرت محمدؐ باپ تھے اور حضرت فاطمہؑ ان کی بیٹی تھیں، لہٰذا باپ بیٹی کا رشتہ موجود تھا۔لیکن مذکورہ روایت اور تھوڑے بہت الفاظ کے اختلاف کیساتھ حضورؐ سے منقول دیگر روایات ایک اور حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں ۔یہ پیغمبر اکرمؐ کے دور اور بعد کے اکابرین اسلام کی نگاہوں میں جناب زہراؑ کی عظمت و بزرگی ہے۔جناب فاطمہؑ کو یہ مقام ومرتبہ صرف اسوجہ سے نہیں ملا کہ وہ رسول اللہؐ کی بیٹی ہیں۔جس چیز نے انہیں اس بلندی تک پہنچایا وہ ان کا ایثار، پارسائی، زہد، دانش اور دیگر انسانی ملکات ہیں جو ان میں حدکمال کو پہنچے ہوئے تھے۔تمام شیعہ وسنی مؤرخین نے انکے فضائل اور امتیاز کو اپنی معتبر کتب میں بیان کیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ آپ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جو نا قابل قبول ہے وہ کہتے ہیں:

’’فاطمہؑ کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔‘‘ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

’’کیا تمہاری کتابوں میں یہ حدیث موجود نہیں ہے کہ بندۂ مومن کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے؟‘‘

انھوں نے جواب دیا:’’کیوں نہیں۔‘‘

امامؑ نے فرمایا:

’’پس تمہیں اس بات پر کیوں اعتبار نہیں آتا کہ فاطمہؑ ایک باایمان خاتون ہوں اوران کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ناراض ہونے سے خدا بھی ناراض ہوجائے۔''۱۸؎

حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالب کی وفات نے رسول اکرمؐ کو بھی سخت رنجیدہ اور غمزدہ کردیا۔ آپؐ اپنے آپ کو تنہا اور کسی غمخوار اور پشت پناہ کے بغیر محسوس کررہے تھے۔ لیکن ان تمام حالات میں خدا آپؐ کا مددگار تھا اور اللہ کی بندگی کی دعوت آپ کا شعار تھا آپؐ نے طائف کا سفر اختیار کیا اس امید پر کہ اس شہر کے طاقتور قبیلے ثقیف کے افراد میں سے شاید کسی کو الٰہی دین میں داخل کرسکیں لیکن وہاں کے سرداروں اور دیگر لوگوں نے نہ صرف آپؐ سے برا سلوک کیا بلکہ آپؐ کو اتنی تکلیف دی اور اتنا ستایا کہ آپؐ لہولہان ہوگئے۔

الٰہی دین کی اس شمع کو بجھانے کے لئے اہل مکہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اس سے انھیں کچھ حاصل نہ ہوا ہر روز صدائے اسلام میں قوت آتی گئی اور روز نئے نئے افراد کے کانوں تک اس کی گونج سنائی دینے لگی، مشرکین قریش کا آخری حربہ یعنی معاشی بائیکاٹ بھی ناکام ہوگیا۔ یہاں تک کہ قوم کے لیڈروں نے خود یہ معاہدہ توڑ دیا۔ اب انھوں نے ایک اور فیصلہ کیا اب جبکہ مکہ میں محمدؐ کا کوئی حامی و ناصر، یعنی حضرت ابوطالب نہیں ہیں۔ لہٰذا اب ان کا خاتمہ کردیا جائے۔ البتہ ان کے قتل میں سب قبائل شریک ہوں تاکہ بنی ہاشم ان کا انتقام اور قصاص کسی سے نہ لے سکیں لیکن شیطانی مکروفریب کو تقدیر الٰہی کے سامنے دوام نہیں ہے ان کی سازش سے کچھ عرصہ پہلے دعوت اسلام کا مرکز مکہ سے پانچ سو کلومیٹر دور شہر یثرب میں منتقل ہوچکا تھا یا اس سے بہتر الفاظ میں یوں کہیں کہ اسلام کی دعوت و اشاعت کے لئے ایک جدید مرکز کھل گیا تھا۔ فاطمہ زہراؑ کے بابا کے اصحاب ایک ایک کرکے یا گروہ کی شکل میں اپنے گھر بار چھوڑ کر یثرب کی طرف ہجرت کررہے تھے یثرب کے لوگوں نے، جنھیں اس کے بعد تاریخ اسلام میں ''انصار'' کا لقب دیا گیا، ان ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا نہایت پرتپاک استقبال کیا اور ان کی ہر ضرورت کو پورا کیا یہاں تک کہ اپنے آپ پر انھیں ترجیح دی۔ جس رات قریش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے اپنی سازش کوعملی جامہ پہنانے کا منصوبہ بنایا کہ پیغمبراسلامؐ کوتمام قبائل پر مشتمل گروہ قتل کردے،آنحضرتؐ نے اپنے بستر پرحضرت علیؑ کوسلا دیا اورخود حضرت ابوبکر کے ساتھ یثرب کا سفراختیار کیا۔یہ وہی عظیم واقعہ ہے جو چند سالوں بعد مسلمانوں کی تاریخ کا مبداءقرار پایا اورآج تک ''تاریخ ہجری'' کے نام سے رائج ہے۔

مدینے میں آہستہ آہستہ تمام امور سنبھلنے لگے۔ایک مسجد بن گئی مہاجرین اپنے نئے گھروں میں آباد ہوگئے۔آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کوہجرت کا حکم دیا۔بلاذری لکھتے ہیں: زید بن حارثہ اورابورافع سیدہ فاطمہؑ کولے آئے۔ ۱۹ لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کوفاطمہؑ کے لانے پر مامور کیا گیا تھا۲۰ بہرحال سیدہ زہراؑ اپنے لانے والے کے ساتھ اپنی سواری پرسوار ہوئیں ۔قافلے نے سفرشروع کردیا۔اس دوران میں حویرث بن نقیذ جوحضورؐ کابڑا سخت دشمن تھا اور ہمیشہ آپؐ کی بدگوئی کرتا تھا،قافلے کے پاس آیا اوراس نے ان کے اونٹ کوزخمی کردیا۔اونٹ بدک گیا اورفاطمہؑ گرپڑیں۔ابن ہشام اوردیگر مؤرخین نے اس حادثہ میں حضرت زہراؑ کوپہنچنے والے کسی ضررکا ذکرنہیں کیا۔لیکن ظاہر ہے کہ اس میں انھیں کچھ نہ کچھ ضررضرور پہنچا ہوگا اس پست فطرت شخص کا شماران افراد میں ہوتا ہے جن کے بارے میں فتح مکہ کے موقع پررسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ یہ افراد اگرخانہ کعبہ کے غلاف سے بھی چمٹے ہوئے ہوں تو پھربھی ان کا خون بہایا جائے۔حویرث، فاطمہ(س) کے شوہر نامدار حضرت علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔۲۱ ان اسناد کے برخلاف درجہ اول کے مورخ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ کوحضرت علیؑ مدینہ سے لائے تھے۔۲۲ البتہ شیعہ روایات یعقوبی کے قول کی تائید کرتی ہیں ۔آخرکار وعدہ الٰہی پوراہوا مسلمان، مشرکوں اوردشمنوں کے شرسے آسودہ خاطرہوئے۔تاریخ اسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوااس کے بعد وہ نہ صرف اپنے مذہبی مراسم اورعبادات بغیرخوف وخطراور مکمل آزادی کے ساتھ انجام دے سکتے تھے، بلکہ اب وہ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پوزیشن میں تھے کہ دوسروں کو بھی دین حق قبول کرنے کی دعوت دیں اور اگر وہ قبول نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کریں۔

حوالہ جات:

۱۔امام صادقؑ ،روضۃ الواعظین ،ج ۱ص ۱۴۸۔''فاطمہ(س) کو شر سے پاک کر دیا گیا ہے۔''

۲۔بحارص ۱۸ج ۴۳ از امالی شیخ طوسی ۔نسائی ،حافظ ابوالقاسم دمشقی

۳۔بحارص ۱۲،ج ۴۳

۴۔روضۃ الواعظین ص ۱۴۸

۵۔بحارص ۱۲ ج ۴۳

۶۔ابن سعدج ۱ص ۳ لسان العرب ذیل فطم

۷۔یعقوبی ج ۲ص ۸

۸۔اکثر شیعہ مؤرخین کی یہ رائے ہے کہ حضرت رقیہ اور ام کلثوم آنحضرتؐ کی اپنی بیٹیاں نہیں بلکہ ربیبائیں تھیں۔(مترجم)

۹۔﴿وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذا القُرآنُ عَلىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾(زخرف:۳۱)''اور کہتے ہیں: یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟''

۱۰۔ھمزۃ:۳،۴

۱۱۔﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ............﴾(حٰم السجدہ:۳۰) ''بتحقیق جو کہتے ہیں: ہمارا پروردگار اللہ ہے ،پھر ثابت قدم رہتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں............۔''

۱۲۔ابن ہشام ج ۱ ص ۳۷۵

۱۳۔کلینی کے بقول حضرت ابوطالبؑ کا انتقال حضرت خدیجہؑ کی وفات سے ایک سال بعد واقع ہوا۔اصول کافی ج ۱ص ۴۴

۱۴۔﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾(بقرۃ:۱۵۵،۱۵۶)''ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجئے جو مصیبت میں مبتلا ہونے کی صورت میں کہتے ہیں کہ ہم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔‘‘

۱۵۔ بحار ج ۴۳ ص ۲۳ از امالی شیخ طوسی

۱۶۔ مناقب ج ۱ ص ۴۶۲

۱۷۔ خوارزمی ج ۱ ص ۶۰

۱۸۔ بحار ص ۲۲ ج ۴۳

۱۹۔ انساب الاشراف ص ۴۱۴ و ۲۶۹

۲۰۔ ابن ہشام ج ۴ ص ۹

۲۱۔ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۰

۲۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۳۱

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۱

مہاجرین کو مدینے آئے ہوئے دوسال یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا۔ ان دوسالوں میں مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی حالات میں قابل ذکر تبدیلیاں ہوئیں۔ اسی طرح بعض سریہ۲ پیش آئے جن میں مسلمانوں کو فتح وکامیابی نصیب ہوئی۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے امور میں کچھ آسانیاں پیدا ہوگئیں اور مخالف قبائل کے سامنے مسلمانوں کی حیثیت وطاقت میں اضافہ ہوا۔ اسی طرح وہ چند قبائل جو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان لڑائی میں حالت تردد میں تھے وہ یا تو غیر جانبدار ہو گئے یا مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے اور یہی حال منافقین مدینہ کا تھا۔

ان سب سے بڑی اور اہم کامیابی غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح تھی۔ جس نے مکہ کی افسانوی قدرت وطاقت کو درہم برہم کر دیا اور قریش کے سرداروں کی شان وشوکت کو خاک میں ملا دیا۔ وہ افراد قبائل جو ابھی تک مکہ والوں کی ناراضگی مول نہیں لینا چاہتے تھے سمجھ گئے کہ قریش اور ان کے تاجر بھی قابل شکست ہیں۔

رسول اکرمؐ کی گھریلو زندگی میں بھی تبدیلی آئی۔ زمعۃ بن قیس کی بیٹی حضرت سودہ اور حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ آپؐ کی بیویاں بن کر آپؐ کے گھر آ گئیں حضرت سودہ کی شادی ہجرت سے چند ماہ پہلے ہوئی۔۳ جبکہ حضرت عائشہ کی شادی ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں انجام پائی۔۴ اگرچہ ان دونوں بیویوں میں سے کوئی بھی حضرت خدیجہ کی کمی حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضور پاکؐ کی نظر میں پورا نہ کر سکتی تھی، لیکن پھر بھی وہ آنحضرتؐ کا خیال رکھتیں اب اس لحاظ سے جناب زہراؑ کو اپنے والد گرامی کے حوالے سے پریشانی نہ تھی حضرت عائشہ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عمر نو سال تھی اور حضرت سودہ، سکران بن عمرو بن عبد شمس کی بیوہ تھیں۔ سکران نے حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے دوسرے گروہ کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت سودہ بھی ان کے ہمراہ تھیں۵ مکہ واپس آنے کے بعد سکران فوت ہوگئے تو حضرت سودہ نے آپؐ سے نکاح کرلیا۔ اب اگر حضرت فاطمہؑ کی شادی ہوجائے اور وہ اپنے شوہر کے گھر سدھار جائیں تو ان کے والد کا خیال کرنے والے موجود ہیں۔

یہ امر مسلم ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کے رشتہ کے خواہاں کئی افراد تھے۔ اس بارے میں روایات کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے والد کا مقام اعلان نبوت سے پہلے بھی اپنی قوم میں بہت بلند اور ارجمند تھا۔

جناب فاطمہ(س) کی تربیت وحی کے زیر سایہ مرکز نزول قرآن میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے اور اس کے مآخذ پہلے درجے کی اسلامی تاریخ ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی جناب فاطمہؑ کے خواستگاروں میں سے تھے۔ جب انھوں نے رسالتمآبؐ کی خدمت میں اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔۶ اہل سنت کے بہت بڑے محدث امام نسائی اپنی کتاب سنن میں کہتے ہیں: پیغمبر اسلامؐ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''فاطمہؑ چھوٹی ہیں۔'' جب حضرت علیؑ نے خواستگاری کی تو آپؐ نے قبول فرمالیا۔۷ البتہ اس حدیث کو ایسے باب میں نقل کیا، جس کا عنوان ہے: ''عورت و مرد کا ہم عمر ہونا۔'' مذکورہ دو اصحاب کا نام اس لئے بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ دو باقی اصحاب کے لحاظ سے زیادہ معروف اور مشہور ہیں، نہ اس لئے کہ نبیؐ کی بیٹی کے لئے انہی دو بڑی عمر کے بوڑھے مردوں کے رشتے آئے۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں سے کئی افراد نے آپؐ سے فاطمہؑ کا رشتہ مانگا۔۸ جناب فاطمہؑ کی خواستگاری اور حضرت علی علیہ السلام سے ان کی شادی کے حوالے سے جو ہم بیان کریں گے۔ وہ سب کچھ شیعہ اور سنی کتب میں آچکا ہے ان کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علاوہ بھی بعض روایات ملتی ہیں، لیکن ان کا مفہوم اور مطلب بھی یہی ہے۔ شاید تھوڑا بہت اختلاف روایات کے الفاظ میں موجود ہو۔ یہ روایات اور جو کچھ بلاذری، اسحاق، ابن ہشام، طبری جیسے مؤرخین اور کلینی ،مفید اور شیخ طوسی جیسے علماء نے تحریر کیا ہے، بعد کے مصنفین کے لئے واحد اسناد و مآخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ شیعہ ہو یا سنی ،مغربی ہو یا مشرقی جو بھی ان پہلی اور دوسری صدی ہجری کے واقعات کے بارے میں کتاب لکھنا یا تحقیق کرنا چاہے، اسے انہی کتابوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اس کتاب کے مصنف نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ اگر مستشرقین کی کتاب میں ایسا مطلب یا بات نظر آئے جو ان بنیادی کتب میں نہ ہو تو اسے رد کر دینا چاہئے یا کم از کم اس کی صحت میں شک کرنا چاہئے۔ ہمیں ہرگز یہ نہیں کہنا چاہئے کہ شاید ان کے پاس ایسے مدارک ہوں جو ہماری دسترس میں نہ ہوں۔ کون سے مآخذ؟ انھوں نے ان مآخذ کو کہاں سے حاصل کیا؟ صدر اسلام کی تاریخ لکھنا، ایشیائی اور حمیری تہذیبوں کے بارے میں تحقیق کی طرح نہیں یا دور ہخامنشی کی پتھروں پر کندہ تحریروں کو پڑھنا نہیں یا انیسویں اور بیسویں صدی کی سائنسی ایجادات پر ریسرچ نہیں ہے ہم یہ کہیں کہ ان غیروں کے پاس ایسے وسائل ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اس قسم کی تصدیقات یکطرفہ اور اندھی تقلید کہلا سکتی ہیں۔ جس کی وجہ احساس کمتری یا ان کا آلہ کار بننا یا مختلف کتب اور مدارک کی طرف رجوع اور تحقیق کرنے کی فرصت یا ہمت کا نہ ہونا ہے۔

البتہ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ بعض موارد میں تاریخی واقعات اور مسائل کے تجزیہ وتحلیل میں مغرب کے محققین کی روش بعض گزشتہ مشرقی مؤرخین کی روش سے زیادہ عمیق اور گہری ہے۔ لیکن جہاں اصل واقعہ درجہ اول کی اسناد کے ساتھ واضح طور پر موجود ہو، وہاں نص کے مقابلے پر اجتہاد معنی نہیں رکھتا۔

ہمیں ان مستشرقین سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ جو حقیقت تبدیل کر دیتے ہیں یا حقائق کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس طرح تاویل وتفسیر کرتے ہیں جوان کے عقیدے (یہودیت یا عیسائیت) کے مطابق ہو۔ ان سے شکوہ کرنا بھی نہیں چاہئے کیونکہ یہ لوگ معذور ہیں۔ہمیں تعجب تو اپنے تاریخ دان دوستوں پر ہوتا ہے جو مکمل طور پر ان کے اقوال وبیانات کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔ان کی تحریروں کو مسلم حقیقت اور نا قابل اعتراض سمجھ لیتے ہیں جب ان کے سامنے ان محققین کی غلطیوں کو رکھا جاتا ہے تو وہ یہ بہانہ کرکے ان سے چشم پوشی اختیار کرلیتے ہیں کہ ان کا ہم پر استاد والا حق ہے اس کم ہمتی، سہل انگاری یا ناآگاہی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تاریخ اسلام کے اکثر شعبوں پر یہودی مستشرقین کا قبضہ ہے۔وہ جو چاہتے ہیں لکھتے ہیں۔پھر ان کا عربی اور فارسی ترجمہ ہوتا ہے اور وہی مسلمان مؤرخین کی تحقیقات کا منبع قرار پاجاتا ہے۔

کبھی کبھار ہمارے ایرانی برادران عربوں کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے ان کی کتابوں کا بلاتبصرہ اور کسی قسم کا اظہار کئے بغیر عربی سے فارسی میں ترجمہ کردیتے ہیں۔پھر یہی تحریریں ان افراد کے لئے منبع علم قرار پاتی ہیں جو صدر اسلام کی تاریخ سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتے۔اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

چونکہ فاطمہؑ بدصورت تھی اس لئے سترہ سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ باپ کے گھر بیٹھی رہیں اور کوئی ان کا رشتہ لینے نہ آیا۔ایک دن ان کے باپ نے آکر بتایا کہ علیؑ رشتہ لینے آئے ہیں تو انھوں نے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا ایسا ممکن ہے؟

نعوذ باللہ! حقیقت کی پردہ پوشی، عداوت اور بدفطرتی انسان کو کس مقام تک لے جاتی ہے؟

اس قسم کے دانشور اور محققین چاہتے ہیں کہ تاریخی واقعات کا جدید علوم کی روشنی میں تجزیہ وتحلیل کریں۔لیکن اس علم کو انھوں نے کس مآخذ سے اور کس طرح سیکھا؟ یہ معلوم نہیں۔

اگر رسول اللہؐ کی لخت جگر کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی ہو تو اس وقت یہ مسئلہ پیش ہی نہیں آتا اور اگر ان کی ولادت بعثت کے پانچ سال پہلے ہو اور سترہ سال کی عمر میں شادی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتو اس کی دلیل ہم نے بیان کردی ہے کہ مسلمانوں کی معاشرتی صورتحال، ہرقسم کا ڈر اور خوف، مشکلات ومصائب، ہرکام میں رکاوٹیں، حبشہ کی طرف ہجرت، ایک طرف بنی ہاشم کا معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ، دوسری طرف ان کی ذاتی زندگی پر اثر انداز ہونے والے حادثات، مثلاً والدہ، حضرت خدیجہ اور باپ کے چچا ابوطالب کی وفات، اس قسم کے حالات انھیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ اپنی شادی کے بارے میں سوچتیں۔

وہ نہیں چاہتی تھیں کہ والدہ کی وفات کے بعد ان کے بابا کے گھر میں کوئی غمخوار اور ہمدرد نہ ہو جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ چند معتبر روایات جوان کی ولادت کے بارے میں بیان ہوئی ہیں کہ ولادت بعثت کے پانچویں سال ہوئی اگر حقیقت یہ ہو تو یہ کہانی بالکل درست نہیں اور اگر ہم اس روش کو نظر انداز کر کے ایک سمجھدار اور دانشور مصنف کا طرز عمل اختیار کریں اور واقعات کی چھان بین جدید تحقیقات کی روشنی میں اور معاشرتی لحاظ سے کریں تو پھر بھی وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو اس مستشرق نے اخذ کیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ

بالعموم مؤرخین اور سیرت نگاروں نے حضرت محمدؐ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؐ کا چہرہ خوبصورت تھا اور جسم انتہائی مناسب ڈیل ڈول والا تھا اسی طرح حضرت خدیجہ جہاں تک میں جانتا ہوں ایک خوبصورت اور حسین عورت تھیں فطری طور پر خوبصورت والدین کی اولاد بھی اچھی شکل وصورت والی ہوتی ہے۔

سیرت نگاروں نے عمومی طور پر دوسری اور تیسری نسل تک ہاشمی لڑکیوں کی خوبصورتی اور چہرے کے حسن کو بیان کیا ہے۔ جب حسن بن حسنؑ اپنے چچا امام حسینؑ کے پاس ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک کا رشتہ مانگنے گئے اور امام حسینؑ نے فرمایا: ان دو میں سے جس کا رشتہ چاہو لے سکتے ہو۔ حسن شرم کی وجہ سے خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ امام حسینؑ نے خود فرمایا: فاطمہ کو تمہارے لئے منتخب کرتا ہوں جو کہ میری ماں کی شبیہ ہیں۔[9] جہاں تک معلوم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے یہ فاطمہ خاص حسن و جمال کی مالک تھیں۔۱۰ شیخ مفید نے لکھا ہے کہ یہ بی بی اتنی خوبصورت تھیں کہ انھیں حور سے تشبیہ دی جاتی تھی۔۱۱

اب اس بڑے مستشرق ''دانشور'' کا علمی انکشاف کس بنیاد اور کس آ ماخذ پر ہے؟ جو ہر واقعہ کی جدید علوم کی روشنی میں تحقیق کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ نص کے مقابلے میں اجتہاد اور متن تاریخ میں ملاوٹ نہیں ہے؟ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا عربی سے عدم واقفیت کی بنا پر؟ ہم نہیں جانتے۔ لیکن اس عنوان سے کہ ''دروغ گو را حافظہ کم است'' یعنی جھوٹے آدمی کی یادداشت کمزور ہوتی ہے، مصنف موصوف اپنی کتاب میں جعل و افتراء، جھوٹ اور اپنی غلطیوں کے نشانات چھوڑ جاتا ہے۔ اس نے اپنا آ ماخذ بلاذری کی کتاب کو قرار دیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصولی طور پر اس کی مشہور کتاب انساب الاشراف ہے۔ کتاب ابھی میرے پاس موجود ہے اس میں یہ عبارت موجود ہے:

پیغمبر اکرمؐ نے جناب زہراؑ سے فرمایا کہ خاندان میں سب سے پہلے آپ مجھ سے آ ملیں گی۔۱۲ جناب سیدہؑ کے جسم میں جھرجھری آئی۔ رسول پاکؐ نے فرمایا: کیا آپ نہیں چاہتیں کہ جنت کی عورتوں کی سردار بنیں جناب زہراؑ نے تبسم فرمایا۔

نہیں معلوم اس مستشرق نے اپنی علمی تحقیق کا نتیجہ اخذ کرنے میں ان دو روایتوں کو گڈمڈ کر دیا ہے یا جیسا کہ ہم نے لکھا کہ عربی سے کم آگاہی موجب بنی کہ وہ فاش غلطی کا ارتکاب کرے؟ یا زیادہ ''ایماندار'' مستشرقین کی طرح کسی خاص مشن پر مامور ہے؟ اور اس نے اپنا فرض نبھایا ہے۔ بہرحال ان میں سے کوئی بھی سبب ہو، نتیجہ ایک ہی ہے۔ ہم نے مستشرقین یا مشرق کے بارے میں مغربیوں سے زیادہ واقف مشرقی افراد کی کتابوں میں ایمانداری سے فرائض کے نبھانے کی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں۔

اہل بیت اطہارؑ کی محبت میں نسل در نسل زندگیاں گزارنے والے قارئین ایسے دشمنوں کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بیانات اوراقوال یاایسے کج فکرافراد کی علمی بحثوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ممکن ہے یہ لوگ ہم پراعتراض کریں کہ مذکورہ موضوع کے بارے میں اس کی اسناد،مصادر کے متعلق اتنی تحقیق اور بحث کی کیا ضرورت ہے؟ درست ہے،ان لوگوں نے محبت اہل بیتؑ کو ماؤں کے دودھ کے ساتھ پیا ہے اوراسے سینے سے لگائے قبر میں جائیں گے۔ وہ ایسے فضول قسم کے محققین کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے اورشاید کبھی بھی ان کی تحریریں نہ پڑھیں۔لیکن یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اہل بیت اطہارؑ کی سیرت پرلکھی جانے والی یہ اوراس طرح کی دیگر کتابیں سب کے لئےلکھی گئی ہیں۔

اسے افسوس کے ساتھ لکھوں یامایہ خوشبختی کہوں کہ سوسال یااس سے زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ ہماری ثقافت،مغربی ثقافت سے نزدیک ہوئی ہے اوربعض جگہوں پرآپس میں مخلوط ہوچکی ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کئی برسوں سے مغربی محققین اورمستشرقین میں سے ہرایک یاہرگروہ اسلامی تہذیب وتمدن اورثقافت کے ہرشعبے میں جستجو کررہا ہے اوراس بارے میں کتابیں لکھ رہا ہے اسلامی تہذیب اورثقافت اوربڑی بڑی اسلامی شخصیات کے بارے میں یورپ اورامریکہ کے اسلام کے متعلق تحقیقاتی مراکز میں ہرسال کئی کتابیں لکھی جاتی ہیں،حضرت محمدؐبعض آئمہ علیہم السلام اورجناب زہرا سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ کے بارے میں بہت ساری کتابیں ان مراکز سے چھپ چکی ہیں ان میں سے بعض کافارسی میں ترجمہ کیاجاچکا ہے یاان کتابوں سے اقتباسات کوفارسی میں بیان کردیا گیا ہے۔

لامنس، گلڈزیہر، دورمنگام، لوئی ماسینیون، برنارڈلویس، پڑوشوفسکی، ردینسن، گیپ، اوردسیوں دیگر مستشرقین کی کتابوں کے تراجم تہران اوردوسرے شہروں میں بک سٹالوں پردستیاب ہیں۔

ان میں سے اکثرعلمی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں:''بلاشر'' جیسا دانشوراورمحقق جس نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنی ساری زندگی قرآن کے فرانسیسی زبان میں ترجمے میں صرف کردی، اس نے اپنے ترجمے میں کسی قسم کا تبصرہ اوراظہارنظر کئے بغیر سورہ نجم میں دوآیتوں کا اضافہ کردیا ہے۔وہی دوآیات جنھیں پہلی صدی ہجری کے اواخر میں کہانیاں گھڑنے والوں اورافسانہ نگاروں نے بنایا تھا اوردشمنان اسلام کے لئے ایک دستاویز اورثبوت فراہم کیا مصنف نے تیس سال پہلے افسانہ غرانیق کے عنوان سے ایک کتابچہ لکھا ہے۔اس مقام پر''بلاشر'' کی بدنیتی کواتفاق سے میں نے دیکھا ہے۔کیادوسرے مقامات پربھی اس نے ایسا کام کیا ہے؟اللہ بہتر جانتا ہے۔

اپنے ہم وطنوں میں ایسے افرادموجود ہیں جواپنے خیال وگمان کے تحت اسلام کوسائنسی اورفلسفے کے آئینے میں سمجھنا اور جاننا چاہتے ہیں ۔وہ ان مستشرقین اورایران شناس لوگوں کی کتابوں کواپنی تحقیق کی بنیادقرار دیتے ہیں اورانھیں پران کی تحقیقات کا دارومدار ہوتا ہے۔ آخرکاراس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ غلط ترجمہ کی بناپرفصل ابن حزم،حضرت علی ابن ابی طالبؑ کواپنے زمانے کا سب سے بڑا سرمایہ دارقرار دیتا ہے۔اب ابن حزم نے یہ انکشاف کیسے کیا اوراس کا منبع کیا ہے؟ مصنف اسے اہمیت نہیں دیتا،لیکن ممکن ہے کچھ عرصے بعد یہی کتاب اسلام اورعربی سے صحیح واقفیت نہ رکھنے والے افراد کے لئے تحقیقات کی سندقرار پائے۔

اس کے باوجود میں ان کتابوں کے محترم مترجمین کی قدردانی کرتا ہوں۔اگرکسی مکتب فکر سے ان کا نظریاتی لگاؤنہیں ہے۔توان سے استدعا کرتاہوں کہ وہ ایک اورزحمت بھی گوارا کریں کہ ان کتب کے مندرجات اورمطالب کا پہلے درجہ(پانچویں صدی ہجری کے آخرتک) کی کتابوں کے مطالب کے ساتھ موازنہ کریں خدانخواستہ وہ نادانستہ طور پرکسی ایک یاکئی افراد کی گمراہی یاحقیقت سے دوری کا موجب نہ بنیں۔

ان مستشرقین کے بعض مقالات اورکتابوں کا عربی ترجمہ ہوچکا ہے اور چونکہ ایرانی،عرب مترجمین اور مصنفین پرحسن ظن رکھتے ہیں،اس لئے انھوں نے ان تراجم کوآنکھیں بند کرکے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فارسی میں منتقل کر دیا ہے۔ میں کم وبیش ان تراجم کے کمزور نکات اور خامیوں سے آگاہ ہوں، لیکن میں پھر بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ سب مؤلفین کج فکر یا اسلام دشمن ہیں۔

ممکن ہے عربی زبان سے کم واقفیت کی بناء پر یا تعصب سے عاری روایات، اسناد کی عدم دستیابی کی وجہ سے انھوں نے ایسے نتائج اخذ کئے ہوں۔ لیکن ان میں سے بعض کو میں قریب سے جانتا ہوں یا ان سے اس بارے میں گفتگو کر چکا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ دلوں میں مسلمانوں سے ایسا کینہ وعناد رکھتے ہیں کہ اسے کبھی بھی فراموش نہیں کریں گے۔ کیوں؟ اس کا سبب خود ان سے پوچھنا چاہئے۔

میں ایک اسلام شناس دانشور کو جانتا ہوں جو اپنے شعبے میں لاثانی یا کم نظیر ہے۔ چند یورپی زبانوں میں مہارت کے علاوہ عربی زبان سے اس نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اس بنیاد پر اسے اسلام کی روح اور اس دین کے اصول وقوانین سے صحیح معنوں میں آگاہ ہونا چاہئے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فاتحان عرب سب یکساں نہیں تھے ان میں سے اکثر دین کا درد رکھتے تھے۔ ان میں سے ایسے لوگ کم تھے جو دنیا کے پجاری تھے۔

اسلام کے بانی ہر دو قسم کے افراد کو خوب جانتے تھے چنانچہ ارشاد فرمایا:

جو شخص خدا کی خاطر میدان جہاد میں جاتا ہے اس کا اجر خدا دے گا اور جو مال غنیمت کے لالچ میں جاتا ہے، اس کے حصے میں مال دنیا کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔[۱۳۱]

احتمال یہ ہے کہ مذکورہ مستشرق نے مجھ سے پہلے یہ حدیث ملاحظہ کی ہے لیکن چونکہ وہ ایک خاص مکتب فکر سے وابستہ ہے، اس لئے اپنی کتاب کا آغاز اس جملے سے کرتا ہے: ''مصر کی زرخیز زمین اناج اور پھلوں کی بھرپور پیداواری صلاحیت کی وجہ سے بھوکے عربوں کو سیر کر سکتی تھی۔'' میں نہیں کہتا کہ عمرو بن عاص نے رضائے الٰہی اور اسلام کی پیشرفت کے لئے مصر کی سرزمین پر قدم رکھا۔ مسلم ہے کہ جو خلوص افریقہ کو فتح کرتے وقت عقبہ بن نافع میں موجود تھا، وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس میں نہیں تھا اگرچہ میں یہ بھی نہیں کہنا چاہتا کہ عقبہ نے شمالی افریقہ میں جو کردار ادا کیا وہ ہر لحاظ سے درست تھا۔

البتہ رسول خداؐ کے سچے اصحاب، جنھوں نے عمرو بن عاص کی قیادت میں وادی نیل میں قدم رکھے، وہ کیسے تھے؟ کیا وہ بھی اپنی بھوک وافلاس مٹانے گئے تھے اور پیٹ بھرنے کے لئے انھوں نے یہ سفر کیا؟ اس سے زیادہ اس موضوع کے متعلق بحث نہیں کرنا چاہتا۔ خداوند متعال سے اپنے لئے توفیق اور ان کی ہدایت کی دعا کرتا ہوں۔

ہم لکھ چکے ہیں اور جیسا کہ درجہ اول کے محدثین ومؤرخین نے اپنی کتب میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے اور شیعہ وسنی کی بنیادی روایات میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، اسی طرح خارجی قرائن بھی ان مؤرخین کی تائید کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی بیٹی کے خواستگار بہت تھے، لیکن حضور اکرمؐ نے ان سب میں سے اپنے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالبؑ کا انتخاب فرمایا اور انھیں حضرت زہراؑ کا شریک حیات قرار دیا۔ آپؐ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: میں نے آپ کے لئے ایسا شوہر منتخب کیا ہے جو سب سے زیادہ نیک، بااخلاق اور اسلام میں سبقت رکھتا ہے۔[۱۴]

ابن سعد لکھتے ہیں: جب ابوبکر اور حضرت عمر کو رسول اکرمؐ کی طرف سے مثبت جواب نہ ملا تو انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا آپ خواستگاری کے لئے جائیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ انصار کے چند آدمیوں نے حضرت علیؑ سے جناب فاطمہؑ کا رشتہ مانگنے کو کہا۔ حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ کے گھر تشریف لے گئے اور آپؐ کی خدمت میں بیٹھ گئے آپؐ نے پوچھا:

ابوطالب کے بیٹے! کیسے آنا ہوا؟

فاطمہؑ کی خواستگاری کے لئے۔

خوش آمدید۔ بہت اچھا! اس کے علاوہ آپؐ نے کچھ نہ فرمایا۔

جب حضرت علیؑ وہاں سے واپس آئے تو چند افراد نے آکر پوچھا کہ رسول خداؐ نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا جواب دیا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: مرحباً واھلاً فرمایا ہے۔

یہی جملہ کافی ہے۔۱۵ انھوں نے تمہاری خواہش اور خواستگاری قبول فرمالی ہے۔

یہ افتخار جو حضرت علیؑ کو نصیب اور انھیں رسول خداؐ کے داماد ہونے کا جو شرف حاصل ہوا، چند افراد پر گراں گزرا۔

علامہ مجلسی نے عیون اخبار الرضا سے نقل کیا ہے:

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ قریش کے چند اشخاص مجھ سے ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے انھیں رشتہ کیوں نہ دیا۔ میں نے انھیں جواب دیا کہ یہ کام ارادہ الٰہی سے ہوا ہے۔ کیونکہ علیؑ کے سوا فاطمہؑ کا شوہر بننے کے لائق کوئی بھی نہیں تھا۔۱۶

بعض روایات میں نبیؐ کی بیٹی کی خواستگاری کے معاملے میں حضرت ام سلمہ کے عمل دخل کا ذکر بھی موجود ہے۔ علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں مناقب خوارزمی سے ایک طویل واقعہ نقل کیا ہے۔ اس واقعہ میں وہ لکھتے ہیں: جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جناب فاطمہؑ کی خواستگاری کا مثبت جواب نہ ملا تو وہ حضرت علیؑ کے پاس گئے اور ان سے کہا: آپ فاطمہؑ کی خواستگاری کے لئے کیوں نہیں جاتے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا: تنگدستی مجھے اس کام سے روکتی ہے حضرت ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! یہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے اللہ اور رسولؐ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت علیؑ نے کنویں پر جتا ہوا اونٹ کھولا اور اسے گھر جا کر باندھ دیا اور جوتے پہن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے: اس وقت رسول خداؐ ابی امیہ مخزومی کی بیٹی حضرت ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؑ نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا کون؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ام سلمہ اٹھو، دروازہ کھولو اور آنے والے سے کہو کہ اندر آجائے۔ آنے والا شخص ایسا ہے جو خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور خدا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔ ام سلمہ فرماتی ہیں میں اس طرح اٹھی کہ نزدیک تھا کہ دروازے کے سامنے گر جاؤں۔ ۱۷

یہ حدیث مرفوع ہے یعنی اس کی سند متصل نہیں ہے۔ احتمال قوی بلکہ یقین ہے کہ اس انداز میں یہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت ام سلمہ کا نام ہند تھا اور آپ بنی مخزوم کے شخص ابوامیہ حزیفہ بن مغیرۃ بن عبداللہ بن عمر کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہؐ سے شادی سے پہلے آپ ابوسلمہ عبدالاسد بن عبداللہ عمر بن مخزوم کی بیوی تھیں۔

ابوسلمہ اور ان کی زوجہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے تھے۔ ۱۸ لیکن ابھی حضور پاکؐ مکہ میں ہی تھے کہ یہ واپس آ گئے۔ ۱۹ ابوسلمہ نے مدینے ہجرت کی۔ جنگ بدر میں شرکت کی۔ ۲۰ جنگ احد میں اسامہ جشمی نے ان پر تیر چلایا۔ ۲۱ اور اس جنگ میں ان کی جان بچ گئی ہجرت کے تیس ماہ بعد ایک سریہ میں کمانڈر کے طور پر قطن گئے۔ ۲۲ اور انھوں نے بنی نضیر کے غنائم سے بھی حصہ لیا ۲۳ آخرکار جمادی الثانی سنہ ۴ ہجری میں وفات پائی عدت گزرنے کے بعد آنحضرتؐ نے شوال سنہ ۴ ہجری میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے عقد فرمایا۔ ۲۴ البتہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے شوہر کی زندگی میں ہی حضرت ام سلمہ کا حضور اکرمؐ کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔ روایت ظاہری طور پر یہ بتا رہی ہے کہ جناب زہراؑ کی خواستگاری کے لئے جب حضرت علیؑ تشریف لائے۔ تو بی بی ام سلمہ آنحضرتؐ کی زوجہ تھیں۔ پس یہ احتمال درست نہیں ہے البتہ علامہ مجلسی نے شیخ طوسی کی امالی سے یوں نقل کیا ہے:

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ میرے پاس ابوبکر اور عمر آئے اور کہا کہ تم پیغمبرؐ سے فاطمہؑ کا رشتہ کیوں نہیں مانگتے؟

میں آنحضرتؐ کی خدمت میں گیا جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور پوچھا: ابوالحسن کیسے آئے ہو؟ میں نے آپؐ سے جو تعلق اور رشتہ تھا، اس کا ذکر کیا اسلام میں اپنی سبقت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا ذکر کیا اور دین کے راستے میں جہاد کو بیان کیا۔آپؐ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو تمہاری فضیلت ان سے کہیں زیادہ ہے جنھیں تم شمار کررہے ہو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! فاطمہؑ کی خواستگاری کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ارشاد فرمایا: اے علیؑ! آپ سے پہلے بھی ان کے رشتے کے لئے بہت لوگ آئے ہیں، لیکن میری بیٹی نے انھیں قبول نہیں کیا۔لہذا اس مرتبہ بھی اپنی لخت جگر سے پوچھ لوں۔ان کی مرضی کیا ہے۔اس کے بعد آپؐ گھر تشریف لے گئے اور اپنی بیٹی سے کہا: علیؑ میرے پاس تمہاری خواستگاری کے لئے آئے ہیں۔تم علیؑ اور میرے درمیان قرابت اور تعلق سے آگاہ ہو تم ان کی اسلام میں سبقت، کارناموں اور فضائل سے واقف ہو۔ جناب فاطمہؑ نے سر ہلانے کی بجائے خاموشی اختیار کی۔پیغمبر اکرمؐ نے ان کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ کر کہا: اللہ اکبر! ان کی خاموشی ان کی رضایت ہے۔۲۵

شیخ طوسی نے اپنی امالی میں لکھا ہے کہ جب رسول خداؐ علیؑ و فاطمہ علیہا السلام کی شادی پر راضی ہوئے تو جناب فاطمہؑ رونے لگیں۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر اپنے اہل بیت میں سے اس سے افضل اور بہتر کسی کو پاتا تو تمہارا رشتہ اس سے کرتا۔۲٦

نیز کشف الغمہ کے مصنف اور ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ مجلسی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا:

میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔آپؐ جانتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے بچپن سے میرے باپ ابوطالبؑ اور ماں فاطمہ بنت اسد سے لے کر اپنے دامن تربیت میں پروان چڑھایا اس پرورش میں آپؐ میرے والدین سے بھی زیادہ مجھ پر مہربان تھے۔آپؐ نے مجھے اس شک و تردد سے نکالا جس میں ہمارے آباؤ اجداد مبتلا تھے۔دنیا و آخرت میں میرا سرمایہ اور مال و دولت آپؐ ہی کی ذات گرامی ہے۔اب جبکہ خدا نے آپؐ کے وجود پاک سے مجھے توانا و طاقتور کیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اپنا گھر بساؤں اور شادی کروں میں فاطمہؑ کی خواستگاری کے لئے حاضر ہوا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوں۔کیا آپؐ میری یہ درخواست قبول فرمائیں گے؟

جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ کا چہرہ چمک اٹھا اور آپؐ علیؑ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

کیا میری بیٹی کو حق مہر دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ علی علیہ السلام نے جواب دیا: میری حالت آپؐ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میرے پاس تلوار اوراونٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔اونٹ وہ ہے، جس کے ذریعہ سے کنویں سے پانی نکال کر مزدوری کرتا ہوں۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تلوار کو جہاد کے لئے محفوظ رکھو اور اونٹ کھجوروں کو پانی دینے، روزی کمانے، سامان لادنے اور سفر کے لئے اپنے پاس رکھو۔کیا تم چاہتے ہو کہ میں صرف زرہ کو حق مہر قرار دوں۔۲۷

جیسا کہ ہم نے لکھا ہے اس موقع پر ام سلمہ موجود تھیں۔ان کی موجودگی اتفاقیہ ہے۔کیونکہ اس وقت تک وہ آنحضرتؐ کے عقد میں نہیں آئی تھیں۔

زبیر بکار نے جن کی کتاب الموفقیات قدیمی مآخذ میں شمار ہوتی ہے، حضرت علیؑ کی گفتگو اس طرح بیان کی ہے:

میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے خاموشی سے بیٹھ گیا۔کیونکہ ان جیسا مرتبہ واحترام کسی دوسرے کا نہیں تھا۔میری خاموشی دیکھ کر آپؐ نے پوچھا: ابوالحسن ۲۸ کیسے تشریف لائے ہو؟ میں اسی طرح چپ چاپ بیٹھا رہا یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا پھر فرمایا: گویا فاطمہؑ کی خواستگاری کے لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپؐ نے پوچھا: میں نے جو زرہ تمہیں دی تھی وہ کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور وہ میرے پاس ہے آپؐ نے فرمایا: اسی زرہ کو فاطمہ (س) کا حق مہر مقرر کردو۔۲۹

ابن سعد کی بعض روایات میں زرہ کی بجاء بھیڑ کی کھال اور پرانے یمنی پیراہن کا ذکر ملتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنا اونٹ بیچ کر اس کی قیمت حق مہر میں دی۔ اس زرہ کی کیا قیمت تھی؟ اور حق مہر کتنا تھا؟ قرب الاسناد کے مؤلف حمیری نے اسے تیس درہم لکھا ہے۔ ۳۰ دوسروں نے چارسواسی درہم تک ذکر کیا ہے ابن سعد نے اپنی روایات میں سے ایک میں زرہ کی قیمت چار درہم ۳۱ بیان کی ہے۔ اس کے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ یہ چار سو درہم کی بجائے غلطی سے چار درہم لکھا گیا ہے، گویا کتابت کی غلطی ہے ابن قتیبہ نے زرہ کی قیمت تین سو اور ایک روایت کے مطابق چارسواسی درہم بیان کی ہے۔ ۳۲

رسول اللہؐ کی دختر کا حق مہر چارسو درہم یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ تھا۔ بس یہی کچھ ان کا سرمایہ تھا اس سادگی کے ساتھ علیؑ وفاطمہؑ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ وہ ایسے مقدس رشتے میں منسلک ہوئے کہ دونوں زندگی کے غموں اور خوشیوں میں ایک دوسرے کے شریک بن گئے۔

کوئی بھی جنس فروخت نہیں ہوتی۔ جب تک خریدار اور بیچنے والا اس کی قیمت کے بارے میں بات چیت نہ کرلیں۔ بہرحال زرہ تھی، بھیڑ کی کھال یا یمنی پیراہن جو کچھ بھی تھا، فروخت ہوا۔ اس کی قیمت آنحضرتؐ کی خدمت میں لائی گئی۔ رسول خداؐ نے گنے بغیر اس میں سے کچھ رقم بلال کو دی اور فرمایا کہ ان پیسوں سے میری بیٹی کے لئے خوشبو (عطر) خرید لاؤ۔ پھر باقی رقم حضرت ابوبکر کو دی اور فرمایا کہ اس سے میری بیٹی کی ضروریات زندگی کی اشیاء مہیا کرو۔ حضرت عمار یاسر اور دوسرے چند اصحاب کو حضرت ابوبکر کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جناب زہراؑ کا جہیز خریدیں۔ شیخ طوسی نے جہیز کی فہرست اس طرح لکھی ہے:

سات درہم قیمت کا پیراہن،

چار درہم کا نقاب،

خیبر کا بنا ہوا سیاہ اونی کمبل،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک بستر،

مصری ٹاٹ کے دو گدے جن میں سے ایک کھجور کی چھال اور دوسرا بکری کے بالوں سے بھرا ہوا اور جن کے ابرے موٹی کتان کے بنے ہوئے تھے۔

طائف کے چمڑے کے تکیے، جن میں مکی خوشبودار گھاس بھری ہوئی تھی،

ایک اون کا پردہ،

ایک ھَجَر۳۳ کا بنا ہوا بوریا،

چکی،

کپڑے دھونے کے لئے ایک تانبے کا برتن،

دودھ دوہنے کے لئے گہرا پیالہ،

پانی کے لئے چمڑے کی مشک،

ایک لکڑی کا کٹورہ،

تارکول جیسے مادہ سے بنا ہوا لوٹا،

سبز صراحی اور مٹی کے چند پیالے۔۳۴

جب جہیز آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے اسے دیکھنے کے بعد فرمایا:

اللہ تعالٰی اہل بیتؑ کو برکت عطا فرمائے۔

خطبہ نکاح پڑھنے کا وقت آ پہنچا۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں ، علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں اور دوسرے شیعہ علماء اور محدثین نے اس خطبے کو مختلف عبارتوں اور مختلف انداز سے نقل کیا ہے۔ ان میں سے درج ذیل عبارت منتخب کی گئی ہے، جسے اکثر محدثین نے تحریر کیا ہے۔ جو اس سے زیادہ تفصیل کا طالب ہو وہ بحارالانوار کی طرف رجوع کرے:

''حمد وثنا ہے اس پروردگار کی جس کی نعمتوں کی ستائش کی جاتی ہے۔ جس کی قدرت وطاقت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی پرستش کی جاتی ہے۔جس کی سلطنت میں اس کی فرمانبرداری کی جاتی ہے۔جس کے عذاب کا ڈر اور خوف ہے،جس کی عطا اور بخشش کے سب خواہاں ہیں۔اور زمین و آسمان میں اسی کی حکومت کا سکہ چلتا ہے۔وہ ایسا خدا ہے جس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے خلق کیا۔ہر ایک کو اس کی صلاحیت واستعداد کے مطابق ذمہ داری سونپی انسانوں کو اپنے دین کی وجہ سے بلندی عطا کی ہے اپنے محمدؐ کے ذریعہ انھیں عزت وفضیلت سے نوازا۔خداوندتعالیٰ نے نکاح کو ایک دوسرے سے منسلک ہونے کا ذریعہ قرار دیا اور اسے واجب کیا۔اس نکاح کے ذریعے رشتہ داری کے سلسلے کو مضبوط فرمایا۔اسے لوگوں کے لئے نسب اور سبب کا رشتہ قرار دیا اور تیرا پروردگار توانا ہے۔۳۵

پھر حضور اکرمؐ فرماتے ہیں:

اسی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کو علیؑ کی زوجیت میں دے دوں اور میں نے چار سو مثقال چاندی حق مہر کے بدلے انھیں علیؑ کی زوجہ قرار دیا ہے اے علیؑ کیا تم راضی ہو؟

جی ہاں! یارسول اللہؐ۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہر آشوب نے مناقب ۳۶ میں خطبے کو انہی الفاظ میں بیان کیا ہے اور علامہ مجلسی نے بھی کشف الغمہ سے اسی صورت میں نقل کیا ہے ۳۷ اور مذکورہ عبارت کے بعد ایک سطر کا اضافہ کیا ہے۔

البتہ ابن مردویہ نے اس خطبے کو دوسرے الفاظ میں بیان کیا ہے۔اس خطبے کو اور وہ خطبہ جو حضرت علیؑ نے نکاح کی قبولیت کے عنوان سے پڑھا،اسے بحارالانوار اور مناقب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

خطبہ نکاح پڑھا گیا۔اس کے بعد جناب زہراؑ حضرت علیؑ کی شریک حیات بن گئیں۔جہیز مذکورہ صورت میں تیار ہوگیا۔لیکن ایک عرصے کے بعد رخصتی عمل میں آئی اور جناب فاطمہؑ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنے باپ کے گھر سے اپنے شوہر کے گھر آئیں۔علامہ مجلسی نے اپنی روایت میں اس عرصے کو ایک ماہ لکھا ہے جبکہ بعض نے اس مدت کو ایک سال اوراس سے زیادہ بھی بیان کیا ہے۔

ان جزئیات کی تحقیق وجستجو زیادہ اہم نظر نہیں آتی ایک ماہ یا ایک سال یا جو بھی ہو، بہر حال یہ مدت تمام ہوئی ۔آخرکار ایک دن حضرت عقیل حضور اکرمؐ کے گھر آئے اورآپؐ سے فاطمہ(س) کورخصت کرنے کی درخواست کی۔آنحضرتؐ کی بعض بیویوں نے بھی حضرت عقیل کی حمایت کی۔ایک رات جناب فاطمہؑ کودلہن بنا کر چندعورتوں کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر لے جایا گیا۔پہلی اوردوسری صدی ہجری کے شیعہ شعراء جیسے کمیت،سید اسماعیل حمیری اوردیک الجن،جس نے تیسری صدی کے آغاز میں وفات پائی، نے جناب فاطمہ(س) کی خواستگاری اوران کی حضرت علیؑ سے شادی اورجہیز کی مقدار کے بارے میں نہایت عمدہ قصائد کہے ہیں۔جو تذکرہ اورسوانح حیات کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

جس رات فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی تھی رسول اکرمؐ نے فرمایا:

اے علیؑ !شادی طعام کے بغیر نہیں ہوتی۔

سعد نے کہا:

میرے پاس ایک دنبہ ہے انصار کے چند افراد نے کچھ کلو مکئی کا بندوبست کیا۔

زبیر بن بکار نے عبداللہ بن ابی بکر کے ذریعے حضرت علیؑ سے یوں روایت کی ہے۔۳۸؎

جب میں نے فاطمہ(س) سے شادی کرنا چاہی،یعنی رخصتی کے وقت پیغمبر اکرمؐ نے مجھے ایک زریں برتن عطا کیا اورفرمایا اس کی قیمت سے اپنی شادی کی دعوت ولیمہ کا انتظام کرو۔میں محمد بن مسلم انصاری کے پاس گیا اورکہا کہ اس برتن کی قیمت کے بدلے مجھے کھانے کا سامان دےدو اس نے قبول کیا اورپھر مجھ سے پوچھا:

تم کون ہو؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علی ابن ابی طالب۔

کیا پیغمبر اکرمؐ کے چچازاد بھائی ہو؟

جی ہاں!

یہ سامان کس لئے خرید رہے ہو؟

اپنی دعوت ولیمہ کے لئے۔

کس سے شادی کی ہے؟

رسول خداؐ کی بیٹی سے۔

اس انصاری نے کہا:

یہ خوردونوش کا سامان بھی آپ کا اور یہ زریں پیالہ بھی۔

رخصتی کے وقت رسول پاکؐ نے میاں بیوی کے لئے دعا فرمائی:

اے پروردگار! اس عقد کو ان میاں بیوی کے لئے مبارک قرار دے،

خدایا! انھیں بہترین اولاد عطا فرما۔۳۹

ابن سعد نے دوسری روایت میں جس کی سند اسماء بن عمیس تک پہنچتی ہے، بیان کیا ہے:

علی علیہ السلام نے اپنی زرہ یہودی کے پاس گروی رکھی اور اس سے کچھ مقدار ''جو'' لئے اور ان دنوں میں یہ بہترین دعوت تھی۔۴۰

ابن شہر آشوب نے ابن بابویہ سے روایت نقل کی ہے:

پیغمبر اکرمؐ نے عبدالمطلب کی بہو بیٹیوں اور مہاجرین وانصار کی عورتوں سے فرمایا کہ وہ فاطمہ زہراؑ کے ہمراہ علیؑ کے گھر جائیں اور راستے میں شادمانی اور خوشی کا اظہار کریں۔ اس مسرت وشادمانی سے متعلق اشعار پڑھیں۔ لیکن ایسی بات نہ کہیں جو اللہ کو پسند نہ ہو۔ انھوں نے حضرت زہراؑ کو شہباء نامی خچر (یا اونٹ) پر سوار کیا اس خچر کی باگ حضرت سلمان فارسی کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہاتھ میں تھی حضرت حمزہ، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور دیگر بنی ہاشم کے افرادان کے پیچھے پیچھے تھے۔پیغمبر اکرمؐ کی بیویاں دلہن کے آگے آگے چل رہی تھیں اور یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

سرن بعون اللہ یا جاراتی	واشکرنہ فی کل حالات
واذکرن ماآنعم رب العلی	من کشف فکروہ وآفات
فقد ھدانا بعد کفر وقد	انعشنا رب السماوات
وسرن مع خیرالنساء الوری	تقدی بعمات وخالات
یابنت من فضلہ ذوالعلی	بالوحی منہ والرسالات

☆اے میری ساتھی عورتو! خدا کی مدد سے جاؤ اور ہر حال میں اس خالق کا شکرادا کرو۔

☆یادرکھو کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہم پراحسان فرمایا اور ہمیں بلاؤں اور آفتوں سےنجات بخشی۔

☆ہم کافر تھے اس نے ہماری ہدایت فرمائی، ہم ناتواں تھے اس نے ہمیں قوت بخشی۔

☆جاؤ! بہترین عورتوں کے ساتھ تجھ پر قربان ہوں پھوپھیاں اور خالائیں۔

☆وحی ورسالت کے ذریعے سب پر فضیلت عطا کی۔

حضرت عائشہ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

یا نسوة استرن بالمعاجر	واذکرن مایحسن فی المحاضر
واذکرن رب الناس اذخصنا	بدینہ مع کل عبد شاکر
فالحمدللہ علی افضالہ	والشکرللہ العزیز القادر
سرن بھا فاللہ اعطی ذکرھا	وخصھامنہ بظھر طاھر

☆اے عورتو! اپنے آپ کو پردے میں رکھو اور زبان پر اچھی بات کے سوا کچھ نہ لاؤ۔

☆اپنی زبان پر رب العالمین کا نام لاؤ جس نے ہمیں اور سب انسانوں کو اپنے دین سے فضیلت بخشی۔

☆فیاض اور مہربان خدا کی حمدوثنا، عزیز اور قادر خدا کا سپاس وشکر!

☆اس دختر کو لے چلو جسے خدا نے محبوب کیا اور اسے پاک و پاکیزہ شوہر عطا فرمایا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت حفصہ نے یہ اشعار پڑھے:

فاطمہ خیرالنساء البشر ومن لھا وجہ کوجہ القمر
فضلک اللہ علی کل الوری بفضل من خص بآی الزمر
زوجک اللہ فتی فاضلا اعنی علیا خیر من فی الحضر
فسرن جاراتی بھا انھا کریمۃ بنت عظیم الخطر

☆اے فاطمہ(س)!اے دنیا کی تمام عورتوں سے افضل! آپ کا چہرہ چاند جیسا ہے۔

☆خدا نے آپ کو تمام انسانوں پر فضیلت عطا کی اپنے باپ کے ذریعے جسے اللہ نے اپنی آیات سے خصوصیت بخشی۔

☆آپ کو ایسا شوہر عطا کیا جو صاحب فضیلت ہے یعنی علیؑ جو سب حاضرین سے بہتر ہیں۔

☆میری ساتھیو! انھیں لے چلو کہ خود بھی عظیم ہیں اور عظیم خاندان کی بیٹی ہیں۔

سعد بن معاذ کی والدہ معاذہ نے یہ اشعار پڑھے:

اقول قولا فیہ مافیہ واذکر الخیر وائدیہ
محمد خیر بنی آدم مافیہ من کبر ولآتیہ
بفضلہ عرفنا رشدنا فاللہ بالخیر مجازیہ
ونحن مع بنت نبی الھدی ذی شرف قد فکنت فیہ
فی ذروۃ شامخۃ اصلھا فما آریٰ شیئا یدانیہ

☆جو بات کہنی چاہئے وہی کہوں گی نیکی اور بھلائی کے سوا کچھ نہ کہوں گی۔

☆محمدؐ خیرالبشر ہیں۔غرور وتکبر سے مبرا ہیں۔

☆آپؐ نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی اللہ آپؐ کو جزائے خیر دے۔

☆ہم دختر نبی ہدیٰ کے ساتھ ہیں کہ عطا ہوا سے شرف نبیؐ سے۔

☆وہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئی، جس کی اصل برتر ہے جس کا نہ کوئی ثانی ہے نہ کوئی ہمسر۔

دوسری خواتین پہلے شعر کی تکرار کرتی جاتی تھیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے یہ روایت اسی صورت میں مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کی گئی ہے۔ انھوں نے اپنی سند کتاب مولد فاطمہ(س) اور ابن بابویہ کی روایت سے ملائی ہے۔ ابن بابویہ علمائے امامیہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔

لیکن اس روایت کو مذکورہ شکل میں قبول کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ سب سے پہلی چیز جو ہمیں شک وشبہ میں مبتلا کرتی ہے وہ یہ بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی گھر والیاں جناب فاطمہؑ کے خچر کے آگے آگے چل رہی تھیں اس کتاب کے مؤلف نے حضرت زہراؑ کی شادی کی تاریخ ماہ ذوالحجہ سنہ۲ ہجری ذکر کی ہے۔[۱]

جبکہ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت ام سلمہ ہجرت کے چوتھے سال اور حضرت حفصہ جنگ بدر کے بعد آنحضرتؐ کے گھر آئیں۔[۲] جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت زہراؑ کی شادی کے موقع پر صرف حضرت سودہ اور حضرت عائشہ پیغمبر اکرمؐ کے عقد میں آئی ہوئی تھیں۔

دوسری بات جو شک وتردد کا موجب ہے، وہ حضرت عائشہ کے اشعار میں یہ جملہ ہے جس میں انھوں نے خواتین سے کہا کہ اوڑھنیوں سے اپنے سروں کو ڈھانپ لو پیغمبر اکرمؐ کی ازواج مطہرات کو اوڑھنی لینے اور اپنے سینوں کو ڈھانپنے کا حکم سورہ احزاب میں ہے[۳] ہم جانتے ہیں کہ یہ سورت ہجرت کے پانچویں سال نازل ہوئی ہے۔

تیسری قابل شک بات حضرت جعفر طیار کا شادی کے شرکاء میں تذکرہ کرنا ہے۔ حالانکہ ان دنوں حضرت جعفر طیار حبشہ میں تھے ان کے بارے میں آئندہ صفحات میں مزید وضاحت کی جائے گی۔

حوالہ جات:

۱۔ احزاب: ۲۱ ''بتحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔''

۲۔ رسول اللہؐ کے زمانے میں آپؐ کے حکم سے مسلمان ایسی جنگوں میں شریک ہوئے جن میں آپؐ نے بذات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خود شرکت نہیں فرمائی، جنھیں سریہ کہا جاتا ہے۔

۳۔ بلاذری۔ انساب الاشراف ص۱۰۷

۴۔ حوالہ سابق ص۴۰۹

۵۔ انساب الاشراف ص۲۱۹۔ الاصابہ ج۴ص۱۰

۶۔ ابن سعد طبقات ج۸ص۱۱

۷۔ سنن، ج۱، ص۶۲۔ فاطمۃ الزہراء ص۲۵ ج۲

۸۔ یعقوبی ج۲ص۳۱

۹۔ مقاتل الطالبین ص۱۸۰ نیز ملاحظہ فرمائیں اغانی ج۱۴۲ اور ارشاد مفید ج۲ص۲۲۔ نسب قریش ص۵۱

۱۰۔ نسب قریش ص۵۱

۱۱۔ ارشاد ص۲۲ ج۲

۱۲۔ انساب الاشراف ص۴۰۵ (فَوَجَمَت)

۱۳۔ بخاری ج۱ص۲۲

۱۴۔ الریاض النضرۃ ج۲ص۱۸۲۔ الغدیر ج۳ ص۲۰ نیز ملاحظہ فرمائیں باب ''شعرائے عرب سے انتخاب''۔

۱۵۔ الطبقات الکبری ج۸ص۱۲۔ الصواعق المحرقہ ص۱۶۲ نیز ملاحظہ فرمائیں انساب الاشراف ص۴۰۲

۱۶۔ بحار ص۹۲ نیز رجوع کیجئے باب ''شعرائے عرب سے انتخاب''۔

۱۷۔ کشف الغمہ ج۱ص۳۵۴ نیز ملاحظہ فرمائیں بحار ص۱۲۵، ۱۲۶ نیز رجوع کیجئے ناسخ التواریخ ص۳۸ اوراس کے بعد۔

۱۸۔ انساب الاشراف ص۴۲۹

۱۹۔ ابن ہشام ج۲ص۳۹۰

۲۰۔ مغازی واقدی ص۱۵۵

۲۱۔ انساب الاشراف ص۴۲۹

۲۲۔ واقدی ص۳۴۰

۲۳۔۲۴۔ انساب الاشراف ص۴۲۹ وطبقات ج۸ص۶

۲۵۔ بحار ص۹۳

۲۶۔ امالی ج۱ص۳۹

۲۷۔ کشف الغمہ ج۱ص۳۵۵۔ بحار ج۴۳ص۱۲۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۸۔ یہ تعبیر ''ابوالحسن'' دیگر بعض روایات میں بھی دیکھی گئی ہے۔ عموماً بڑے بیٹے کے نام پر کنیت اختیار کی جاتی ہے (گو کہ یہ بنیادی شرط نہیں ہے) اور ممکن ہے کہ علیؑ روایت کرتے ہوئے نام کی بجائے کنیت استعمال کرتے ہوں یا راویوں نے یہ تعبیر کی ہے۔

۲۹۔ الاخبار الموفقیات ص ۳۷۵ نیز رجوع کیجئے کشف الغمہ ج ا ص ۳۴۸ و بحار ج ۴۳ ص ۱۱۹

۳۰۔ بحار ج ۴۳ ص ۱۰۵

۳۱۔ ابن سعد طبقات ج ۸ ص ا

۳۲۔ عیون الاخبار ج ۴ ص ۷۰

۳۳۔ گویا اس ھجر سے مراد مرکز بحرین ہے۔ ھجر مدینہ کے نزدیک ایک گاؤں کا نام بھی تھا۔

۳۴۔ امالی ج ا ص ۳۹

۳۵۔ الحمد لله المحمود بنعمة. المعبود بقدرته. المطاع فی سلطانه، المرهوب من غذائیه المرعوب الیه فیما عنده. النافذ امره فی ارضه وسمائه. الذی خلق الخلق بقدرته وفیزهم باحکامه واعزهم بدینه. و اکرمهم بنبیه محمد. ثم ان الله جعل المصاهرة نسبالا حقا وامرامفترضا. وشج بها الارحام الزمها الانام. فقال تبارک اسمه وتعالی جده" وهوالذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا (الفرقان:۵۶)

۳۶۔ مناقب شہر آشوب ج ۳ ص ۳۵۰

۳۷۔ بحار ج ۴۳ ص ۱۱۹

۳۸۔ الاخبار الموفقیات ص ۳۷۶

۳۹۔ رجوع کیجئے مناقب شہر آشوب ج ۳ ص ۳۵۱

۴۰۔ طبقات ج ۸ ص ۱۴۔ یاد رہے کہ اسماء بنت عمیس جیسا کہ ہم آئندہ لکھیں گے اس زمانے میں اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ میں تھیں۔

۴۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۳۵۷

۴۲۔ خنیس بن حذاقہ، حضرت حفصہ کے شوہر نے جنگ بدر کے بعد وفات پائی۔

۴۳۔ احزاب: ۵۹

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس نے اس دنیا کی برائی کو دیکھا اور اپنے آپ کو
اس سے مبرا کرلیا۔ ۱؎

شوہر کے گھر میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی نمونہ ہے۔ ان کی تمام زندگی نمونہ ہے۔ کیونکہ وہ خود نمونہ ہیں۔ ان کے والد، ان کے شوہر نامدار اوران کے فرزند نمونہ ہیں۔ یہ ہستیاں انسانی اقدار وفضائل کی حامل نمونہ مسلمان تھیں۔ یہ ہستیاں لوگوں کے درمیان رہتی تھیں، ان کے ساتھ زندگی گزارتی تھیں دوسرے انسانوں کی طرح چلتی پھرتی، کھاتی پیتی، لباس پہنتی تھیں۔ ان کی سرشت فرشتوں سے بھی افضل تھی۔ ایسی سرشت جو خدا سے پیوستہ ہوتی ہے یہ ایسے انسان تھے جو دوسروں کا درد رکھتے یا لوگوں کے دکھ درد کو سمجھتے اور اپنے کردار اور رفتار سے ان کے دکھوں اور تکلیفوں کا مداوا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اگر ایسا نہ کرسکتے تو خود ان کی تکلیف اور مشکل میں شریک ہوتے تھے۔ وہ خود تکلیف اٹھاتے تھے تاکہ دوسروں کو آرام ملے۔ ایسے افراد اطبائے الٰہی اور ذات حق کے شاگرد ہیں اور اس شعر کے کامل مصداق ہیں:

کُلٌّ یُرِیدُ رِجَالَہُ لِحَیَاتِہ یَامَنْ یُرِیدُ حَیَاتَہُ لِرِجَالِہِ ۲؎

☆وہ روح کی عظمت میں برتری سمجھتے ہیں نہ کہ جسم پالنے اور جسمانی ضرورت کو پورا کرنے میں۔ اگر وہ جسم کے ساتھ زندہ اور موجود ہیں تو اس لئے تاکہ دوسروں کو اچھی زندگی کا درس دیں۔

وہ ان سے کہتے ہیں کہ جب لوگوں کے ساتھ زندگی گزارو تو پھر تم نہیں ہو بلکہ یہ لوگ ہیں جن کی خدمت کے لئے تمہیں زندہ رہنا چاہئے۔

انسانی ہمدردی میں اس مقام تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ میں کس طرح پیٹ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھر کر سو جاؤں جبکہ کسی دور دراز مقام پر کوئی انسان بھوکے پیٹ لیٹا ہو۔۴ جناب زہراؑ ایسے مدرسے کی تعلیم یافتہ تھیں۔نئی نویلی دلہن جس کا جہیز ایک زرہ کی قیمت ،یعنی چارسو درہم کا تھا اور اس کے گھر کا اثاثہ چند مٹی کے کاسے اور کوزوں پر مشتمل تھا۔ظاہر ہے کہ وہ شوہر کے گھر میں کس طرح زندگی گزارے گی۔

اب زہراؑ شوہر کے گھر جانے کے لئے تیار ہیں ان کے والدگرامی انھیں آخری سبق دیتے ہیں۔انھوں نے پہلے بھی اس طرح کے سبق سیکھے تھے ۔لیکن اخلاقی دروس کی پے در پے تکرار ہونی چاہئے تاکہ عملی مشق کے ذریعے وہ ملکہ نفسانی کی صورت میں بدل جائے ۔اگرچہ انھیں عملی مشق کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی جو کچھ بھی ہوں آخر انسان ہیں اور رشتہ دار اور ہمسایہ عورتوں سے میل جول رہتا ہے لہذا آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

میری بیٹی! لوگوں کی طرف دھیان نہ دینا،کہیں ایسا نہ ہو کہ پریشان ہو جاؤ کہ تمہارا شوہر غریب ہے۔فقر دوسروں کے لئے باعث ذلت ہے۔لیکن پیغمبرؐ اوران کے خاندان واہل بیتؑ کے لئے مایہ افتخار ہے۔

میری بیٹی! اگر تیرا باپ چاہتا تو زمین کے خزانوں کا مالک بن سکتا تھا لیکن اس نے رضائے الٰہی کو اختیار کیا۔بیٹی! جو کچھ تیرا باپ جانتا ہے اگر تو جان لے تو دنیا تیری نظروں میں بری لگنے لگے۔میں نے تیرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تجھے میں نے اپنے خاندان کے بہترین فرد کے سپرد کیا۔تیرا شوہر دنیا وآخرت میں عظیم ہے۔۵

اے پروردگار! فاطمہؑ مجھ سے ہے اور میں فاطمہؑ سے ہوں۔

خدایا! اسے ہر پلیدی وناپاکی سے دور فرما۔فاطمہ(س) خدا کی پناہ میں اپنے گھر جاؤ۔

بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ سب عورتیں اپنے گھروں کو واپس چلی گئیں۔لیکن اسماء بنت عمیس رہ گئیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں اور کیوں نہیں گئیں؟ انھوں نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ کی بیٹی کے پاس رہنا چاہئے۔شب عروسی جوان لڑکی کے پاس ایسی خاتون کا ہونا ضروری ہے۔شاید اسے کوئی ضرورت پیش آئے۔

کشف الغمہ کے مصنف نے اس داستان کے آخری حصے کو اسی صورت میں بیان کیا ہے۔ ابونعیم اصفہانی نے بھی اسماء بنت عمیس کے حالات زندگی میں یہ بات تحریر کی ہے۔۶ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی طالب اوران کی زوجہ اسماء بنت عمیس حبشہ کے مہاجرین کے پہلے گروہ میں سے تھے۔۷ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کے ساتویں برس فتح خیبر کے موقع پر مدینہ آئیں۔ان کے حبشہ سے آنے پر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ان دو میں سے کس پر زیادہ اظہار مسرت کروں، فتح خیبر یا جعفر کی آمد پر۔۸

اس بناء پر یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت اسماء جناب فاطمہ زہراؑ کی شب عروسی کے موقع پر مدینہ میں تھیں۔ اگر اصل میں روایت درست ہواور راویوں نے نام لکھنے میں اشتباہ نہ کیا ہوتو احتمال یہ ہے کہ یہ عورت اسماء ذات النطاقین بنت ابوبکر اورزبیر بن عوام کی زوجہ تھیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ابونعیم نے پہلے خود حضرت اسماء کی حبشہ کی طرف ہجرت، وہاں سے واپسی اوران کی اس مسئلے پر حضرت عمر سے بحث کا حوالہ دیا کہ حبشہ کے مہاجرین کی مدینہ کے مہاجرین پر بہت فضیلت ہے پھراس کے فوراً بعد حضرت فاطمہ(س) کی شب عروسی کے موقع پر آنحضرتؐ سے ان کی گفتگو کو نقل کیا ہے۔۹

معاصرین میں سے ایک فاضل شخص نے "فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ" (فاطمہؑ گود سے گور تک) نامی کتاب تالیف کی ہے۔جو تین سال پہلے بیروت میں چھپ چکی ہے۔ مذکورہ کتاب میں جب مصنف کو اس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو وہ گذشتہ علماء کے اقوال کو بنیاد بنا کر اس شادی میں اسماء بنت عمیس کی شرکت کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔اس کے بعد وہ جلد۲ صفحہ۲۰۴ میں کہتے ہیں:

اس کا معقول حل یہ ہے کہ یہ اسماء وہی اسماء بنت عمیس ہیں لیکن وہ حبشہ جانے کے بعد چند مرتبہ مکہ واپس آئیں اور چونکہ ان دو علاقوں کے مسافروں کو صرف بحیرہ احمر عبور کرنا پڑتا ہے، اس لئے یہ امر زیادہ مشکل بھی نہیں۔

اس محترم مصنف نے ایک اہم نکتہ فراموش کر دیا اور وہ یہ کہ تاریخی واقعات ہمارے فرض اور تصور کے تابع نہیں ہیں۔ اگر تعارض روایت کے موقع پر ایک اصولی یا فقیہ جہاں تک ممکن ہو جمع عرفی یا جمع فقاہتی کا سہارا لیتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مدلول روایت کا عملی اثر ہے۔ یعنی وہ احکام تکلیفی کی پانچ اقسام (واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح) میں سے ایک قسم کو بیان کر رہی ہے اور جہاں تک ممکن ہو ایک فقیہ کو امارت سے دستبردار نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن اس قسم کی تاریخ کو تاریخی واقعات اور روایات میں قبول نہیں کیا جا سکتا اگر بالفرض قبول کر بھی لیں تو کم از کم ایک سند ایسی ہونی چاہئے جو اشارۃً یا اجمالاً یہ بیان کرے کہ مہاجرین حبشہ مکہ آتے جاتے رہتے تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مہاجرین حبشہ کے چند افراد مدینے سے پہلے مکہ واپس آ گئے تھے اور وہ اس وقت جب انھوں نے سنا یا خود خیال کیا کہ قریش مکہ نے حضور اکرمؐ کی مخالفت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔

ابن ہشام نے ان مہاجرین میں سے ہر ایک کا نام اور قبیلہ لکھا ہے۔ کسی چھوٹی سی روایت میں بھی حضرت جعفر ابن ابی طالب یا ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس کی واپسی کا اشارہ نہیں ملتا۔

اگر آج حجاز سے حبشہ کا سفر بحیرہ احمر کے عرض کو عبور کرنے سے آسان ہو گیا ہے تو اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ چودہ سو سال پہلے بھی یہ سفر اتنا ہی آسان تھا وہ لوگ جنھوں نے جان کے خوف اور جسمانی آزار و تکلیف کے ڈر سے ایک غیر ملک میں پناہ حاصل کی ہو، وہ تاجروں یا سیاحوں کی طرح نہ تھے جو ہمیشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے رہتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہمارے پاس دوسری صدی ہجری کی ایک سند موجود ہے جس میں اسماء بنت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عمیس کی ہجرت کا تمام واقعہ نقل ہوا ہے یہ سند ابوعبداللہ مصعب بن عبداللہ زبیری کی کتاب ''نسب قریش'' ہے۔ مصعب کی کتاب پروپیگنڈے کی غرض سے نہیں لکھی گئی بلکہ نہایت دقیق بیان ہے جو درجہ اول کی روایت کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔ وہ اسماء کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

جب جعفر بن ابی طالب نے حبشہ ہجرت کی تو اپنی زوجہ اسماء بنت عمیس کو بھی ساتھ لے گئے۔ حبشہ میں اسماء کے بطن سے جعفر کے تین بیٹے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے۔ عبداللہ کی پیدائش کے چند دن بعد نجاشی کے ہاں بھی ایک بیٹے کی ولادت ہوئی۔ اس نے کسی کو حضرت جعفر کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت جعفر نے بتایا عبداللہ، نجاشی نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا اور حضرت اسماء نے اس بچے کو دودھ پلانا اپنے ذمہ لے لیا۔ اس وجہ سے نجاشی کی نظروں میں ان کی قدر و منزلت بڑھ گئی جب حضرت جعفر نے دو کشتیوں کے مسافروں کے ہمراہ واپسی کا ارادہ کیا تو اسماء بنت عمیس نے اپنے بیٹوں کو جن کی ولادت حبشہ میں ہوئی تھی ساتھ لیا اور مدینے آ گئیں۔ وہ مدینہ میں رہیں یہاں تک کہ جنگ موتہ میں حضرت جعفر گئے اور شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔[۱۰]

اسماء بنت عمیس کے بارے میں یہ تاریخی سند قدیم ترین بھی ہے اور اس کے ساتھ واضح ترین مآخذ بھی ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ حضرت جعفر فتح خیبر کے بعد ساتویں ہجری میں مدینے آئے تھے۔ حضرت جعفر نے حبشہ کی طرف ہجرت، مہاجرین کے دوسرے گروہ کے ساتھ کی۔ ہجرت کا واقعہ ابن ہشام نے اپنی سیرۃ[۱۱] اور بلاذری نے انساب الاشراف میں بھی بیان کیا ہے۔ بلاذری لکھتے ہیں:

جعفر اپنی زوجہ اسماء بنت عمیس کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے دوسرے گروہ میں تھے اور حبشہ میں ہی رہے۔ ابوطالب اپنی زندگی میں ان کے اخراجات بھیجتے رہے۔ آخر میں وہ فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینے آ گئے۔[۱۲]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پس وہ روایات جو مکہ میں حضرت خدیجہ کی وفات کے موقع پر اور مدینے میں حضرت زہراؑ کی شادی کی رات اسماء کی موجودگی کا تذکرہ کرتی ہیں ، واقعات کو آپس میں غلط سلط کرنے یا کسی دوسری خاتون کے ساتھ نام کے اشتباہ کرنے پر مبنی ہیں۔اس طرح کے واقعات میں اس طرح کی غلطیاں بکثرت دیکھنے میں آتی ہیں۔

شادی کے تین دن بعد پیغمبر اکرمؐ اپنی بیٹی سے ملنے جاتے ہیں ۔اپنی لخت جگر اور داماد کے حق میں دعا فرماتے ہیں دوبارہ فضائل علیؑ کا تذکرہ کرتے ہیں۔اور واپس گھر آجاتے ہیں لیکن آپؐ کے چہرے سے عیاں ہے کہ اپنے جگر گوشے کی دوری اس تھوڑے سے فاصلے کے لئے بھی آپؐ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔کئی برسوں تک فاطمہ زہراؑ دن رات آپؐ کے ساتھ رہیں۔وہ بیٹی ہونے کے ساتھ حضرت خدیجہ کی یادگار اور آپؐ سے ہی حضرت خدیجہ کی یادیں تازہ ہوجاتی تھیں۔آپؐ فرماتے تھے:

کون ہے جو خدیجہ کی جگہ لے سکے؟ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس نے میری تصدیق کی۔جب سب نے مجھے چھوڑ دیا تو اس نے اپنے ایمان اور مال کے ساتھ دین خدا کی نصرت کی۔۱۳

آپؐ کی خواہش تھی کہ خدیجہ کی یادگار ہمیشہ ان کے پاس رہے لیکن اب وہ علیؑ کی زوجہ تھیں۔لہذا انھیں علیؑ کے گھر میں رہنا چاہیئے تھا۔اگر آپؐ اپنے گھر کے نزدیک ان کے لئے ایک حجرہ فراہم کردیتے تو آپؐ آسودہ خاطر ہوجاتے ۔شاید اس کے لئے مدینہ کے مسلمانوں کو زحمت اٹھانا پڑے۔آخر کار آپؐ نے اپنی بیٹی اور داماد کو اپنا حجرہ دینے کا فیصلہ کیا، لیکن یہ کام بھی مشکل ہے۔کیونکہ آپؐ کے گھر میں پہلے دو بیویاں (حضرت سودہ اور حضرت عائشہ) موجود ہیں۔حارثہ بن نعمان کو اس امر کی خبر ملتی ہے۔وہ آنحضرتؐ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں:

میرا گھر آپؐ سے زیادہ نزدیک ہے۔میں بذات خود اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپؐ کے اختیار میں، خدا کی قسم! میں یہ زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میرا مال آپؐ کے پاس رہے، بجائے اس کے کہ وہ میرے پاس رہے۔آپؐ نے جواب میں فرمایا: اللہ سبحانہ آپ کو اجر عنایت فرمائے۔

اس دن کے بعد علیؑ اور فاطمہؑ حارثہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں منتقل ہوگئے۔۱۴؎

ہجرت کے بعد پہلے دوسال اور اس کے بعد کا کچھ عرصہ پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں کے لئے انتہائی سخت اور مشکل دور تھا۔ سیاسی حالات کے حوالے سے بھی اور معاشرتی ومعاشی حوالے سے بھی۔ جس دن میثاق مدینہ کا پیمان باندھا گیا۱۵؎ اگرچہ یہودی سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے تمام سہولیات سے بہرہ مند تھے، لیکن انھوں نے بعض وجوہات کی بنا پر (جن کی تفصیل بیان کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے)۱۶؎ پیغمبر اکرمؐ سے اپنی مخالفت اور دشمنی کا آغاز کردیا اور وہ مخالفت میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ مسلمانوں نے قرآن کے حکم سے یہودیوں سے ہر قسم کے روابط وتعلقات یکسر ختم کردیئے۔ مسجد اقصیٰ سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی نے رسول اکرمؐ سے ان کے بغض وکینہ میں اضافہ کردیا۔ یثرب میں ایک اور گروہ بھی تھا جو مسلمانوں کے بھیس میں مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل تھا۔

اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن ابی سلول تھا۔ پیغمبر اکرمؐ کے مدینے میں تشریف لانے سے پہلے یثرب شہر کی سرداری کا سودا عبداللہ ابن ابی کے سر میں سمایا ہوا تھا اس کی حکومت کے مقدمات فراہم ہوچکے تھے۔ لیکن رسول اللہؐ کی مکہ سے مدینہ ہجرت نے اسے معاشرہ میں رعب ودبدبہ وبزرگی سے محروم کردیا۔

عبداللہ اور اس کے طرفدار بظاہر مسلمان ہوگئے اور رسول خداؐ کے حمایتی بن گئے۔ لیکن ان کے دل آپؐ کے ساتھ نہ تھے۔ خصوصاً عبداللہ کو جب بھی موقع ملتا وہ اسلام اور مسلمانوں پر کاری ضرب لگاتا۔ جیسا کہ جنگ احد میں (درے سے) عقب نشینی مسلمانوں کی شکست

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا موجب بنی۔اسی طرح رجیع اور بئر معونہ کا حادثہ جس میں چالیس سے زیادہ ممتاز مسلمان شہید ہو گئے ،بھی دشمنوں کی زبان درازی کا سبب بنا اور اس کی وجہ سے دنیا طلب قبائل اسلام کے دشمنوں سے مل گئے۔

مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی نہایت ابتر تھی ۔مدینے کے مسلمانوں اور انصار نے جہاں تک ہو سکا مہاجرین کے ساتھ تعاون کیا۔ بلکہ تمام تر مشکلات اور تنگدستی کے باوجود انھوں نے مہاجرین کو اپنے پر ترجیح دی۔لیکن غریب کسانوں اور ٹھیلے والے دکانداروں کی مالی توانائی کس قدر ہو سکتی ہے؟ جنگی مال غنیمت بھی اتنی مقدار میں نہ تھا کہ نئے مسلمانوں کی ضروریات پوری کی جا سکیں۔آنحضرتؐ کے ذمے ان لوگوں کی ہدایت اور ان کے امور کا انتظام تھا آپؐ ان مسلمانوں کو اپنے پر اور اپنے رشتہ داروں پر مقدم رکھتے تھے اگر کہیں سے کوئی راہ کھلتی تو وہ ضرورت مند مہاجرین اور انصار کا حق ہوتی۔ یہ سبق آپؐ کو اور آپؐ کے خاندان والوں کو قرآن نے سکھایا کہ اگر وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں اور خدا کو دوست رکھتے ہیں تو اپنے منہ سے لقمہ بچا کر فقیروں ،یتیموں اور اسیروں کو کھلائیں اور ان پر منت بھی نہ جتائیں اور جان لیں کہ یہ لقمہ ان ضرورت مندوں کا حق ہے جو خدا نے ان کے لئے معین فرمایا ہے اور اس حق کی ادائیگی کے بعد کسی جزا اور شکریے کی امید بھی نہیں رکھنی چاہئے۔وہ اس نیک عمل کی جزا دوسرے جہان میں پائیں گے جس دن تمام چہرے مرجھائے اور اترے ہوئے ہوں گے۔ان کے چہرے خوش وخرم ہوں گے۔ان کے لبوں پر مسکراہٹ ہوگی۔۱۸؎

یہ امر مسلم ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے چچازاد بھائی علی علیہ السلام اور آپؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ اس حکم کے بجالانے میں دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھیں۔یعنی اس حکم پر عمل کرنے میں ان سے بڑھ کر کون سزاوار تھا۔یہ آیات ان کے گھر میں اور ان پر نازل ہوئیں۔ یہ اسی اخلاقی حکم کی بجاآوری تھی کہ ان میاں بیوی نے عام انسان کی توانائی سے بڑھ کر سختیوں اور مشکلات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو برداشت کیا۔ان ایام کے چالیس سال بعد جب علیؑ نے اس مشقت اور دکھ درد سے بھری دنیا سے آنکھیں بند کیں اور ان کی روح نے ملکوت اعلیٰ کی طرف پرواز کی تو باوجود اس کے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری پانچ سال عالم اسلام کے حکمران کی حیثیت سے گزارے تھے، ان کے بیٹے امام حسن علیہ السلام نے اپنے پہلے خطبے میں ان کی یوں تعریف کی:

اے لوگو! ایک ایسا انسان اپنے خالق سے جاملا ہے کہ پہلے والوں میں سے کوئی ان پر سبقت نہیں لے سکا اور آئندہ آنے والوں میں سے کوئی ان کے مرتبے تک نہ پہنچ سکے گا جب رسول اللہؐ انھیں کوئی مہم سر کرنے کے لئے بھیجتے تو جبرائیلؑ ان کے دائیں طرف سے اور میکائیلؑ ان کے بائیں طرف سے حفاظت کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ کامیاب لوٹتے۔ جو کچھ انھوں نے چھوڑا ہے وہ سات سو درہم ہیں۔

اس سند کو ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے۔ یہ قدیم ترین تاریخی اسناد میں سے ہے اور تمام مؤرخین نے اس سے استناد کیا ہے۔ ۱۹

ابن عبدربہ اندلسی جس کی وفات چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں ہوئی اور اس نے یہ کتاب تیسری صدی ہجری کے آخر میں لکھی ہے، اپنی کتاب میں اس نے علیؑ کا باقی ترکہ تین سو درہم لکھا ہے۔ ۲۰

یہ بڑی بے انصافی ہوگی کہ اگر کوئی اپنے خیال کے مطابق یا ناآگاہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر ایک کتاب لکھے اور اسلام کا تعارف فلسفہ کی روشنی میں کرانا چاہے، پھر ابن سعد اور ابن عبدربہ سے بھی چند صدیوں بعد کے منابع اور ماخذوں کے غلط ترجموں پر اعتماد کرتے ہوئے علیؑ کو اپنے زمانہ کے سرمایہ دار کے طور پر پیش کرے۔

یہ بے انصاف افراد اپنے کوتاہ بین افکار کی وجہ سے ہر واقعے کو اپنی غلط، بے جا اور غیر منطقی تاویلات کے ذریعے اپنے خودساختہ اور نادرست نتائج پر منطبق کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس مختصر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زحمت کے بھی روادار نہیں کہ پہلے تمام اسناد اور روایات کی تحقیق کر لیں ان کی درجہ بندی کریں اور پھر کوئی نتیجہ اخذ کریں۔کیا یہ افراد ایسا نہیں کر سکتے یا کرنا نہیں چاہتے؟ اللہ بہتر جانتا ہے:

﴿وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾۲۱

حوالہ جات:

۱۔نعیم اصفہانی۔ ۲۔دیوان متنبّی ص۱۹۰ ج۳۔

۳۔ملاحظہ فرمائیں حضرت علیؑ کا عثمان بن حنیف کے نام خط، نہج البلاغہ ص۵۰ خ۴۔

۴۔کشف الغمہ ج۱،ص۳۶۳۔ ۵۔ایضاً،ص۳۵۱۔

۶۔حلیۃ الاولیاء ج۲،ص۵۷۔ ۷۔رجوع فرمایئے:ابن ہشام،ج۱،ص۳۴۵و ابن سعد ج۸ص۵۔

۸۔ابن ہشام ج۳،ص۴۱۴۔ ۹۔حلیۃ الاولیاء ج۲،ص۴۷۔۵۷۔

۱۰۔نسب قریش،ص۸۱۔ ۱۱۔سیرۃ ابن ہشام ج۱ص۳۱۵۔

۱۲۔ایضاً ص۱۹۸۔ ۱۳۔بحار ج۴۳ص۱۳۱۔

۱۴۔ابن سعد،طبقات ج۸ص۱۴ نیز رجوع فرمائیں اصابہ ج۸ص۱۵۸ حصہ اول اور الاخبار الموفقیات ص۳۷۶۔

۱۵۔تحلیلی از تاریخ اسلام از ڈاکٹر جعفر شہیدی ص۳۹۔۵۳۔ ۱۶۔ایضاً ص۵۵

۱۷۔حادثہ رجیع کا خلاصہ یہ ہے کہ کنانہ کا ایک گروہ رسول اکرمؐ کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ کچھ آدمیوں کو ان کے قبیلہ میں اسلام کے احکام کی تعلیم کے لئے بھیج دیں۔آپؐ نے چھ آدمی ان کے ہمراہ بھیج دیئے۔لیکن ان لوگوں نے ان چھ آدمیوں پر رجیع کے مقام پر حملہ کر دیا اور ان میں سے چار کو قتل کر دیا اور بقیہ دو کو مکہ کے مشرکین کے سپرد کر دیا ان لوگوں کو قریش نے اپنے مقتولوں کے بدلہ میں قتل کر دیا۔بئر معونہ کے حادثہ میں رسول اللہؐ کے ۳۸ نمائندے شہید ہوئے۔

۱۸۔سورہ دھر:۸۔۱۱۔ ۱۹۔الطبقات ج۳ص۲۶۔ ۲۰۔العقد الفرید ج۵ص۱۰۳۔

۲۱۔رعد:۳۳

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِنْ یَمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُہٗ ۱؎

ہجرت کے تیسرے سال کا رمضان آ پہنچا ہے۔ ایک نومولود "حسنؑ" کی ولادت نے، جنگ بدر کی کامیابیوں کی حسین وشیریں یادوں کو، جو پچھلے رمضان میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھیں، مذید شیریں بنادیا ہے۔ لیکن اس فرخندہ ولادت کے چند دن بعد غم واندوہ کے بادل اس شہر پر چھا جاتے ہیں۔ مکہ اور مدینہ ایک بار پھر ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے ہیں۔ قریش اور ابوسفیان جنگ بدر میں اپنی شکست برداشت نہیں کر سکے۔ لہذا انھوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ مدینے کا محاصرہ کرلیا ہے گذشتہ سال کے برخلاف اس دفعہ مکہ نے یثرب پر کاری ضرب لگائی ہے۔ کیوں؟ چونکہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تمام تر توجہ خدا کی طرف تھی، لیکن جنگ احد میں سپاہیوں کے ایک دستے نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کردیا اور دنیا کے لالچ میں آ گئے۔ انھوں نے پیغمبرؐ کے فرمان پر عمل نہ کیا اور مال غنیمت لوٹنے لگے۔ کمین گاہ میں چھپے دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ ایک اور گروہ نے جو عبد اللہ بن ابی کے ساتھ تھا، جنگ سے پہلے میدان کارزار چھوڑ دیا اور اپنے گھروں کو واپس چلا گیا۔ عبداللہ بن ابی پیغمبر اکرمؐ کی مدینہ تشریف آوری کے دن سے ہی دلی طور پر خوش نہیں تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ مدینے کے لوگ اسے شہر کا حکمران بنانا چاہتے تھے۔ جب اس کی خواہش پوری نہ ہوئی تو اس نے رسولخداؐ سے ہمیشہ منافقانہ رویہ اپنایا۔ جنگ احد کی شوریٰ میں مدینہ میں رہ کر دفاع کرنے کی اس کی تجویز بھی نہ مانی گئی۔ بہرحال اس جنگ میں کچھ عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، کچھ بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ کچھ خاندان بے سہارا ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے چچا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور اسلام کے شجاع اور دلیر کمانڈر حضرت حمزہ چوہتر (۷۴) دیگر مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوجاتے ہیں۔ اگر چہ یہ تعداد زیادہ قابل توجہ اور کثیر نہیں ہے لیکن مدینہ کی نومسلم آبادی بالخصوص ان مسلمانوں کے لئے جو دو منظّم گروہوں، یہودیوں اور منافقوں کے درمیان زندگی گزار رہے ہوں، ایک ناقابل تلافی نقصان تھا یہ صدمہ مسلمانوں کے لئے اس قدر شدید تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چند آیات ان کی تسلی و تشفی کے لئے نازل فرمائیں ارشاد ہوا:

﴿اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ...... وَلَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ ۲

اگر تمہیں کوئی زخم لگا ہے تو تمہارے دشمن کو بھی ویسا ہی زخم لگ چکا ہے اور یہ وہ ایام ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں...... اور موت کے سامنے آنے سے قبل تو تم مرنے کی تمنا کر رہے تھے سو اب وہ تمہارے سامنے ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کو خبر ملتی ہے کہ جنگ میں آپ کے بابا زخمی ہوگئے ہیں۔ آپؐ کو پتھر لگا ہے اور چہرۂ اقدس خون سے رنگین ہوگیا ہے۔ حضرت زہراؑ فوراً چند عورتوں کو ساتھ ملاتی ہیں پانی اور خوراک اٹھاتی ہیں۔ اور میدان جنگ کی طرف جاتی ہیں۔ خواتین، زخمیوں کو پانی پلاتی ہیں ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرتی ہیں اور جناب فاطمہؑ اپنے باپ کے زخم صاف کرتی ہیں۔ ۳ خون نہیں رکتا وہ بوری کے ایک ٹکڑے کو جلاتی ہیں اور اس کی راکھ زخم پر رکھتی ہیں تاکہ خون رک جائے۔ ۴ ان باایمان مسلمانوں، خصوصاً حضرت حمزہ کی شہادت، پیغمبر اکرمؐ، آپؐ کے خاندان، آپؐ کی بیٹی اور تمام مسلمانوں پر بڑی گراں گزری۔ واقدی نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ حضرت حمزہ کے غم میں گریہ کرتے رہے۔ حضرت زہراؑ بھی روتی رہیں۔ ۵

ستر سے زیادہ پاک دل مجاہدوں کی شہادت نے تمام مسلمانوں کو غمزدہ کر دیا تھا لیکن دشمنوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(یہودیوں اورمنافقوں) کے طعنے اور باتیں ان سے زیادہ تکلیف دہ تھیں یہود نے زبان درازی شروع کی اور مسلمانوں کی سرزنش کرنے لگے کہ اگر تمہارا رہبر پیغمبر ہوتا تو اسے ایسی شکست نہ ہوتی۔ منافقین نے بھی مختلف قبائل کو پیغمبر اکرمؐ سے علیحدہ کرنے کی بہت کوشش کی۔ رسول خداؐ نے ایک طرف قرآن کی آیات تلاوت فرما کر اور دوسری جانب شہداء کے پسماندگان سے دلجوئی کر کے منافقانہ پروپیگنڈے کا اثر زائل کر دیا۔ آپؐ کبھی کبھی شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور خدا سے ان کے لئے مغفرت طلب فرماتے۔ آپؐ کی دختر بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شہداء کے لواحقین کی دلجوئی کرتیں۔

واقدی نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر دوسرے یا تیسرے دن احد جاتیں، شہداء کے مزاروں پر گریہ کرتیں اور ان کے لئے دعا فرماتیں۔[۶]

حوالہ جات:

۱۔ آل عمران: ۱۴۰۔ ''اگر تمہیں کوئی زخم لگا ہے تو تمہارے دشمن کو بھی ویسا ہی زخم لگ چکا ہے۔''

۲۔ آل عمران: ۱۴۰۔۱۴۳

۳۔ مغازی ص ۲۴۹ نیز رجوع فرمائیے: انساب الاشراف ص ۳۲۴۔ واقدی نے عورتوں کی تعداد چودہ لکھی ہے۔

۴۔ مغازی ص ۲۵۰

۵۔ حوالہ سابق ص ۲۹۰

۶۔ واقدی ص ۳۱۳

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿...وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ۱

رفتہ رفتہ جنگ احد کا تلخ واقعہ فراموش ہو جاتا ہے۔ درہم برہم گھر نئے سرے سے آباد ہونا شروع ہوتے ہیں۔ بیوہ عورتیں نکاح کر لیتی ہیں۔ موقع پرستوں پر حملوں کا آغاز ہوتا ہے اور مدینہ سے باہر بھیجے ہوئے دستوں کو کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔

ہجرت کے چوتھے سال ماہ شعبان میں حسینؑ کی ولادت سے علیؑ کا گھر ایک مرتبہ پھر منور ہوتا ہے۔ ان کی پیدائش سے علیؑ کے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان کے دو بیٹوں کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے ہاں جناب فاطمہ (س) کے بطن پاک سے زینب، ام کلثوم اور محسن پیدا ہوئے۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ پہلے جناب حسنؑ کا نام حرب رکھا گیا۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا ان کا نام حسنؑ ہے۔ اس کے بعد حسینؑ اور محسنؑ کا نام بھی حرب رکھا گیا۔ لیکن حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میں ان کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھنا چاہتا ہوں ۲ البتہ اہل بیتؑ کی روایات میں آیا ہے کہ علیؑ اور فاطمہؑ نے اپنے بچوں کے نام آنحضرتؐ کے سپرد کئے کہ آپؐ ہی ان کے نام تجویز فرمائیں اور انھوں نے بچوں کے نام اس ترتیب سے رکھے: حسن، حسین اور محسن علیہم السلام ۳

تنگدست مسلمانوں کی مالی حالت بھی بتدریج بہتر ہونے لگی۔ وہ قبائل جو جنگ احد کے بعد مسلمانوں سے الگ ہوگئے تھے۔ جب انھوں نے مسلمانوں کی ثابت قدمی اور بعد کی کامیابیوں کو دیکھا تو انھوں نے مکہ سے منہ موڑ کر دوبارہ مدینے کی طرف رخ کیا یا کم از کم مکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے مقابلے میں غیر جانبداری اختیار کی۔ جنگی غنائم کی وجہ سے مسلمانوں کے امور میں کچھ آسانیاں پیدا ہوگئی تھیں نبی زادیؑ کا گھر اسی طرح خالی اور ضروریات زندگی سے محروم تھا۔ علیؑ اور فاطمہؑ نے زہد، قناعت، ایثار اور بھوک کو اپنا شعار بنالیا تھا۔

ابن شہر آشوب بیان کرتے ہیں: ایک دن علیؑ نے فاطمہ (س) سے پوچھا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟

جواب ملتا ہے: خدا کی قسم! دو دن سے میں اور میرے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ بھوکے ہیں۔

علیؑ فرماتے ہیں: آپؑ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟

فاطمہؑ فرماتی ہیں: مجھے خدا سے شرم آتی تھی کہ آپؑ سے اس چیز کا مطالبہ کروں جسے آپؑ مہیا نہیں کر سکتے۔

حضرت علیؑ گھر سے باہر جاتے ہیں۔ ایک دینار قرض لیتے ہیں۔ گرمی بہت زیادہ ہے۔ تپتے ہوئے سورج نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس گرمی کے عالم میں مقداد بن اسود پریشان حالت میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

علیؑ پوچھتے ہیں: مقداد کیا ہوا؟ کیوں اس گرمی میں گھر سے باہر کھڑے ہو؟

مقداد: اس کا جواب دینے سے مجھے معاف رکھیں۔

علیؑ: یہ نہیں ہوسکتا آپ کو مجھے بتانا ہوگا۔

مقداد: اگر ایسا ہے تو سنیے! بات یہ ہے کہ بھوک نے مجھے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کردیا ہے۔ مجھ سے بچوں کا رونا برداشت نہیں ہوسکتا۔

علیؑ: خدا کی قسم! میں بھی اسی خاطر گھر سے نکلا تھا۔ یہ دینار قرض لیا ہے، لیکن تجھے اپنے آپ پر مقدم سمجھتا ہوں۔ یہ کہہ کر قرض لی ہوئی رقم مقداد کے حوالے کردیتے ہیں۔[2]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس مساوات پر پیغمبرا کرمؐ کی دختر کا بھی برابر کا حصہ تھا بلکہ کبھی کبھار ان کا حصہ بڑھ جا تا تھا۔

ایک دن، دودن یا تین دن وہ خوداوران کے بچے بھوکے رہتے تھے،لیکن فاطمہ زہرؑا علیؑ کونہیں بتاتی تھیں ۔جب علیؑ آگاہ ہوتے تو فرماتے کہ مجھے کیوں نہیں بتایا کہ بچے بھوکے ہیں؟ فاطمہ زہرؑا جواب میں فرماتیں:

میرے بابا نے فرمایا ہے: علیؑ سے کوئی چیز طلب نہ کرمگر یہ کہ وہ خود آپ کے لئے مہیا کریں۔۵

ابن شہرآشوب کی روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا:

مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ آپ سے ایسی چیز مانگوں، جسے پورا کرنے کی طاقت آپ میں نہ ہو۔٦

ابونعیم اصفہانی علمائے اہل سنت والجماعت میں سے ہیں ۔سنہ ۴۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ انھوں نے خدا کے برگزیدہ بندوں کے اوصاف کے متعلق ایک کتاب بنام حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء چندجلدوں میں تحریر کی ہے۔اس میں انھوں نے ایک فصل جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے مختص کی ہے ۔اس فصل میں وہ اپنی اسناد کے ساتھ عمران بن حصین سے یوں بیان کرتے ہیں:

ایک دن پیغمبرا کرمؐ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم فاطمہ زہرؑا سے ملنے میرے ساتھ چلو گے؟

عمران: کیوں نہیں ۔ہم اکٹھے فاطمہ زہرؑا کے گھر گئے ۔حضورؐ نے اجازت مانگی آپؐ کی بیٹی نے گھر آنے کی اجازت دی رسول اللہؐ: میرے ساتھ ایک اور آدمی ہے، کیا اس کے ساتھ اندر آجاؤں؟

فاطمہؑ: باباجان! خدا کی قسم ایک عبا کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔

رسول اللہؐ: میری بیٹی! عبا سے اپنے آپ کا اس طرح سے پردہ بنالے ۔(آپؐ نے پردہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنے کا حکم دیا)

فاطمہؑ: میرے پاس اوڑھنی نہیں ہے پیغمبر اکرمؐ نے کاندھے پر جو پرانی چادر تھی وہ فاطمہ زہرؑا کے سامنے رکھ دی اور کہا اس سے اپنا سرڈھانپ لیں۔عمران نقل کرتے ہیں؛ ہم اکٹھے حجرے میں داخل ہوئے۔

رسول اللہؐ: بیٹی کیسی ہو؟

فاطمہؑ: باباجان تکلیف سہنے کے ساتھ خالی پیٹ بھی ہوں۔

رسول اللہؐ: کیا آپؑ راضی نہیں ہیں کہ آپ جہان کی عورتوں کی سردار ہوں؟

فاطمہؑ: باباجان کیا مریم بنت عمران عورتوں کی سردار نہیں ہیں؟

رسول اللہؐ: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں تم سب جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔ تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں عظمت و بزرگی کا مالک ہے۔ ے

یہ عمران نامی صحابی جو پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ حضرت زہرؑا کے گھر گئے اور اس واقعہ کا مشاہدہ کیا، قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان افراد میں سے تھے جو جنگ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ ۸ ان کی روایت سے ایک نہایت اہم نکتہ اخذ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ ملاقات تقریباً فتح مکہ کے بعد یا اس سے کچھ پہلے ہوئی ہے۔اس مدت تک مسلمانوں کی معاشی حالت پہلے سے کہیں زیادہ بہتر ہو چکی تھی۔لیکن پیغمبر اکرمؐ کے گھر والے اب بھی انھیں مشکل حالات میں زندگی گزار رہے تھے۔رسول زادیؑ کے پاس اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عبا کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا ۔اور وہ باپ کی طرف سے دی گئی چادر سے اپنا سر چھپاتی ہیں۔

ابونعیم اپنی کتاب میں رسول اللہؐ کی دختر کے حالات زندگی پر مشتمل باب کے آغاز میں حضرت زہرؑا کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

انھوں نے اس دنیا کی برائی اور آفتوں کو دیکھا اور اپنے آپ کو دنیا اور مافیہا سے جدا کر لیا۔ ۹

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک دن حضرت سلمانؓ رسول زادیؑ کے گھر جاتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے سر پر جو چادر ہے، اسے کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ سلمان حیرانگی کے ساتھ اس چادر کو دیکھتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا پیشوائے عرب کی بیٹی اور رسول خداؐ کے چچازاد بھائی کی زوجہ نہیں ہیں؟ مسلمان ایسا سوچنے میں حق بجانب ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ایران کے شاہزادوں کی زندگیاں اور ان کا شکوہ و جلال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے جب فاطمہ زہراؑ رسول اللہؐ سے ملنے گئیں تو آپؐ سے عرض کی:

بابا جان! سلمان نے میری پھٹی ہوئی چادر دیکھ کر اظہار تعجب کیا ہے۔ خدا کی قسم! علیؑ کے گھر میں آئے ہوئے پانچ سال ہو چکے ہیں ہمارے پاس ایک بھیڑ کی کھال ہے، جس پر دن کے وقت اونٹ کو چارہ ڈالتے ہیں اور رات کو اسی پر سوتے ہیں۔[10]

وہ نہ صرف لباس اور خوراک میں کم سے کم پر قناعت کرتیں اور مشکلات کو برداشت کرتیں بلکہ گھر کا کام کاج بھی کسی دوسرے سے مدد نہیں لیتی تھیں۔ پانی لانے سے لے کر گھر کی صفائی، مکئی یا گیہوں پینے اور بچوں کی دیکھ بھال تک سب کچھ خود کرتی تھیں۔ کبھی کبھار ایک ہاتھ سے چکی چلاتیں اور دوسرے ہاتھ سے بچے کو تھپکیاں دے کر سلاتی تھیں۔ ابن سعد اپنی روایت میں حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں:

جب فاطمہؑ سے شادی کی تو ہمارے پاس بھیڑ کی ایک کھال تھی جسے رات کو ہم بچھونا بنا کر سوتے اور دن کو پانی نکالنے والے اونٹ کو چارہ ڈالتے اور اس اونٹ کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور خدمت گزار نہ تھا۔[11]

اتنی خودداری اور اتنے زہد کے باوجود، جب ایک دن رسول اکرمؐ حضرت زہراؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو جناب زہراؑ کی گردن میں ایک گلوبند دیکھا جسے حضرت علیؑ نے اپنے حصے (فیٔ) سے خریدا تھا۔ آپؐ فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میری بیٹی کیا دنیا پر فریفتہ ہوگئی ہو؟ لوگ کیا کہیں گے کہ محمدؐ کی بیٹی ہو اور جباروں جیسا لباس پہنتی ہو۔ حضرت فاطمہؑ نے گلوبند بیچ دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام آزاد کرا دیا۔ ۱۲؎

علیؑ بنی سعد کے ایک شخص سے فرماتے ہیں:

کیا تم چاہتے ہو میں اپنا اور فاطمہؑ کا قصہ سناؤں؟ فاطمہ زہراؑ اپنے باپ کی نظروں میں سب سے محبوب ترین شخصیت تھیں لیکن وہ میرے گھر میں مشکیزہ کے ذریعے اس قدر پانی لائیں کہ مشکیزہ کے داغ ان کے سینہ پر پڑ گئے۔ انھوں نے اتنی چکی چلائی کہ ان کے ہاتھوں پر گٹھے پڑ گئے اور گھر میں اتنی جھاڑو دی کہ ان کے لباس کا رنگ خاک کی مانند ہوگیا اور اس قدر............ ۱۳؎

ایک دن میں نے ان سے کہا کہ کیا ہو جائے گا اگر آپ اپنے والد سے ایک خادم کا تقاضا کریں تا کہ وہ کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے اور آپ کی مدد کر سکے؟ سیدہ زہراؑ اپنے بابا کی خدمت میں تشریف لے گئیں، لیکن بابا سے کچھ مانگنے میں شرم محسوس کی اور بغیر کچھ کہے گھر واپس آ گئیں۔ پیغمبر اکرمؐ سمجھ گئے کہ ان کی لختِ جگر کسی کام سے آپؐ کے پاس آئیں تھیں۔ دوسرے دن رسول خداؐ ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے سلام کیا ہم خاموش رہے۔ آنحضرتؐ کا معمول یہ تھا کہ تین مرتبہ سلام کرتے، اگر جواب نہ ملتا تو واپس چلے جاتے۔ ہم نے آپؐ کے دوسرے سلام کا جواب دیا۔ اور آپؐ سے گزارش کی کہ اندر تشریف لے آئیں۔ آپؐ گھر میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: فاطمہؑ کل بابا سے تمہیں کیا کام تھا؟ مجھے خوف لاحق ہوا کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا ہے وہ اپنے باپ سے نہ کہیں۔ میں نے عرض کی: فاطمہؑ کی صورتحال یہ ہے کہ گھر کے کام کاج کی سختی سے انھیں اذیت ہوتی ہے اور اس تکلیف کے اثرات ان کے جسم پر نمایاں ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپؐ کے پاس جا کر ایک خادمہ کا مطالبہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو ایک خادم سے بہتر ہے؟ جب آپ سونے لگیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تو تینتیس مرتبہ خدا کی تسبیح سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ خدا کی حمد الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھیں فاطمہ زہراؑ نے سر اوپر اٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔[۱۴]

ابن سعد نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ نے اپنے والد گرامی سے خادم کا تقاضا کیا تو آپؐ نے جواب میں فرمایا:

''خدا کی قسم! جب تک اصحاب صفہ بھوک کی حالت میں ہیں۔ میں آپ کو خادم نہیں دوں گا۔''[۱۵]

شیخ صدوق امالی میں ذکر کرتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرمؐ کسی سفر سے واپس آتے سب سے پہلے فاطمہ زہراؑ سے ملنے جاتے اور کافی دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہتے۔ پیغمبر اکرمؐ کے ایک سفر کے دوران حضرت فاطمہؑ نے اپنے لئے چاندی کے گوشوارے، گلوبند اور کنگن بنوا لئے اور گھر کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا دیا۔ حسب معمول سفر سے واپسی پر آپؐ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد ناراضگی کے تاثرات لئے وہاں سے آ گئے۔ اور مسجد نبوی کا رخ کیا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ فاطمہؑ کی طرف سے ایک شخص گلوبند، گوشوارے، کنگن اور پردہ لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آ پہنچا اور کہا کہ فاطمہؑ کہہ رہی ہیں کہ ان چیزوں کو فروخت کر دیں اور راہ خدا میں استعمال کریں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اس پر باپ قربان ہو جو اسے کرنا چاہئے تھا اس نے کر دیا دنیا محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے نہیں ہے۔[۱۶]

جب رسالتمآبؐ ان میں اعلیٰ انسانی صفات دیکھتے اور ان کے کردار و گفتار میں اسلامی تربیت کے اثرات کا مشاہدہ کرتے تو خوش ہوتے۔ ان کی تعریف کرتے۔ ان کے لئے دعائے خیر فرماتے۔ مسلمانوں کو ان کی شان و منزلت اور اعلیٰ مرتبے کی پہچان کرانے کے لئے فرماتے تھے: فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی۔ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔[۱۷]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آنحضرتؐ جناب فاطمہؑ سے اپنی محبت کا اظہار کبھی ان کے آنے پر کھڑے ہو کر کرتے اور کبھی ان کے سر اور ہاتھوں کے بوسے لے کر فرماتے۔۱۸؎ جب بھی آپؐ سفر سے واپس لوٹتے سب سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر فاطمہ زہراؑ سے ملنے جاتے پھر اپنی زوجات کے پاس تشریف لے جاتے۔۱۹؎

دوسروں کو آگاہ کرنے کے لئے آپؐ مختلف مواقع پر اہم ارشادات فرماتے رہے کہ اس محبت کا سرچشمہ پدری جذبات و احساسات نہیں بلکہ آپؐ فاطمہؑ کو ان صفات کی حامل ہونے کی بناء پر چاہتے ہیں جو ان جیسی بلند مرتبہ خاتون میں ہونی چاہئے تھیں۔ جہاں تک ان کی سنگین ذمہ داری کا تقاضا تھا، آپؐ حضرت فاطمہؑ کو ہمیشہ متوجہ کرتے رہتے اور اجر کے حوالے سے اخروی پاداش اور اللہ تعالیٰ کے لطف کا یقین دلاتے رہتے۔

ایک دن آنحضرتؐ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک ہاتھ سے چکی چلا رہی ہیں اور دوسرے ہاتھ سے بچے کو دودھ پلا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا:

بیٹی دنیا کی تلخی برداشت کرتے رہنا کہ آخرت کی شیرینی تمہارا مقدر بن سکے۔

جناب زہراؑ نے جواب دیا:

خدا کی نعمتوں پر اس کی حمد کرتی ہوں۔

آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے اتنا عطا فرمائے گا کہ میں راضی ہو جاؤں گا۔۲۰؎

آنحضرتؐ نے گھر کے کام کاج کی ذمہ داری جناب زہراؑ کے سپرد کی تھی اور گھر سے باہر کے کاموں کی ذمہ داری علیؑ کے کاندھوں پر ڈالی تھی۔

حوالہ جات:

۱۔ حشر: ۹ ''......اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۔انساب الاشراف ص۴۰۴وفاطمۃ الزہراء ص۴

۳۔ارشاد مفید ج۲ص۳،۴

۴۔کشف الغمہ ج۱ص۴۶۹(آخر حدیث تک)

۵۔بحار،ج۴۳ص۱۳۱ازتفسیر عیاشی

۶۔مناقب ج۱ص۴۶۹

۷۔حلیۃ الاولیاء ج ص۴۲نیز رجوع کیجئے: بحار ج۴۳اور مناقب ابن شہر آشوب ج۳ص۳۲۳۔الاستیعاب ص۷۵

۸۔الاصابہ ج۵ص۲۶۔الاعلام زرکلی ج۵ص۲۳۲

۹۔حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج۲ص۳۹

۱۰۔بحار ج۸۸

۱۱۔طبقات ج۸ص۱۴

۱۲۔بحار ج۴۳ص۲۷

۱۳۔مسند احمد ج۲ص۳۲۹

۱۴۔بحار ص۸۲ مسند احمد ج۲ص۳۹و۱۰۵

۱۵۔طبقات ج۸ص۱۶

۱۶۔بحار ج۴۳ص۲۰نیز ملاحظہ فرمائیں مناقب ج۲ص۴۱۷۔مسند احمد حدیث: ۴۲۷

۱۷۔بحار ص۸۱۔بلاذری ص۴۰۳اور صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی ج۵ص۲۶ودیگر مآخذ

۱۸۔مناقب ج۳ص۳۳۳نیز دیگر مآخذ

۱۹۔الاستعیاب ص۷۵۰

۲۰۔تفسیر مجمع البیان ج۵ص۵۰،۵۱

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿فِیْ قُلُوبِہِمْ مَرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا......﴾۱

شیعہ وسنی روایات میں ہمیں چند ایسی احادیث سے بھی واسطہ پڑتا ہے جو یہ بیان کرتی ہیں کہ کبھی کبھار جناب فاطمہ(س)اوران کے شوہر کے درمیان کدورت پیدا ہو جاتی۔اور وہ فیصلے کے لئے حضور اکرمؐ کی خدمت میں چلے جاتے تھے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک دن علیؑ، فاطمہؑ کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔۲ جناب فاطمہؑ نے کہا: خدا کی قسم! تمہاری شکایت آنحضرتؐ سے کروں گی۔ یہ کہہ کر وہ رسول اللہؐ کے پاس چلی گئیں۔علیؑ بھی ان کے پیچھے پیغمبرؐ کے گھر چلے گئے اور ایسی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے جہاں سے فاطمہؑ کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

سیدہ فاطمہؑ نے اپنے باپ سے علیؑ کی سختی اور زیادتی کی شکایت کی پیغمبر اکرمؐ نے ان کے جواب میں کہا:

میری پیاری بیٹی! ایک عورت کو یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ شوہر اسے جو کام کہے، وہ انجام نہ دے اور پھر اس کی نافرمانی کے بدلے شوہر خاموش رہے۔

علیؑ نے کہا: میں نے زہراؑ سے کہا ہے کہ خدا کی قسم آج کے بعد ایسی بات آپ سے نہیں کہوں گا جو آپ کو اچھی نہ لگے۔۳

ابن حجر نے لکھا ہے:

علیؑ اور فاطمہؑ کے درمیان سخت گفتگو ہوئی۔رسول اللہؐ اصلاح کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے جب باہر آئے تو لوگوں نے آپؐ سے پوچھا کہ جب آپؐ اندر تشریف لے گئے تو اداس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

و پریشان تھے لیکن جب باہر آئے ہیں تو خوش وخرم ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے دو شخصیات کے درمیان صلح کرادی ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔۴

اس قسم کی روایات کے برعکس علی بن عیسی اربلی حضرت علیؑ کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

پیغمبر اکرمؐ نے شادی کی رات مجھے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آنا اوران سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ میرا ٹکڑا ہے۔جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔اس کے بعد فرمایا: میں آپ دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔خدا کی قسم جب تک فاطمہ(س) زندہ رہیں میں نے کبھی انھیں ناراض نہیں کیا۔انھوں نے بھی ساری زندگی ایسا کوئی کام نہ کیا جو میری ناراضگی کا باعث بنتا۔ جب بھی میں انھیں دیکھتا میرا غم اور پریشانی دور ہو جاتی تھی۔۵

اگر چہ یہ ایک فطری امر ہے کہ کبھی کبھار قریبی دوستوں کے درمیان بھی تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن شیعہ عقائد کے مطابق علیؑ اور فاطمہ زہراؑ مقام عصمت پر فائز ہیں۔لہذا ان کے درمیان اختلاف کی نسبت اور وہ بھی اس حد تک کہ معاملہ فیصلے کے لئے نبی کریمؐ تک جا پہنچے،ان کے اس مقام ومنزلت سے مناسبت نہیں رکھتا۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ مجلسی نے شیخ صدوق کے قول کے بارے میں یوں لکھا ہے:

یہ روایت میرے نزدیک درست نہیں ہے۔کیونکہ ان کے آپس میں تعلقات اس طرح نہیں تھے کہ ان میں ناچاقی پیدا ہو اور معاملہ ثالثی تک جا پہنچے۔٦

جناب فاطمہ(س) کی علیؑ سے ناراضگی کے ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ علیؑ نے ابوجہل کی بیٹی جویریہ سے خواستگاری کی۔ جس پر جناب فاطمہؑ رنجیدہ خاطر ہوئیں۔

مسور بن مخرمہ کے بقول یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علیؑ نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب فاطمہؑ نے سنا تو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں چلی گئیں اور کہا آپؐ کے رشتے دار یہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ اپنی بیٹی کا خیال نہیں رکھتے اور ان کی طرفداری نہیں کرتے۔ علیؑ نے ابوجہل کی لڑکی سے خواستگاری کی ہے۔ رسول اللہؐ اٹھ کھڑے ہوئے، مسجد تشریف لے گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سنا، آپؐ فرما رہے تھے کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جو بات اسے رنجیدہ کرے میں اسے پسند نہیں کرتا۔ خدا کی قسم رسول خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اس کے بعد علیؑ نے شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔ ۷؎

اس بات کو بخاری اور مسلم کے علاوہ دیگر راویوں میں سے ایک یادو نے نقل کیا ہے۔ بلاشک وشبہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ سند کے ضعیف ہونے کے علاوہ حدیث کے الفاظ اس مضمون اور مفہوم کی تکذیب کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ روایت بیان کرتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک فرد کے ہاں جمع نہیں ہوسکتیں۔ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ابوجہل زندہ تھا حالانکہ وہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان میں جنگ بدر کے دوران مارا گیا تھا اور جیسا کہ ہم بیان کریں گے مسور ماہ ذوالحجہ سنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوا۔

اگر ہم یہ کہیں کہ یہ واقعہ جنگ بدر اور ابوجہل کے مارے جانے کے کئی سال بعد ہوا ہے تو اس وقت یہ عبارت ''دختر رسول اور دشمن خدا کی بیٹی ایک مرد کے ہاں اکٹھی نہیں ہوسکتیں'' بے معنی اور بے مقصد رہ جائے گی، کیونکہ مشرک ابوجہل سالہا سال پہلے اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔ اسلامی فقہ کی رو سے اس کا شرک اس کی بیٹی کے معاملات پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ کہ اتنا اہم واقعہ رونما ہوا کہ حضور اکرمؐ اس کا شکوہ مسجد میں اصحاب کے سامنے کرتے ہیں تو پھر یہ متعدد طریقوں سے منقول ہونا چاہئے تھا اور حد تواتر یا کم از کم شہرت کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدتک پہنچتا نہ یہ کہ اس کا راوی صرف مسور بن مخرمہ ہوتا۔

چوتھی بات یہ کہ مسور پیغمبر اکرمؐ کی مدینہ ہجرت کے دوسال بعد مکے میں پیدا ہوا۔ آٹھ ہجری میں ماہ ذوالحجہ کے بعد اپنے والد کے ساتھ مدینہ آیا اور نبی کریمؐ کی رحلت کے وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی۔ سن چونسٹھ ہجری ماہ ربیع الاول میں حصین بن نمیر کی طرف سے محاصرہ مکہ کے دوران منجنیق کے ذریعے پھینکے گئے پتھر لگنے سے یہ فوت ہوا۸ ابن حجر نے بھی اس کی پیدائش کو ہجرت کے دوسال بعد لکھا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ سب اس امر پر متفق ہیں۔ اس کے بعد اس کی اس حدیث (پیغمبر اکرمؐ سے میں نے سنا جبکہ میں محتلم تھا) کے بارے میں لکھتا ہے کہ بعض کے نظریے کے مطابق یہ صیغہ مادہ حلم سے ہے یعنی میں عاقل تھا اور حدیث کو سنتا اور محفوظ کرتا تھا۔ ۹ پس یہ بات اس کے بچہ ہونے سے تضاد نہیں رکھتی۔

اسی طرح اس کے پتھر اٹھانے اور اس دوران اس کی شلوار گرنے کا جو واقعہ نقل کیا گیا ہے، وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں بچہ تھا اور پتھر اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس بنا پر اس کا ابوجہل کی لڑکی سے حضرت علیؑ کی خواستگاری والی روایت نقل کرنا اعتبار سے خالی ہے۔ یعنی اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اس پر اس جملے کا اضافہ کیا جانا چاہئے کہ سابقہ علمائے اخبار و روایات کی تحقیق میں زیادہ تر ان کی نقل کی طرف توجہ دیتے تھے اور درایت کے لحاظ سے بہت کم تنقیدی جائزہ لیتے تھے اگر انھوں نے کہیں حدیث پر تنقید کی ہے تو یہ جاننے کے لئے کی ہے کہ گذشتہ علماء نے ان راویوں کو سچا اور نیک کردار کہا ہے یا نہیں۔ اگر انھوں نے ان راویوں کو سچا سمجھا ہے تو جو کچھ انھوں نے روایت کیا ہے، سب قبول کر لیتے لیکن ایک نکتے کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ وہ افراد جو احادیث گھڑتے اور لوگوں کے درمیان پھیلاتے ہیں، وہ ان تمام پہلوؤں کا خیال رکھتے ہیں تا کہ ان کی جعلی احادیث قابل قبول ہوں۔ اس مقام پر علم حدیث کے ساتھ دوسرے خارجی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرائن کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔حدیث کی جعل سازی پہلی صدی ہجری کے دوسرے چوتھائی حصے میں ہوگئی تھی اور تقریباً دوصدیوں تک یہ کام جاری رہا۔بنی امیہ کی ستر سالہ حکومت اور بنی عباس کی حکومت میں سوسال سے زیادہ عرصہ تک (یعنی روایات واحادیث کوتحریری صورت میں لانے تک) دشمنان علیؑ سے جہاں تک بن پڑا انھوں نے انکی مذمت میں جعلی حدیثیں بیان کیں۔قدرتی امر ہے کہ انھیں ایسی روایات بھی بنانی چاہیے تھیں جو اس بات کی نشاندہی کرتیں کہ نہ صرف گھر سے باہر لوگ علیؑ سے نالاں تھے بلکہ گھر کے اندر اور انکے قریب ترین افراد بھی ان سے خوش نہ تھے۔بالفرض اگر یہ روایات صحیح بھی ہوں پھر بھی انکی شان وعظمت میں کوئی نقص یا کمی پیدا نہیں ہوتی۔کیونکہ وہ بھی انسان تھے اور ہر انسان مختلف حالات سے گزرتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ جعلی حدیثیں سادہ دل محدثین کی کتب میں لکھی گئیں اور ان کتابوں سے ان افراد کی کتب میں منتقل ہوئی ہیں جو اپنے خیال میں ''تاریخ اسلام'' کو سائنسی بنیادوں پر لکھنا چاہتے ہیں۔اس بنا پر اگر ہم ''امیل ڈورمنگم'' کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ فاطمہؑ سے جھگڑے کے بعد علیؑ مسجد میں جا کر پناہ لیتے اور وہیں پر سوتے ہیں۔انکے چچازاد بھائی انکے پاس جاتے، انھیں نصیحت کرتے اور انکی بیوی سے صلح کرا دیتے ہیں تو یہ قدرتی بات ہے۔۱۰

بہر حال اس قسم کی روایات ایسے مؤرخین کے لئے ثبوت فراہم کرتی ہیں۔جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ یہ روایات بے بنیاد ہیں اور اگر ان میں سے بعض کو ہم درست مان بھی لیں تب بھی ان سے صرف میاں بیوی کے درمیان قدرتی نوک جھونک کا پتہ چلتا ہے اور یہ کسی لحاظ سے بھی ان عظیم ہستیوں کے اعلیٰ اور بلند اخلاق کو گرد آلود نہیں کرسکتا۔

حوالہ جات:

۱۔بقرہ:۱۰ ''ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے سو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھادی۔''

۲۔کان فی علی علیٰ فاطمۃ شدۃ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔طبقات ج۳ص ۱۶

۴۔الاصابہ ج۸ص۱۶۰۔بحار ص ۱۴۶

۵۔کشف الغمہ ج۱ص۳۶۳۔بحار ص۱۳۳،۱۳۴ ج ۴۳

۶۔بحار ص ۱۴۶،۱۴۷

۷۔صحیح بخاری ج۵ باب ذکر اصھار النبی ص۲۸ نیز ملاحظہ فرمائیں: نسب قریش ص۳۱۲ اورالاصابہ ص۴۳ جز۸ وص۳۷ جز۵

۸۔الاستعیاب ص ۲۶۱ ج ۱

۹۔الاصابہ ص۹۹ جزء ششم

۱۰۔حیات محمدؐ (ترجمہ عربی) ص۱۹۹۔الغدیر ج۳ ص ۱۷

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَاماً ۱؎

دختر رسول جس طرح ازدواجی زندگی میں نمونہ تھیں اسی طرح اطاعت الٰہی کا بھی اعلیٰ مظہر تھیں۔ اگر ازدواجی زندگی کی بنیاد تقویٰ اور حسن سلوک پر ہو تو یہ بھی اطاعت خداوندی ہے۔ لیکن یہاں پر اطاعت الٰہی سے مراد نماز کا قیام اور خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ جب حضرت زہراؑ گھریلو کام کاج سے فارغ ہو جاتیں تو عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔ نماز، گریہ وزاری اور خدا کی بارگاہ میں دعا، دعا بھی دوسروں کے لئے، نہ اپنے لئے (ان کا روزانہ کا معمول تھا)۔

امام صادق علیہ السلام اپنے والد اور آنجناب اپنے والد محترم سے اور آنجناب اپنے چچا حسن بن علی علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں:

والدہ گرامی جمعہ کی راتوں میں اول شب سے لے کر صبح تک محراب عبادت میں مصروف رہتیں اور جب دست دعا بلند کرتیں تو سب مومن مرد اور مومنہ عورتوں کے لئے دعا فرماتیں لیکن اپنے لئے دعا نہ کرتیں ایک دن میں نے ان سے عرض کیا: اماں جان! آپ دوسروں کی طرح اپنے لئے دعائے خیر کیوں نہیں کرتیں؟ انھوں نے فرمایا: بیٹا! ہمسائے کا حق زیادہ ہے۔ ۲؎

آپؑ کی تسبیحات جو تسبیحات زہراؑ کے نام سے مشہور ہیں، شیعہ وسنی کی تمام معتبر کتب اور احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ۳؎ یہ تسبیحات سب کے نزدیک معروف ہیں۔ سنت کے پابند افراد ان تسبیحات کو ہر نماز کے بعد پڑھتے ہیں: چونتیس مرتبہ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، تینتیس مرتبہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تینتیس مرتبہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیز سید ابن طاؤس نے دعاؤں کے قبول ہونے کے بارے میں ان سے ایسی دعائیں روایت کی ہیں جو آپؑ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے بعد باقاعدگی سے پڑھتی تھیں۔ اسی طرح آپؑ سے اور بھی دعائیں منقول ہیں، جن میں سے کچھ مشکلات کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ جو افراد دعائیں پڑھنے اور مستحبات ادا کرنے کے پابند ہیں وہ ان دعاؤں سے واقف ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ فرقان: ۶۴ ''اور جو اپنے پروردگار کے حضور سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔''

۲۔ کشف الغمہ ج ا ص ۴۶۸

۳۔ بحار ج ۴۳ ص ۸۲ نیز رجوع کیجیے مسند احمد ج ۲ ص ۳۹ اور ۱۰۵

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾۱

دین خدا، حکومت اسلام اور مدینہ والوں کے خلاف مکہ والوں کی آخری کوشش جنگ خندق تھی۔ ابوسفیان نے بہت زیادہ بھاگ دوڑ کر کے منتشر قبائل کو اکٹھا کیا۔ یہاں تک کے کہ وہ یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگیا۔ دس ہزار کے لشکر نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن اگر ایمان کی قوت بروئے کار لائی جائے تو لشکر شیطان کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ حملہ آوروں نے کچھ حاصل کئے بغیر مکے کی جانب عقب نشینی کی۔

اس کے بعد قریش مکہ کو تقریباً یقین ہوگیا کہ اسلامی طاقت کو ختم نہیں کیا جاسکتا لیکن ابوسفیان اور ایک دو دوسرے تاجروں نے جب اپنی ذلت و رسوائی کو سامنے دیکھا تو اپنے آپ سے انھوں نے عہد کیا کہ آئندہ سال وہ اس شکست کا بدلہ لیں گے۔

ادھر جب مدینہ کو چھوڑ کر حملہ آور واپس چلے گئے تو پیغمبر اکرمؐ نے فوراً عہد شکنی کرنے والوں کی خبر لی۔ بنی قریظہ کے یہودیوں نے مسلمانوں سے دغا بازی اور مشرکین کا ساتھ دینے کی سزا پائی۲ ایک سال بعد رسول اللہؐ پندرہ سو مسلمانوں کے ہمراہ عازم مکہ ہوئے۔ قریش نے حرم کے نزدیک آنحضرتؐ کا راستہ روک لیا اور آپؐ کو مکہ جانے سے منع کردیا۔ دونوں طرف سے مذاکرات ہوئے اور آخرکار فریقین کے درمیان ایک معاہدہ طے پاگیا جس کی رو سے (طے پایا کہ) پیغمبر اکرمؐ اس سال مکے نہیں جائیں گے لیکن آئندہ سال مشرکین تین دن تک شہر مکہ کو رسول اکرمؐ اور آپؐ کے اصحاب کے اختیار میں دے دیں گے تاکہ وہ خانہ کعبہ کی زیارت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر سکیں۔ پیغمبرؐ کے چند اصحاب جن کی نظریں فقط ظاہری امر پر تھیں، غصے میں آ گئے اور اس معاہدہ پر برہم ہوئے۔ کیونکہ اس معاہدہ کی اہمیت جسے قرآن نے فتح مبین کہا ہے، اس وقت ان کی نگاہوں سے پوشیدہ تھی۔ لیکن قریش کے سیاسی ماہرین نے جان لیا کہ اس کے بعد عربوں کی سیادت اب مدینے کے پاس آ جائے گی اور قریش اسلام اور پیغمبرؐ کا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔ اسی لئے عمرو بن عاص اور خالد بن ولید فتح مکہ سے پہلے مدینے آئے اور اسلام قبول کر لیا چونکہ مشرکین مکہ نے جس مقام پر آنحضرتؐ کا راستہ روکا تھا اور پھر وہیں پر معاہدہ صلح طے پا گیا، اس کا نام حدیبیہ تھا۔ اس لئے یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

صلح حدیبیہ کے ایک سال کے بعد حضرت محمدؐ مسلمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ اس دوران شہر کے لوگوں نے مسلمانوں کے نزدیک پیغمبر اکرمؐ کی عظمت واحترام کو قریب سے دیکھا۔

اس معاہدہ کے بعد ہی مختلف قبائل کے سرداروں نے سمجھا کہ اب قریش کی خیالی قدرت وطاقت میں دم خم نہیں رہا۔ خصوصاً جب انھوں نے یہ سنا کہ یہودیوں کی مزاحمت کا آخری مرکز (خیبر) بھی چند روز کے محاصرے کے بعد مسلمانوں کے زیر تسلط آ گیا ہے اور ان کی زمینیں قانون اسلام کے مطابق مجاہدین جنگ کے درمیان تقسیم ہو چکی ہیں۔ ہجرت کا ساتواں سال اسلام کی جنگی اور دفاعی تاریخ میں تقدیر ساز تھا۔ غیر مسلموں کی نظروں میں فتح خیبر کا اثر خود فتح سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔

خیبر کے نزدیک ایک سرسبز دیہات تھا۔ جس کا نام فدک تھا۔ اس آبادی کے لوگوں نے جب قلعہ خیبر کے انجام کو دیکھا تو پیغمبر اکرمؐ سے اس شرط پر صلح کر لی[3] کہ اس دیہات کا نصف حصہ آنحضرتؐ کو دے دیا جائے گا اور وہ خود اپنی زمینوں پر باقی رہیں گے۔ چونکہ اس فتح میں مجاہدین اسلام شریک نہ تھے اس لئے قرآن[4] کی رو سے فدک خالصتاً پیغمبر اکرمؐ کی ملکیت قرار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پایا۔آنحضرتؐ اس زمین کی آمدن بنی ہاشم کے ضرورت مندوں کو دیا کرتے تھے۔بعد میں آپؐ نے اسے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا۔

محدثین اور مفسرین کی ایک جماعت نے آیت:﴿ فَـاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ﴾ ۵ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے فدک فاطمہ زہراؑ کو ہبہ کر دیا۔۶

حدیبیہ کے مقام پر نبی اکرمؐ اور قریش کے مابین طے پانے والے معاہدے کی رو سے تمام عرب قبائل میں سے ہر قبیلے کو اختیار تھا کہ وہ چاہے تو مکہ والوں کا ساتھ دے اور چاہے تو مدینہ والوں کے ساتھ ہو جائے۔قدرتی طور پر دونوں فریق اس بات کے پابند تھے کہ اپنے ہم پیمان قبائل کی حمایت اور مدد کریں۔قبیلہ بکر قریش کے ساتھ ہو گیا اور قبیلہ خزاعہ پیغمبر اکرمؐ کا طرفدار بن گیا۔جنگ موتہ کے بعد آنحضرتؐ جمادی الاول سے رجب تک مدینہ میں رہے۔اس دوران یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ خزاعہ پر حملہ کر دیا ہے اور قریش نے اپنے ہم پیمان قبیلے کی مدد کی ہے۔اس امر سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ عملی طور پر ٹوٹ گیا۔ابوسفیان نے سمجھ لیا کہ قریش نے بنی بکر کی مدد کر کے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔وہ فوراً مدینہ آیا تاکہ اس معاہدہ کی ایک لمبی مدت تک تجدید کرا سکے۔مدینہ پہنچنے کے بعد وہ سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ جو رسول خدا کی زوجہ تھیں کے گھر گیا اور مسند پیغمبرؐ پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔تو انھوں نے مسند لپیٹ دی ابوسفیان نے کہا:تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟جواب ملا:تم کافر اور ناپاک ہو۔لہذا پیغمبرؐ کی مسند پر تمھیں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ابوسفیان نے کہا:میری عدم موجودگی میں تم بداخلاق ہوگئی ہو۔

اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پاس گیا تاکہ وہ اس کی سفارش کریں لیکن ان سے بھی اسے منفی جواب ملا۔

آخرکار وہ حضرت علیؑ کے گھر گیا۔فاطمہؑ گھر میں موجود تھیں،حسن علیہ السلام بچے تھے اور ان کے سامنے چل رہے تھے۔پہلے اس نے حضرت علیؑ سے کہا کہ وہ آنحضرتؐ کی خدمت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں اس کے بارے میں بات کریں علیؑ نے فرمایا: خدانے فیصلہ کرلیا ہے۔لہذا میں اس کی مرضی کےخلاف ان سے بات نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد ابوسفیان نے جناب زہراؑ کومخاطب کر کے کہا: محمدؐ کی بیٹی ! کیا اپنے اس بیٹے سے کہے گی کہ وہ لوگوں کے درمیان ثالث بنے تا کہ آخر زمانہ میں عربوں کا سردار بنے؟

جناب زہراؑ نے جواب دیا:

خدا کی قسم میرا بیٹا ابھی اس قابل نہیں ہوا کہ وہ ایسے کاموں میں اور وہ بھی پیغمبرؐ کی مرضی کے خلاف مداخلت کرے۔۷

اس بات کا مطلب یہ ہے کہ میرے باپ جو کچھ کہتے ہیں یا وہ کرتے ہیں وہ سب حکم خدا ہے۔وہ اپنی خواہشات اور ارادے سے کچھ انجام نہیں دیتے اور جب حکم خدا درمیان میں ہوتو باپ اور اولاد کی محبت کو آڑے نہیں آنا چاہئے۔ابوسفیان مایوس اور نامراد مکہ واپس چلا گیا۔

حوالہ جات:

۱۔ روم:۳۸ ''پس تم قرابتداروں کو اس کا حق دے دو۔''

۲۔ تحلیلی از تاریخ اسلام حصہ اول ص۷۳ وبعد

۳۔یاقوت۔معجم البلدان۔ذیل فدک

۴۔حشر:۵۹

۵۔روم:۳۸

۶۔درالمنثور ج۴ص۱۷۷۔تفسیر تبیان ج۸ص۲۲۸ نیز ملاحظہ فرمائیں مناقب ج۱ص۴۷۶

۷۔ابن ہشام ج۴ص۱۳ نیز رجوع فرمایئے: طبری ج۳ص۲۴۔۱۶۲۳

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الباطِلُ﴾۱

فتح خیبر کا ایک سال بیت گیا۔ اب قریش اور مکہ والوں کو اسلام کی عظمت وہیبت دکھانے کا وقت آ پہنچا تھا۔ قریش کے لوگ بڑے تجربہ کار اور بابصیرت تھے۔ انھوں نے سوچا کہ اگر مزاحمت کے بغیر تسلیم ہو جائیں اور اسلام قبول کرلیں تو اسلام کا مستقبل ان کے ہاتھوں میں ہوگا۔ پیغمبر اکرمؐ ماہ رمضان ۸ھ میں مجاہدین کے بڑے لشکر کے ساتھ جس کی تعداد مؤرخین نے دس ہزار لکھی ہے، مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن اس خدشہ کے پیش نظر کہ جاسوس، قریش تک یہ خبر پہنچا نہ دیں، آپؐ نے اپنا پروگرام خفیہ رکھا مَرُّ الظّہر ان کے مقام پر آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباس کو علم ہوا کہ یہ لشکر مکہ کی طرف جارہا ہے انھوں نے اپنے تئیں خیال کیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے قریش سے اس قدر دکھ اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اب آپؐ انتقام لینے جارہے ہیں اور اتنا بڑا لشکر حملہ کرکے شہر مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔

رات کے سناٹے میں حضرت عباس خیمے سے باہر نکلے تاکہ شہر کا کوئی آدمی مل جائے تو اس سے شہر کے حالات معلوم کیے جائیں۔ اتفاق سے ابوسفیان لشکر کے بارے میں اطلاع حاصل کرنے کے لئے شہر سے باہر آیا ہوا تھا۔ حضرت عباس اس سے ملے اور حقیقت حال اسے بتائی۔ اسے اپنی پناہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں لے آئے۔ دوسرے دن لشکر اسلام مکہ میں داخل ہوا۔ آنحضرتؐ کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ جو بھی مسجد الحرام یا ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا امان میں ہے۔ بیس سال کی دشمنی ومخالفت اور جنگ وجدال کے بعد مکہ مغلوب ہوگیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قریش کے سرداراس خوف سے لرز رہے تھے کہ ان سب اذیتوں،تکلیفوں اور مسلمانوں کی قتل وغارت کی سزا کیسے بھگتیں گے۔لیکن سراپا رحمت پیغمبرؐ سے عفوودرگزر کے سوا کیا امید کی جاسکتی تھی؟

جاؤ!تم سب کومیں نے آزادکیا۔

اس دن کے بعد سے ان خودغرضوں کوطلقاء(آزادشدہ)کے لقب سے یادکیاجانے لگا۔

مکہ کی فوجی طاقت اور مالی قوت جس نے برسوں تلک عرب قبائل پررعب جمائے رکھا تھا،چکنا چور ہوگئی وہ تمام رعب ودبدبہ اور ہیبت وجلال افسانہ بن کررہ گیا۔

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد ہرقبیلے کے سردار نے یہ کوشش کی کہ وہ جلد اپنے آپ کومدینہ پہنچائے اور حضرت محمدؐ کے سامنے اپنے تابع فرمان ہونے کا جلداعلان کرے۔

تاریخ اسلام میں نویں ہجری کوسنۃ الوفود(نمائندوں یاوفودکے آنے کاسال)کہا گیا ہے۔

یعنی وہ سال جس میں قبائل کے نمائندے اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اللہؐ کے پاس آئے۔اس عرصہ میں عوام کی ضروریات کے مطابق سیاسی،معاشرتی،اقتصادی اور جزاوسزا کے احکامات کی تشریح کی گئی۔اب ایک مرتبہ پھر قریش کومسلمانوں کی قدرت وتوانائی کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔فریضہ حج کی ادائیگی بھی لوگوں کوبتادی جائے کہ وہ آخری امتیازات جواسلام سے پہلے قریش نے اپنے لئے مختص کئے ہوئے تھے،ختم ہوجائیں اوراس سے اہم تر یہ کہ اسلام کے مستقبل کاتعین ہوجائے۔

حوالہ جات:

۱۔ اسراء:۸۲ ''اور کہہ دیجئے حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔''

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بَلِّغ مٰا اُنزِلَ اِلَیکَ مِنْ رَّبِّکَ ۱؎

ہجرت کے دسویں سال رسول اکرمؐ مسلمانوں کے جمع غفیر کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔اس سفر میں مسلمانوں کی تعداد نوے ہزار سے لے کر ایک لاکھ چوبیس ہزار تک بیان کی گئی ہے۔اس دوران آنحضرتؐ نے حج کے احکام اور آداب لوگوں کو سکھائے۔ جو کچھ بت پرست قربانی،طواف اور حج کے حوالے سے مراسم انجام دیتے تھے۔انھیں منسوخ فرمایا اس عبادت میں قریش نے جو خود ساختہ امتیازات اپنے لئے مخصوص کر لیے تھے،پیغمبر اکرمؐ نے انھیں ختم کر دیا۔آپؐ نے مسلمانوں کو بتایا کہ بیت اللہ میں صرف خدا کی عبادت کرو اور خدا کے نزدیک سب لوگ برابر ہیں۔کسی کو دوسرے پر کوئی برتری نہیں ہے۔آپؐ نے اپنے مشہور خطبے میں ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے ہیں پس خواہ قریش ہوں یا غیر قریش کسی کو بھی دوسرے پر فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔لوگو! تمہارا خون اور مال ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو۔

واپسی پر جحفہ۲؎ کے مقام پر جہاں سے تمام قافلے ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے،اپنی آخری ذمہ داری کو انجام دیا۔ارشاد فرمایا:

لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔اگر تم نے ان دونوں کا دامن تھامے رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔یہ دو چیزیں کتاب الٰہی یعنی قرآن اور میرے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہلبیتؑ ہیں۔لوگو! جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔

اس قصے کو سو سے زیادہ اصحاب رسول نے نقل کیا ہے اور تابعین، محدثین اور مختلف اسلامی مکاتب کے بزرگ علماء میں سے سینکڑوں نے روایات اور کتب میں اسے بیان کیا ہے۔

ان کی اسناد کی تفصیل الغدیر کی پہلی جلد اور میر حامد حسین کی کتاب عبقات الانوار کے دوسرے منہج کے پہلے حصے نیز دیگر کتب میں موجود ہے۔کتابوں کے سلسلے میں اس بارے میں بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

رسول اللہؐ اس سفر سے واپس آتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد اپنی بیٹی کو ناخوشگوار خبر سناتے ہیں: میری بیٹی! پہلے جبرائیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن مجھ پر پڑھتے تھے، لیکن اس سال انھوں نے دو مرتبہ پڑھا ہے۔ جناب فاطمہؑ نے پوچھا: بابا! اس کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ میری زندگی کا آخری سال ہے۔ جناب زہراؑ کو جھٹکا لگا وہ افسردہ ہوگئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔آنحضرتؐ نے اپنی گفتگو اس جملے پر ختم کی: اور تم میری بیٹی! خاندان میں سے پہلی فرد ہوگی جو سب سے پہلے مجھے ملوگی۔ یہ سن کر حضرت زہراؑ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ حاضرین نے آنسوؤں اور پھر مسکراہٹ کا سبب پوچھا۔لیکن فاطمہ زہراؑ نے جواب کچھ عرصے بعد دیا۔[۳]

باپ کی وفات کے بعد حضرت زہراؑ پر زندگی کس قدر دشوار تھی کہ اپنی موت کی خبر سن کر مسکرا دیں ہاں! فاطمہ زہراؑ میں باپ کی جدائی برداشت کرنے کی سکت نہ تھی۔

گویا یہی ایام تھے، جب آنحضرتؐ تک یہ الٰہی پیغام پہنچا: آپؐ بھی فوت ہو جائیں گے اور دوسرے لوگ بھی مر جائیں گے۔[۴]

لوگو! حضرت محمدؐ بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح ہیں۔ جو ان سے پہلے آئے اور چلے گئے آپؐ قبرستان بقیع جا کر مرحومین کے لئے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بات کی علامت ہیں کہ کوئی افسوس ناک واقعہ ہونے والا ہے۔آخر کار وہ دن بھی آ پہنچا، جب یہ اندوہناک واقعہ رونما ہوا۔پیغمبر خداؐ حضرت عائشہ کے گھر جاتے ہیں۔آپؐ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔شدت درد سے کراہ رہے ہیں۔آپؐ ایسے پرتلاطم سمندر کی مانند تھے، جس میں تئیس سال کے عرصے میں کبھی آرام نہ آیا۔وہ کس طرح رک جائے؟ ابھی کئی سبق باقی ہیں، جولوگوں نے نہیں سیکھے۔آپؐ نے ایک ہاتھ فضل بن عباس اور ایک ہاتھ علی ابن ابی طالبؑ کی گردن میں ڈالا۔اس حالت میں آپؐ پیروں کو گھسیٹتے (آہستہ آہستہ) مسجد میں پہنچے۔آپؐ نے شہدائے احد کی مغفرت کے لئے دعا مانگی۔اس کے بعد ارشاد فرمایا:

خدا نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے ایک کو اپنانے کا اختیار دیا اور اس نے آخرت کو منتخب کیا۔لشکر اسامہ جتنی جلدی ممکن ہو اپنے مشن پر جائے۔اے لوگو! جس کا بھی مجھ پر حق ہے وہ اس وقت وصول کرلے۔اگر میں نے کسی کی پشت پر تازیانہ لگایا ہے تو میری پشت حاضر ہے۔وہ آئے اور اپنا بدلہ لے۔میں نے کسی سے بغض وعداوت کو اپنا شیوہ نہیں بنایا۔جان لو کہ تم میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ ہے جو حق مجھ سے لے یا مجھے معاف کردے تاکہ جب میں خدا سے ملاقات کروں تو آسودہ خاطر رہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ایک دفعہ کہنا کافی نہیں ہے۔مجھے چند مرتبہ تکرار کرنی چاہئے۔

آپؐ منبر سے نیچے تشریف لاتے ہیں نماز ظہر لوگوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔دوبارہ منبر پر تشریف لے جاتے ہیں اور اسی تقاضے کو دہراتے ہیں۔ایک شخص کھڑا ہوجاتا ہے۔یارسول اللہؐ! میں نے آپؐ سے تین درہم لینے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: فضل! تین درہم اس شخص کو دے دیں۔

اے لوگو! اگر کسی کا حق کسی کے پاس ہو تو وہ اسے ادا کرے۔یہ نہ کہے کہ یہ میری رسوائی ہے۔وہاں (قیامت) کی ذلت ورسوائی سے یہاں (دنیا) کی ذلت آسان ہے۔ایک شخص

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: یارسول اللہؐ! میں نے مال خدا میں تین درہم کی خیانت کی ہے۔ رسول اللہؐ: کیوں ایسا کیا؟

شخص: اس کی ضرورت تھی۔

رسول اللہؐ: فضل! اس سے تین درہم وصول کرلو۔ لوگو! جو بھی خیال کرتا ہے کہ دوسرا اس پرحق رکھتا ہے، وہ کھڑا ہوکر بیان کرے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یارسول اللہؐ! میں جھوٹا، بدزبان اور زیادہ سونے والا ہوں۔ رسول خداؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی: پروردگارا! راستگوئی اور ایمان اسے نصیب فرما اور اس کی نیند کو اس کے اختیار میں قرار دے۔

ایک اور شخص کھڑا ہوجاتا ہے: اے اللہ کے رسولؐ! میں منافق اور جھوٹا انسان ہوں۔ کوئی بھی برا کام ایسا نہیں ہے جو میں نے نہ کیا ہو۔ حضرت عمر نے کہا: تم نے اپنے آپ کو ذلیل کردیا۔

پیغمبر اکرمؐ عمر سے کہتے ہیں: اے خطاب کے بیٹے! دنیا کی ذلت، آخرت کی ذلت ورسوائی سے زیادہ آسان ہے۔[5]

آپؐ مسجد سے واپس گھر تشریف لاتے ہیں، اور بستر پر لیٹ جاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے ...... جناب رسولؐ اور بستر خواب......؟ فاطمہؑ نے ہمیشہ اپنے باپ کو راتوں کے وقت خدا کی بارگاہ میں کھڑے پایا ہے۔ یہ شب بیداری اور راز و نیاز اللہ نے آپؐ سے چاہا تھا: ﴿قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[6]

آپؐ کو آرام کم اور قیام زیادہ کرنا چاہیے۔ عام آدمیوں کے لئے رات آرام وسکون کا باعث ہے، لیکن آپؐ کے لئے نہیں۔ تقدیر ساز انسانوں کو ہمیشہ حالت قیام میں رہنا چاہئے یہ دنیا ان کے آرام کی جگہ نہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ ۷

آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بنا دیتے ہیں۔ جو زمین میں بالادستی اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (نیک) انجام تو تقویٰ والوں کے لئے ہے۔

حضرت محمدؐ جیسے انسانوں کو دن رات سمندر کی موجوں کی طرح متحرک رہنا چاہئے۔ آپؐ نے اس ریاضت کو اتنا بڑھا لیا کہ پھر کلام الٰہی ان کی دلجوئی اور ہمدردی کے لئے نازل ہوا:

﴿ مَا اَنزَلْنَا عَلَیکَ القُرآنَ لِتَشْقٰی ﴾ ۸

وہ انسان جو حرکت، سعی و کوشش اور جہد مسلسل کا نمونہ ہے وہ کیسے بستر پر پڑا رہے؟ سب پریشان ہیں۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ ان کے محبوب پیغمبرؐ ہمیشہ کی طرح مسجد آئیں۔ ان کے ساتھ نماز پڑھیں، احکام اسلامی کی تعلیم دیں اور انھیں وعظ و نصیحت کریں۔ دس سال سے مدینہ اور اس کے لوگ رسول خداؐ سے مانوس ہیں۔ ان کی ذات بابرکت نے مدینہ سے دشمنی اور کینہ وعداوت کی جڑیں اکھاڑ دیں انہی کے فیض سے وہ ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ آپؐ ہی نے مدینہ والوں کو عربوں اور اس سے بڑھ کر قریش اور اہل مکہ کی نظروں میں محترم بنا دیا۔ آپؐ اٹھیں اور اسی طرح دست شفقت اس شہر کے بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کے سر پر پھیریں۔

حوالہ جات:

۱۔ مائدہ: ۶۷ ''جو کچھ آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے۔''

۲۔ مدینہ سے چار منزل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا مصر اور شام کے لوگوں کے لئے یہ میقات گاہ تھا یہاں کارواں ایک دوسرے سے جدا ہوتے اور ہر کوئی ایک طرف چلا جاتا۔

۳۔ طبقات ج ۸ ص ۷ اطبری ج ۳ ص ۱۱۴۔ بحار از کشف الغمہ ص ۵۱۔ ۴۔ زمر: ۳۰

۵۔ طبری ج ۴ ص ۱۸۰۱۔ ۱۸۰۳۔ ۶۔ مزمل: ۲۔ ۷۔ القصص: ۸۳۔ ۸۔ طٰہٰ: ۲

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ﴾ ۱

اچانک حضرت عائشہ کے گھر سے نالہ وفریاد بلند ہوا۔ رسول اللہؐ، خدا کے دیدار کے لئے چلے گئے۔ یہ خبر بجلی بن کر لوگوں پر گری کہ آنحضرتؐ رحلت فرما گئے۔ غم واندوہ کے ان لمحات میں آہ وبکا اور گریہ وزاری کی آوازوں میں ایک خوفناک آواز کانوں سے ٹکرائی:

نہیں! ہرگز نہیں! یہ جھوٹ ہے۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ محمدؐ نہیں مرے۔ وہ نہیں مرسکتے۔ جوایسی بات کرے گا وہ منافق ہے۔ آپؐ خدا سے ملاقات کرنے کے لئے گئے ہیں۔ آپؐ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی طرح ہیں۔ جو آسمان پر چلے گئے تھے۔ آپؐ حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی طرح ہیں جنہوں نے چالیس راتیں کوہ طور پر گزاریں۔ خدا کی قسم جو بھی کہے گا کہ محمدؐ مر گئے ہیں ، میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ ۲

اے عمر کیا کہہ رہے ہو؟ یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟

اے ابوبکر! کیا تم بھی یہ کہنا چاہتے ہو کہ محمدؐ فوت ہو گئے ہیں؟

ہاں! آپؐ رحلت فرما چکے ہیں۔ کیا تم کلام الٰہی کو بھول گئے ہو جس میں آپؐ سے خطاب ہوا ہے: ''تم بھی فوت ہو جاؤ گے اور دوسرے بھی''۔ ۳ ایسا لگ رہا ہے جیسے پہلی مرتبہ یہ آیت سن رہا ہوں اب کیا کرنا چاہئے؟

معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ کہہ رہے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ رسول اللہؐ کا خلیفہ منتخب کرنے کے لئے سقیفہ کی طرف گئے ہیں۔ ممکن ہے انصار سعد کی بیعت کرلیں اور ہم سے سبقت لے جائیں معن کہتے ہیں فتنے کا آغاز ہو چکا ہے اور شاید خداوند

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسے میرے وسیلے سے خاموش کردے۔ ۴ جتنی جلدی ہو ہمیں سقیفہ پہنچنا چاہیے۔

لوگو! جو بھی محمدؐ پر ایمان رکھتا ہے، وہ جان لے کہ آپؐ رحلت فرما گئے ہیں اور دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے! جو محمدؐ کے خدا پر عقیدہ رکھتا ہے، وہ جان لے کہ وہ زندہ ہیں اور انھیں ہرگز موت نہیں آئے گی۔

سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف:

سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہوا؟ یہ ایک داستان ہے جس کا ذکر کتاب زندگانی علیؑ میں آئے گا۔ اس واقعہ کو آپ نے بہت دفعہ پڑھا یا سنا ہوگا یہ عجیب کہانی ہے۔ اس چھت کے نیچے جمع ہونے والوں نے کیا کہا اور کیا سنا۔ اسے تاریخ سے واقف تمام لوگ جانتے ہیں۔ یہ ایسا واقعہ تھا جس کے اثرات چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی عالم اسلام پر موجود ہیں۔ انھوں نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے بارہا سنا یا مطالعہ کیا ہوگا کہ مسلمانوں میں افتراق کے خوف کے پیش نظر ایسا کیا گیا۔ اس واقعہ کے سرکردہ افراد کا کہنا تھا کہ فتنے کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اور ممکن ہے خدا ان کے توسط سے اسے ٹھنڈا کردے۔ لیکن اگر وہ چند گھڑیاں یا ایک دن صبر کر لیتے اور حضرت عائشہ کے گھر رونے والوں کو بھی اجتماع میں بلا لیتے تو کیا ہو جاتا؟ کیا فتنہ اس قدر شدید تھا کہ ایک دن صبر نہیں کیا جا سکتا تھا؟ **واللہ اعلم**. شاید تاریخ بھی اس بات کو جانتی ہو۔

حوالہ جات:

۱۔ آل عمران: ۱۴۴ ''اور محمدؐ تو بس رسول ہی ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔''

۲۔ طبری ج ۴ ص ۱۸۱۵۔ ۱۸۱۶ نیز رجوع فرمایئے ابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۲

۳۔ زمر: ۳۰

۴۔ العقد الفرید ج ۵ ص ۱۰

☆☆☆☆☆

وَاِنَّهُ لَيَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی.1

حضرت عائشہ کا گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔علی، فاطمہ علیہما السلام، عباسؓ، زبیرؓ،حسنؑ ،حسینؑ ، اورام کلثوم آنسو بہار ہے ہیں۔علی علیہ السلام اسماء بنت عمیسؓ کی مدد سے پیغمبر اکرمؐ کو غسل دینے میں مصروف ہیں۔ اللہ جانے اس غمناک اور پر درد لمحات میں ان چندافراد پر کیا گزری؟ پیغمبر اکرمؐ کو غسل دینے کا مرحلہ ابھی تمام ہوا تھا یا نہیں کہ اللہ اکبر کی آواز آتی ہے۔

علی علیہ السلام نے حضرت عباسؓ سے پوچھا: چچا عباس اس تکبیر کا کیا مطلب ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو نہیں ہونا چاہئے تھا وہ ہو چکا ہے۔2

ابھی تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ حضرت عائشہ کے گھر کے باہر سے آوازیں آنا شروع ہوگئیں ہر لحہ یہ آوازیں نزدیک ہوتی گئیں: باہر آؤ، باہر آؤ! ورنہ سب کو آگ لگا دیں گے۔

دختر نبی حجرے کے دروازے پر آتی ہیں، وہاں پر ان کا حضرت عمر سے سامنا ہوتا ہے۔جن کے ہاتھ میں آگ ہے۔

اے عمر کیا ہوا ہے؟

علیؑ ،عباسؓ اور بنی ہاشم مسجد میں آئیں اور خلیفہ رسولؐ کی بیعت کریں۔

کون سا خلیفہ؟ امام مسلمین تو اس وقت عائشہ کے حجرے میں رسول خداؐ کے جسد اطہر کے سرہانے بیٹھے ہیں۔

اس وقت کے بعد سے مسلمانوں کے امام ابوبکر ہیں۔لوگوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کی بیعت کرلی ہے۔لہٰذا اب بنی ہاشم کو بھی ان کی بیعت کرنی چاہئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر وہ نہ آئیں تو؟

پھر اس گھر کو اس میں موجود تمام افراد سمیت جلا دیں گے۔ مگر یہ کہ جو لوگوں نے قبول کیا تم بھی وہی قبول کر لو۔

عمر! کیا تم گھر کو آگ لگانا چاہتے ہو؟

ہاں۔[۳]

رسول خداؐ کی بیٹی اور اسلام میں پہلی ہجرت کرنے والے بزرگ صحابی کے درمیان یہ مکالمہ اسی صورت میں ہوا یا نہیں۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے اس وقت جب میں یہ واقعہ لکھنے میں مشغول ہوں تو ابن عبدالرب اندلسی کی کتاب عقد الفرید اور بلاذری کی انساب الاشراف میرے سامنے موجود ہیں۔ مذکورہ واقعہ میں نے ان دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔ یہ بات انتہائی بعید بلکہ ناممکن نظر آتی ہے کہ اس واقعہ کو مذکورہ صورت میں شیعوں یا ان کے حامی سیاسی گروہوں نے گھڑا ہو۔ کیونکہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں شیعہ یا ان کے طرفدار کمزور، سیاسی طاقت سے محروم اور اقلیت میں تھے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہی واقعہ مغرب کی اسلامی اسناد و کتب میں بیان ہوا ہے اس لحاظ سے اس کے جعلی ہونے کا احتمال نہیں ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی اسی قسم کی باتیں نرم یا سخت انداز میں موجود ہیں۔ طبری لکھتے ہیں:

انصار نے کہا: ہم علیؑ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔

عمر ابن خطاب، علیؑ کے گھر گئے۔ طلحہ اور زبیر اور مہاجرین میں سے کچھ افراد بھی وہاں پر تھے۔ عمر نے کہا: خدا کی قسم! اگر ابوبکر کی بیعت کرنے کے لئے باہر نہ آئے تو اس گھر کو جلا کر راکھ کر دوں گا۔ زبیر تلوار کھینچ کر باہر نکلے تو ان کا پاؤں پھسلا اور گر پڑے۔ لوگوں نے ان پر دھاوا بول دیا اور انھیں پکڑ لیا۔[۴]

جی ہاں! اس دن اصحاب رسولؐ کے درمیان اس قسم کی باتیں کیوں ہوئیں؟ یہی افراد تھے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنھوں نے انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں دین خدا کی نصرت کی تھی۔کئی بار اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں سے نبرد آزما ہوئے تھے۔آخر کیا ہوا کہ اتنی جلدی ایک دوسرے کی جانوں کے درپے ہو گئے؟

علی علیہ السلام اور خاندان رسالتؐ نے کیا گناہ کیا تھا کہ انھیں آگ میں جلایا جاتا۔فرض کریں کہ واقعہ غدیر صحیح نہیں ہے۔فرض کریں کہ رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا تھا۔فرض کریں کہ انتخاب سقیفہ پر کسی قسم کا اعتراض قابل قبول نہیں ہے۔لیکن بیعت سے انکار کی اسلام میں پہلے مثال موجود تھی۔خلیفہ کی بیعت نہ کرنا گناہ کبیرہ نہ تھا۔یہ ایک فقہی حکم تھا اور فقہی حکم کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ان کے حکم کی دلیل کیا تھی؟ کیا انھوں نے اسامہ سے منقول اس حدیث کو اجتہاد کا منبع قرار دیا:

لَیَنتَھِیَنَّ رِجَالٌ عَن تَرکِ الجَمَاعَۃِ اَو لَاحرِقَنَّ بُیُوتَھُم ۵ یا تو ترک جماعت سے باز آئیں یا ان کے گھروں کو جلا دیا جائے۔

بالفرض یہ حدیث متن اور سند کے لحاظ سے درست ہے لیکن کیا یہ حدیث علی علیہ السلام اور ان کے گھر والوں پر تطبیق کرتی ہے؟ اس حدیث کو محدثین نے باب صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔

پس اس حدیث سے مراد نماز جماعت کا ترک کرنا ہے۔ان سب باتوں کے علاوہ آخر خلیفہ بنانے میں اتنی جلدی کیا تھی؟ اور اس سے زیادہ حیران کن وہ بحث اور جھگڑا ہے جو مہاجرین اور انصار کے درمیان ہوا۔کیوں؟ کیا انصار غدیر کا واقعہ بھول گئے یا اس سے انکاری تھے؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خم غدیر کے میدان (جحفہ) میں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ جمع تھے۔ان سب نے حدیث غدیر سنی۔ان میں مدینے کا کوئی آدمی نہیں تھا اور کیا علیؑ کی خلافت کا اعلان اوس اور خزرج کے قبائل تک نہیں پہنچا تھا؟ واقعہ غدیر (جحفہ) کو گزرے تین ماہ کا عرصہ بھی نہیں ہوا تھا کہ قبیلہ خزرج کا سردار، جس نے اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ رسول خداؐ اور اسلام کی خلوص سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مدد کی تھی، خلافت کا دعویدار بن جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ اور وہ کیوں قریش سے مصالحت کی خاطر کہنے لگے: ایک امیر آپ سے اور ایک امیر ہم سے؟ کیا انھوں نے مسلمانوں کی امارت کو قبیلے کی سرداری سمجھ لیا تھا؟

امت اور دین کے غمخوار ان مسلمانوں نے سب سے پہلے اپنے پیغمبرؐ کے کفن و دفن کا بندوبست کیوں نہ کیا؟ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے، انھیں ڈر تھا کہ کہیں فتنہ کھڑا نہ ہوجائے۔ کیونکہ ابوسفیان موقع کی تلاش میں تھا۔ لیکن بنی ہاشم میں سے کسی کو وہاں کیوں نہیں بلایا گیا؟ کیا ابوسفیان اور اس کی سازش اسلام کے لئے اس قدر خطرناک تھی کہ ذرا سی دیر نہیں کی جاسکتی تھی؟ ابوسفیان کی ان دنوں کیا حیثیت تھی؟ ایک چھوٹے سے دیہات نجران کا حکمران تھا۔ اگر اوس، خزرج ، بنی ہاشم ، بنی تمیم، بنی عدی کے مہاجرین اور دوسرے مسلمان اکٹھے ہوجاتے تو بنی امیہ کا چھوٹا سا قبیلہ کیا کرسکتا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔

کیا اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ کا انتخاب جلدی نہ کیا گیا تو کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آجاتا؟

ان چودہ صدیوں میں کئی مرتبہ یہ سوالات اٹھائے گئے ہیں اور ان کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر لکھا ہے کہ یہ جوابات زیادہ تر میدان مناظرہ میں حریف کو زیر کرنے کے لئے ہیں نہ کہ حقیقت واضح کرنے کے لئے۔ یوں لگتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد وہ لوگ زیادہ تر اس فکر میں تھے کہ جتنا ہوسکے حاکم کا انتخاب عمل میں لایا جائے اور اس بارے میں ان کا اس طرف خیال کم تھا کہ حکومت کیسے چلائی جائے۔[٦] بالفاظ دیگر اسلام جن دو بنیادوں (دین وحکومت) پر استوار ہے۔ ان کا زیادہ دارومدار حکومت پر تھا گویا انھوں نے اپنے تئیں یہ سمجھ لیا تھا کہ جب مرکزی حکومت قائم ہوجائے گی اور حاکم برسراقتدار آجائے گا تو دوسرے کام خود بخود ٹھیک ہوجائیں گے۔ یہ بات درست ہے اور ہم نے دیکھا بھی کہ مدینہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے اپنی وحدت برقرار رکھتے ہوئے مرتدوں کے مقابلے میں قیام کیا اور انھیں ٹھکانے لگایا۔ اندرونی خلفشار ختم کرنے کے بعد مدینے کی حکومت کشور کشائی کے لئے تیار ہوگئی لیکن کیا اصول حکومت اور حکمران کے انتخاب کو دین سے جدا کیا جاسکتا ہے؟ خصوصاً جب شارع اسلام نے خود اس اصول اور بنیاد کو قائم کیا ہو؟ بہرحال اس واقعہ کو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد جنھوں نے یہ اقدام کیا، آئندہ کے لئے بنیاد رکھی، وہ دین کے ہمدرد تھے یا انھیں حکومت کے چھن جانے کا خوف لاحق تھا۔

شاید انھیں دونوں چیزوں کا خیال ہو اور انھوں نے سوچا ہو کہ اگر ایسی قدآور شخصیت جو عالم بھی ہو، متقی و پرہیزگار بھی ہو، خاندان رسولؐ میں سے ہو اور موقع ملنے پر بہت سے افراد کو اپنا حامی بھی بنا سکتی ہو، اس اجتماع میں آجائے تو ممکن ہے حاکم کی طاقت وقدرت کو متزلزل کردے۔ تاریخ طبری میں مذکور یہ چھوٹا سا اشارہ اسی حقیقت کی نشاندہی کررہا ہے:

رسول اللہؐ کی بیٹی کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ نے دیکھا کہ لوگوں نے ان سے منہ پھیر لیا ہے۔ ے

ہاں ایسا ہی ہوا کہ علیؑ کے بیٹے نے کہا:

اَلنَّاسُ عَبِیدُ الدُّنیَا......فَاِذَا مُحِّصُوا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّیَّانُونَ ۔ لوگ دنیا کے بندے ہیں۔ جب آزمائے جاتے ہیں تو دینداروں کی تعداد کم ہوتی ہے۔

میں نے یہ بات دوسری جگہ پر لکھی ہے کہ میں کسی مسلمان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا اور میں اپنے آپ کو ایسے کام میں ملوث نہیں کرنا چاہتا، جس میں بعض مسلمانوں نے دین یا دنیا کی خاطر اپنے آپ کو ملوث کیا ہے۔ وہ اپنے پروردگار کے پاس جاچکے ہیں وہ اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں اگر انھوں نے یہ سب دین کی خاطر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ البتہ اس مقام پر شہرستانی کی بات بڑی معنی خیز ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اسلام میں کسی زمانے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں بھی دین کی بنیاد پر اتنی تلوار نہیں اٹھائی گئی جتنی حکومت وقیادت کے مسئلے پر یہاں اٹھائی گئی ہے۔٨

اس کے باوجود میں نے ایک اور کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں کی بعد والی نسلیں مہاجرین اور انصار کے خلوص اور ایثار کے جذبوں سے سرشار ہوتیں تو آج مسلمانوں کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔

حوالہ جات:

١۔حضرت علیؑ ......اور وہ ضرور جانتا ہے کہ میرا مقام اس میں چکی کے دستے کی مانند ہے۔

٢۔انساب الاشراف ص٥٨٢

٣۔عقد الفرید ج٥ص١٢۔انساب الاشراف ص ٥٨٦

٤۔طبری ج٤ص ١٨١٨

٥۔کنز العمال۔صلوۃ حدیث٢٦٧٢

٦۔تحلیلی از تاریخ اسلام حصہ اول ص٩١

٧۔پس از پنجاہ سال ص٣٠طبع دوم

٨۔الملل والنحل ج١ص ١٦

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بَلٰی کَانَتْ فِیْ اَیْدِیْنَا فَدَکٌ مِنْ کُلِّ مَا اَظَلَّتْہُ السَّماءُ ۱؎

اس واقعہ کو ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ ایک اور سانحہ رونما ہوا۔ فدک کی سرزمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ لہٰذا اسے رسولؐ کی بیٹی کے پاس نہیں ہونا چاہیئے۔ خلیفہ مسلمین نے اپنی رائے اور نظر کے مطابق فیصلہ کیا جو کچھ فئی پیغمبر اکرمؐ کے اختیار میں تھا وہ مسلمانوں کے بیت المال کا حصہ ہے اور اب وہ خلیفہ کے اختیار میں ہونا چاہیئے۔ اس لئے حاکم کے حکم پر فدک کے علاقے سے فاطمہ زہرؐا کے کارندوں کو بے دخل کر دیا گیا۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ چونکہ فدک فوجی طاقت سے حاصل نہیں ہوا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے رسول اکرمؐ سے صلح کر لی تھی اس لئے یہ علاقہ آپؐ سے ہی متعلق تھا۔ (یعنی آپؐ ہی سے مختص تھا۔) پہلے پہل آپؐ اس کی آمدن بنی ہاشم کے ضرورت مندوں پر خرچ کرتے تھے۔ مثلاً لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی بیاہ اور دوسرے امور میں خرچ کرتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ قطعہ اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بخش دیا۲؎ اب خلیفہ نے یہ فیصلہ دیا کہ پیغمبر اکرمؐ مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے اس میں تصرف کرتے تھے نہ کہ مالک کی حیثیت سے۔ لہذا اب بھی اسے حاکم کے اختیار میں ہونا چاہئے اور یہ اختیار حاکم کو حاصل ہے نہ کہ رسول اللہؐ کی بیٹی کو۔ حضرت زہرؐا مجبوراً حضرت ابوبکر کے دربار میں گئیں۔ ان دونوں کے درمیان یہ مکالمہ ہوا:

فاطمہ(س): ابوبکر! جب تم مرو گے تو تمہاری میراث کس کو ملے گی؟

ابوبکر: میرے بیوی بچوں کو۔

فاطمہؑ: لیکن ہمارے بجائے تم رسول اللہؐ کے وارث کیسے بن گئے ہو؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابوبکر: رسولؐ کی بیٹی! تمہارے باپ نے درہم و دینار اور سونا چاندی نہیں چھوڑا کہ تم اس کی وارث بنو۔

فاطمہؑ: لیکن خیبر اور فدک کا ہمارا حصہ کہاں گیا؟

ابوبکر: میں نے تمہارے باپ سے سنا ہے: میں جب تک زندہ ہوں، اس زمین سے فائدہ اٹھاؤں گا جب فوت ہو جاؤں تو یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے۔[۳]

فاطمہؑ: لیکن رسول اللہؐ نے اپنی زندگی میں اس زرعی زمین کو مجھے بخش دیا تھا۔

ابوبکر: کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟

فاطمہؑ: ہاں علیؑ اور ام ایمنؓ اس کے گواہ ہیں۔

ابوبکر: نبیؐ کی بیٹی! تم جانتی ہو کہ ام ایمنؓ عورت ہے، اس کی گواہی مکمل نہیں ہے۔ ایک اور عورت کو ساتھ گواہ ہونا چاہئے یا مرد گواہ ہونا چاہئے۔

اس طرح فدک حکومت کے قبضے میں آ گیا۔

کیا یہ معاملہ اسی طرح ختم ہو گیا؟ کیا پیغمبر اکرمؐ نے فدک اپنی بیٹی کو نہیں بخشا تھا؟ کیا بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں راویوں اور دیگر گروہوں سے جہاں تک بن پڑا، اس واقعہ کو بڑھا یا چڑھایا نہیں گیا؟ حدیثوں کو گھڑا اور حدیثوں کی عبارتوں کو کم و زیادہ نہیں کیا گیا؟ ہم نے کئی بار تکرار کی ہے کہ ان ادوار میں حدیث سازی اور حدیث کی عبارتوں کو تبدیل کرنا ایک معمول بن گیا تھا۔

ناقدین حدیث نے جعلی حدیثوں کی تعداد چار لاکھ سے بھی زیادہ بیان کی ہے۔[۴] اس مقام پر حقیقت کی پہچان کے لئے خارجی قرائن و علامات سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد دو سال کے دوران فدک مختلف ہاتھوں میں رہا ہے۔ مختلف افراد کی تحویل میں دیا جاتا رہا ہے حضرت عثمان نے اسے مروان بن حکم کی ملکیت میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دے دیا۵؎ اور ایک قول کے مطابق معاویہ نے مروان کو دیا۔۶؎ اموی حکومت کے اختتام تک فدک اس طرح مروانیوں کے قبضے میں رہا۔

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو انھوں نے کہا:

فدک پیغمبرؐ کی ملکیت تھا۔ آپؐ اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیتے، باقی بنی ہاشم کے ضرورتمندوں کو بخش دیتے تھے یا ان کی شادی بیاہ کے معاملات میں خرچ کرتے تھے۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد جناب فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ فدک ہمیں لوٹا دو، لیکن وہ نہ مانے، عمر نے بھی ابوبکر کا طرز عمل اختیار کیا گواہ رہنا میں فدک کی پیداوار کو انھیں مصارف میں خرچ کروں گا جس میں وہ پہلے خرچ ہوتی تھی۔۷؎

مامون کا فدک کو فرزندان فاطمہؑ کے حوالے کر دینا:

۲۱۰ ہجری میں خلیفہ مامون نے فدک اولاد زہراؑ کو واپس کر دیا اس کی طرف سے مدینے کے گورنر قشم بن جعفر کو جو حکمنامہ جاری کیا گیا اس کی عبارت یوں ہے:

امیر المومنین دینداری، منصب خلافت اور رسول خداؐ سے رشتہ داری کی بناء پر سنت نبویؐ کی پیروی، احکام رسولؐ کے اجراء، مستحقوں، غریبوں اور مسکینوں کو صدقات اور عطیات دینے کے باقی مسلمانوں سے زیادہ سزاوار ہیں اللہ انہیں کو اسکی توفیق عنایت فرمائے اور انھیں غلطیوں سے دور رکھے اور اسے ایسا کام کرنیکی ہمت دے جو خدا کی رضا اور قربت کا باعث ہے۔

رسول اللہؐ نے فدک اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ کو بخش دیا تھا۔ ہبہ کر دینے کا مسئلہ خود رسول اکرمؐ کے زمانے میں واضح اور روشن امر تھا۔ خاندان رسولؐ میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ فاطمہؑ جب تک زندہ رہیں اپنا حق مانگتیں رہیں۔ اب امیر المومنین نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ فدک فاطمہؑ کے وارثوں کو لوٹا دیا جائے اور ان کی تحویل میں دے دیا جائے اور حق عدالت کو قائم کریں۔ رسول اللہؐ کے حکم کو نافذ اور صدقہ کو جاری کر کے وہ پیغمبرؐ کے قرب کے خواہاں ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امیرالمومنین نے حکم دیا ہے کہ اس حکم کو عدالتی فیصلوں میں درج کریں اور دوسرے شہروں میں حکومت کے نمائندوں تک یہ بات پہنچا دیں۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ایام حج کے دوران یہ رسم بن گئی تھی کہ ان ایام میں مسلمانوں میں اعلان کیا جاتا کہ جو کوئی کسی پر دعویٰ کرے اور گواہ بھی پیش کرے اس کی بات سنو اور اسے مان لو۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس بات کی زیادہ حقدار ہیں کہ رسول اللہؐ نے انھیں جو کچھ دیا، اس دعویٰ میں ان کی تصدیق کیجائے۔ امیرالمومنین اپنے غلام مبارک طبری کو لکھتے ہیں فدک کو، جو کچھ ہے، اسے تمام حقوق کے ساتھ جو اس سے منسوب ہیں، اس میں کام کرنیوالے تمام غلاموں اور جس قدر غلہ اس میں پیدا ہوتا ہے اور دوسری متعلقہ چیزوں کیساتھ رسول خداؐ کی بیٹی فاطمہؑ کے ورثاء کی تحویل میں دے دیا جائے۔

امیرالمومنین نے فدک کی سرپرستی اور تمام امور کی ذمہ داری محمد بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو سونپی ہے تاکہ وہ اس آمدن کو اس کے مستحقین تک پہنچائیں۔ اے قثم بن جعفر! امیرالمومنین کے اس حکم اور خدا کی اطاعت سے جو اس نے اس پر واجب کی ہے اور اپنے رسولؐ کے تقرب کے حصول کی جو توفیق اسے نصیب ہوئی ہے، تم بھی آگاہ ہو جاؤ اور دوسروں کو بھی آگاہ کر دو۔ تم مبارک طبری کی جگہ پر محمد بن یحییٰ اور محمد بن عبداللہ کو منصوب کر دو اور فدک کی پیداوار بڑھانے اور اسے مزید آباد کرنے کے لئے تم ان کی مدد کرو۔ انشاءاللہ۔ چہارشنبہ دوم ذوالقعد ۲۱۰ھ۔ ۸

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے اوائل کے شیعہ شاعر دعبل خزاعی نے اس بارے میں کہا:

اَصبحَ وَجہُ الزَّمانِ قَدْ ضَحِکَا بِـرَدِّ مَـامُـوْنِ هـاشِـم فَـدَکَـا ۹

☆ **زمانے کا چہرہ متبسم ہو گیا، جب مامون نے فدک ہاشم کو واپس کر دیا۔**

مامون کے حکمنامہ میں ایک جملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے:

فاطمہؑ کو فدک بخشنے کا مسئلہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں نہایت واضح تھا اور اس کے بارے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں خاندان رسالت میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ یہ فرمان تیسری صدی ہجری کے آغاز میں اورطبری کی وفات سے ایک سال اور بلاذری کی وفات سے ایک تیس سال پہلے جاری کیا گیا اورلکھا گیا ہے: یہ خلیفہ کا فرمان ہے اپنے ملازم کی طرف۔ یعنی یہ حکومتی سنداور باقاعدہ حکم تھا۔ اس حکم کے مذکورہ جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبراکرمؐ کی وفات کے ابتدائی ایام میں جوکچھ رونما ہوا۔ وہ سیاسی مصلحت کے پیش نظر تھا۔اوراب سیاسی مصلحت نے سابقہ روش کوتبدیل کر دیا اگر مامون کا مقصد خاندان علیؑ کی دلجوئی اورشیعوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا تھا تو عمر بن عبدالعزیز کی روش اپنا تا اورصرف فدک کی پیداوار اورآمدن اولاد فاطمہؑ پرخرچ کرتا۔ اسے سابقہ خلفاء کے کردار پرخط بطلان کھینچنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس کے علاوہ اگرفدک ایک صدقہ تھا، جسے رسول اللہؐ مسلمانوں کے امیر ہونے کی وجہ سے اپنے مصرف میں لاتے تھے تو پھررسول خداؐ کی رحلت کے صرف پچیس سال بعد خلیفہ اسے کیوں اپنے رشتے داروں کوبخش دیتا ہے۔ بالفرض عمربن عبدالعزیز کی تشخیص صحیح ہو(جوکچھ بلاذری نے لکھا ہے وہ درست ہو) کہ نبی کی بیٹی کی اس زرعی زمین پرملکیت مسلم نہ ہواور یہ ایک صدقہ ہو،جس کی آمدن حضرت فاطمہؑ اوران کے بعدان کی اولاد کے لئے ہونی چاہئے تھی، جیسا کہ اس بارے میں صادرہونے والے اپنے فرمان میں خوداس نے لکھا ہے۔

جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں ذکرکیا ہے کہ دوران تاریخ اس مسئلے پرجتنی بحث کی گئی ہے یا کلامی، تاریخی اورسیرت کی کتب میں فصول اورابواب اس سے مختص کیے گئے ہیں، یہ سب اس وجہ سے نہیں تھا کہ یہ گاؤں جناب فاطمہؑ اوران کی اولاد کے ہاتھوں یاحکومت وقت کے قبضے میں رہے اوراگر فاطمہؑ خلیفۂ وقت کے دربار میں گئیں اوراس سے اپنا حق مانگا تو اس کا سبب یہ نہ تھا کہ وہ اپنے اوراپنے بچوں کا پیٹ پالنے کی خاطر یہ سب کچھ کررہی تھیں بلکہ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ نص کے مقابلے میں یہ پہلا اورآخری اجتہاد نہیں ہے۔ کیونکہ کل ایک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اوراجتہاد کیا جائے گا اوراسی طرح یہ سلسلہ چل نکلے گا۔اس وقت اس کی ضمانت کون دے گا کہ ایک اور خلیفہ آ کر اپنے اجتہاد کے بل بوتے پر دین میں بنیادی تبدیلیاں نہیں کرے گا؟ جیسا کہ اجتہاد کے طرفداروں نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ آج اگر فاطمہؑ کے دعویٰ اوران کے گواہوں کی بنا پر فدک انھیں لوٹا دیا جائے تو کل کو دوسرے حقوق کا مطالبہ کریں گی۔فاطمہ زہراؑ کے خدشات درست ثابت ہوئے۔اس واقعہ کے چالیس سال بعد حکومت میں ایسی بنیادی تبدیلیاں لائی گئیں جو نہ صرف سنت رسولؐ کے خلاف تھیں بلکہ خلفائے راشدین کے زمانے میں جاری سیرت کے بھی خلاف تھیں۔رسول اللہؐ کے مدعا علیہان کے کردار کے بارے میں نتائج اخذ کرتے ہوئے ابن ابی الحدید معتزلی اپنی طنزآمیز ظرافت کے ساتھ ایک نکتہ کی نشاندہی کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

میں نے مغربی بغداد کے مدرس علی بن فاروقی سے پوچھا: کیا فاطمہؑ کہتی تھیں؟ اس نے جواب دیا: ہاں! پھر اس نے مسکرا کر کہا: اگر اس دن فدک انھیں دے دیتے، تو دوسرے دن اپنے شوہر کی خلافت کی دعویدار بن جاتیں اور خلیفہ ان کی بات ٹھکرا نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ پہلے مان چکا ہے کہ رسولؐ کی بیٹی فاطمہؑ جو کچھ کہتی ہیں سچ کہتی ہیں۔۱۰

ہاں! جب فاطمہ زہراؑ نے دیکھ لیا کہ خلیفہ اپنے اجتہاد اور رائے سے باز نہیں آئے گا اور اسے پہلے سے جاری سنت پر ترجیح دے گا تو انھوں نے مسلمانوں کے عام اجتماع میں اپنی شکایت پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔

حوالہ جات:

۱۔عثمان بن حنیف کے نام امیرالمؤمنین علیؑ کے خط سے اقتباس: ''ہاں ان سب چیزوں میں سے جن پر آسمان نے اپنا سایہ ڈالا، صرف فدک ہمارے ہاتھ میں تھا۔''

۲۔تفسیر درالمنثور ج۴ص۱۷۷۔ا۔تفسیر ابن کثیر ج۳ص۳۶ وص۹۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔فتوح البلدان ج اص ۳۶۔انساب الاشراف ص ۵۱۹

۴۔الغدیر ص ۲۹۰ ج ۵

۵۔المعارف ص ۸۴۔تاریخ ابوالفدا ج اص ۱۶۸۔سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱۔العقد الفرید ج ۵ ص ۳۳۔شرح نہج البلاغہ ج اص ۱۹۸ نقل از الغدیر ج ۸ ص ۲۳۶۔۲۳۸

۶۔ فتوح البلدان ج اص ۳۷

۷۔فتوح البلدان ج اص ۳۶

۸۔بلاذری، فتوح البلدان ج اص ۳۷۔۳۸

۹۔دیوان دعبل ص ۲۴۷

۱۰۔شرح نہج البلاغہ ج ۱۶ ص ۲۸۴

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اَطْلَعَ الشَّیْطَانُ رَاسَهٗ ، مِنْ مَغْرَزِهٖ هَاتِفًا
بِكُمْ فَوَجَدَكُمْ لِدُعَائِهٖ مُسْتَجِیْبِیْنَ ا؎

رسول اکرمؐ اور صدر اسلام کے زمانے میں عدل وانصاف اور دادرسی کا مرکز صرف مسجد تھی۔ جسے کسی بڑے سے شکایت ہوتی، جس کا حق چھن جاتا، جس کے ساتھ حاکم یا افسر ظلم کرتا، جو بھی حاکم یا افسر کا رویہ اور عمل سنت نبویؐ سے ہٹ کر دیکھتا وہ اپنی شکایت، فریاد، اپنا نقطۂ نظر مسلمانوں کے سامنے پیش کرتا اور سب مسلمانوں کا فرض ہوتا کہ وہ ممکنہ حد تک اس کی مدد کریں اور اس کے حق کی بازیابی کے لئے کوشش کریں۔

رسول اللہؐ کی بیٹی کا بھی حق چھین لیا گیا اور حق چھین کر سنت نبیؐ کو بھی پامال کیا گیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ بہت جلد حکومت اسلامی پر قوم وقبیلہ کا رنگ چڑھ جائے گا۔ (یہ بات تیس سال بعد پوری ہوگئی) انھوں نے دیکھا کہ مہاجرین جو قبیلہ قریش سے تھے۔ انھوں نے انصار کو سیاسی میدان سے خارج کر دیا اور انصار جو پیغمبر اکرمؐ کے مددگاروں میں سے تھے آپؐ کے بعد خلافت کے دعویدار بن گئے ۔۲؎ اسلام سے پہلے دور میں قریش اپنے آپ کو دوسروں سے برتر اور ممتاز خیال کرتے تھے اور انھوں نے اپنے لئے خاص امتیازات بنا لیے تھے۔ اسلام کے آنے سے وہ سب امتیاز ختم ہوگئے۔ اب پھر ان لوگوں نے سر اٹھایا ہے اور خلافت مسلمین کو اپنا حق سمجھ رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس منصب کا اہل کسی فضیلت اور معنوی امتیاز، جیسے علم، تقویٰ اور عدالت کی بنیاد پر نہیں سمجھ رہے تھے۔ بلکہ صرف اور صرف قریش سے ہونے کی بنیاد پر وہ ایسا کر رہے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول اللہؐ کی بیٹی ان اجتہادات بلکہ بہتر الفاظ میں ان جدید افکار کے سامنے خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ انھیں مسلمانوں کو اس سنت شکنی کے عواقب سے خبردار کرنا چاہیئے تھا۔ اگر یہ بات مسلمانوں کی سمجھ میں آ گئی اور وہ باز آ گئے تو بہت ہی بہتر، لیکن اگر انھوں نے جناب فاطمہؑ کی باتوں کو نہ مانا تو وہ پروردگار عالم کے ہاں جوابدہ نہ ہوں گی۔

ان وجوہات کی بنا پر جناب فاطمہؑ نے شکایت کو عوامی اجتماع میں بیان کرنے کا فیصلہ کیا جناب زہراؑ اپنی رشتہ دار خواتین کے گھیرے میں مسجد کی طرف روانہ ہوئیں۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب وہ مسجد کی طرف جا رہی تھیں تو ان کا طریقہ اپنے والد گرامی حضرت محمدؐ کی طرح بہت باوقار اور قدم اٹھانے کا انداز بھی والد گرامی کی طرح تھا۔ حضرت ابوبکر چند مہاجرین وانصار کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ حضرت فاطمہؑ اور حاضرین کے مابین ایک پردہ لٹکایا گیا رسول خداؐ کی بیٹیؑ نے پہلے آہ وفریاد کر کے حاضرین مجلس کو لرزا دیا اور سب رونے لگے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئیں۔ جب لوگوں نے رونا بند کیا اور خاموش ہو گئے تو انھوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

ان کا یہ خطبہ، تاریخی، خوبصورت، بلیغ، رسا، شکایت آمیز، خوف دلانے والا اور آتش فشاں ہے۔ اس خطبے کی سب سے قدیم سند جو مصنف کی دسترس میں ہے وہ ابوالفضل احمد ابی طاھر مروزی (پیدائش ۲۰۴، وفات ۲۸۰ ہجری) کی کتاب بلاغات النساء ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب اسلامی دور کی عرب عورتوں کے خطبات، اقوال اور اشعار کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا آغاز جناب عائشہ بنت ابوبکر کے ملامت آمیز خطبے سے ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا خطبہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے بیان پر مشتمل ہے۔

احمد بن ابی طاہر نے اس خطبے کو دو صورتوں اور دو روایتوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے بعد کی کتب میں دونوں روایتیں آپس میں مخلوط ہو گئیں ہیں اور خطبہ ایک شکل میں ذکر ہوا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے جو دونوں صورتوں پر مشتمل ہے۔

مصنف نے احمد بن ابی طاہر کی تحریر کے الفاظ اور عبارت کی ترتیب کے لحاظ سے علی بن عیسیٰ اربلی (وفات ۶۹۳ ہجری) کی کتاب کشف الغمہ کی پیروی کی ہے اس خطبے کی سند اور متن کے بارے میں احمد ابن ابی طاہر سے کئی سال پہلے بحث و گفتگو انجام پا چکی ہے۔ احمد بن ابی طاہر کہتے ہیں:

میں نے ابوالحسن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ یہ خطبہ جناب فاطمہؑ کا نہیں ہے بلکہ ابوالعیناء نے اسے گھڑا ہے۔

انھوں نے جواب دیا: میں نے آل ابوطالب کے بوڑھوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے آباء سے اسے نقل کرتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس خطبے کو میرے باپ نے میرے دادا سے اور انھوں نے جناب فاطمہؑ سے روایت کیا ہے۔ بزرگان شیعہ نے ابوالعیناء کے دادا کی پیدائش سے بھی پہلے اسے نقل کیا ہے اور ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: لوگ کس طرح فاطمہ زہراؑ کے خطبے کا انکار کرتے ہیں جب کہ وہ حضرت عائشہ کے والد کی موت پر حضرت عائشہ کے خطبے کو قبول کرتے ہیں۔۳

اس گفتگو کو اسی شکل و صورت میں ابن ابی الحدید نے سید مرتضیٰ سے اور انھوں نے مرزبانی اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن ابی طاہر کے بیٹے عبید اللہ سے نقل کیا ہے۔۴

ہم نے دیکھا کہ بلاغات النساء (اس کے تینوں نسخوں میں یہ بات نقل ہوئی ہے اور یہ تینوں مصنف کے پاس ہیں) کے مؤلف کے بقول یہ گفتگو اس کے اور ابوالحسن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے درمیان ہوئی ہے۔۵

لیکن اس روایت کو اس سند کے ساتھ قبول کرنا مشکل، بلکہ ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ زید بن علی بن حسین سن ۱۲۲ ہجری میں شہید ہو گئے تھے اور احمد بن ابی طاہر جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ۲۰۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہجری میں پیدا ہوئے اس بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے یہ سوال زید بن علی بن حسین سے کیا ہے۔

مسلم ہے کہ حدیث بیان کرنے والوں سے حدیث کی سند میں بھول ہوئی ہے۔ جہاں تک میری تحقیق ہے، صرف علم رجال کے معاصر عالم جناب شیخ محمد تقی شوشتری نے اس غلطی کو پالیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ یہ گفتگو احمد بن طاہر اور زید بن علی بن حسین بن زید کے درمیان ہوئی ہے۔٦ اور اس نظریہ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بلاغات النساء کے مؤلف نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ پر ایک حدیث زید بن علی بن حسین بن زید علوی سے نقل کی ہے اور یہ دونوں زید ایک ہی ہیں۔٧

حیران کن بات یہ ہے کہ یہ غلطی بلاغات النساء کی دونوں اشاعتوں میں برقرار رہی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہی غلطی ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ میں سرایت کرگئی۔

بہر حال اس قدیمی سند کے علاوہ یہ خطبہ اہل سنت اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی نقل ہوا ہے۔

میرا گمان ہے کہ بعض سیرت نگاروں اور محدثین اہل سنت کی اس خطبے کو جعلی قرار دینے کی وجہ (اگر خدانخواستہ وہ نفس پرستی کا شکار نہ ہوئے ہوں تو) یہ ہے کہ خطبہ لفظی اور معنوی لحاظ سے بہت زیادہ آراستہ ہے۔ خصوصاً اس میں مسجع عبارات موجود ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جب کوئی مقرر عمومی اجتماع میں تقریر کرے گا تو اس کی گفتگو نثر مرسل ہوگی۔ خصوصاً جب متکلم شکایت اور دادخواہی کے مقام پر ہو۔

اگر وہم کا موجب یہی امر ہے اور ان کا معترض ہونا حسد و کینہ کی وجہ سے نہیں تو انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ رسول زادی کے خطبے میں تشبیہ، استعارہ اور کنایہ استعمال ہوا ہے۔ ان لفظی اور معنوی صنائع کی مثالیں صحابہ اکرام اور صدر اسلام کے لوگوں کے مختصر کلام میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بہت زیادہ ملتی ہیں چہ جائیکہ خاندان پیغمبرؐ میں، لفظی صنائع میں سے موازنہ، ترصیع، تضاد اور ان سب سے زیادہ مسجع عبارات اس خطبے میں موجود ہیں۔

مسجع گوئی کا ہنر خاندان پیغمبرؐ میں ایک فطری امر تھا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے مکہ میں مسجع کلام کہنے کا عام رواج تھا قرآن کریم کی ابتدائی مکی آیات اس صنعت سے بھری پڑی ہیں۔

رسول اکرمؐ کی بیٹی فاطمہؑ انکے شوہر علی ابن ابی طالبؑ اور انکے بچے قانون وراثت کے لحاظ سے اور قرآنی آیات کے اثرات کی وجہ سے مسجع گفتگو کرنے کے عادی بن گئے تھے۔ علیؑ کے خطبات میں بہت کم ایسے جملے ملیں گے جو مسجع نہ ہوں۔ انکی اولاد بھی ایسی ہی تھی۔ جب حضرت زینبؑ نے ابن زیاد کے دربار میں اسکی دل آزار باتوں کا جواب دینا چاہا تو یوں گویا ہوئیں:

لَقَدْ قَتَلْتَ کَهْلِی، وابَرْتَ اَهْلِیْ،	تو نے ہمارے سردار کو مارا، ہمارا سارا خاندان اجاڑا،
وَقَطَعْتَ فَرْعِیْ وَاجْتَثَثْتَ اَصْلِیْ،	ہمارے درختوں کو کاٹا، ہماری جڑوں کو تو نے اکھاڑا۔
فَاِنْ یَشْفِكَ هٰذَا فَقَدِاشْتَفَیْتَ۔ ۸	اگر تیرا کلیجہ اس سے ٹھنڈا ہوتا ہے تو ٹھنڈا کر لے۔

ابن زیاد نے کہا: کیا مسجع گفتگو کر رہی ہو۔ تیرا باپ بھی مسجع کلام کہتا تھا۔ بنی ہاشم کے علاوہ عبد مناف کے قبیلے کے اکثر مرد وزن اس ہنر کے حامل تھے۔ جس دن معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کرنا چاہا تو اس نے عبداللہ ابن زبیر سے رائے معلوم کی تو اس نے جواب دیا:

اِنِّـی اُنَـادِیْكَ وَلَا اُنَـاجِیْكَ، اَنَّ اَخَـاكَ مَنْ صَدَقَكَ، فَانْظُرْ قَبْلَ اَنْ تَتَـقَـدَّمَ وَتَـفَـكَّرْ قَبْلَ اَنْ تَنْدَمَ، فَـاِنَّ الـنَّـظَـرَ قَبْلَ التَقَدُّمِ وَالتَّفَكُّرَ قَبْلَ التَّنَدُّمِ .	بات کروں میں صاف صاف۔ نہ کوئی پردہ نہ کوئی راز۔ سن لے اپنے بھائی کی تو سچی بات۔ ندامت سے پہلے تو سوچ لے۔ قدم اٹھانے سے پہلے تو کر لے ذرا غور۔ کیونکہ قدم اٹھانے سے پہلے دیکھ بھال لینا اچھا اور پشیماں ہونے سے پہلے غور وفکر کرنا اچھا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معاویہ ہنسا اور کہا:

"اے مکار لومڑی! بڑھاپے میں قافیہ گوئی سیکھ لی ہے اتنی لمبی مسجع عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔ ۹

مصنف نے پوری کوشش کی ہے کہ اس خطبے کو نثر میں منتقل کرنے میں جہاں تک ممکن ہو لفظی اور معنوی صنائع کو محفوظ رکھا جائے خصوصاً قافیہ گوئی کا تا حد امکان خیال رکھا جائے۔ اور اگر ان جملوں کے ترجمے میں کسی لفظ کو جابجا کیا گیا تو صرف اسی حسن کو برقرار رکھنے کے لئے کیا گیا ہے

خطبے کا آغاز یوں ہوتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَآ اَنْعَمَ، وَلَهُ الشُّكْرُ عَلٰى مَآ اَلْهَمَ، وَالثَّنَاءُ بِمَا قَدَّمَ، مِنْ عُمُوْمِ نِعَمٍ ابْتَدَاَهَا، وَسُبُوْغِ اٰلَاءٍ اَسْدَاهَا، وَتَمَامِ مِنَنٍ وَالَاهَا، جَمَّ عَنِ الْاِحْصَاءِ عَدَدُهَا، وَنَاٰى عَنِ الْجَزَاءِ اَمَدُهَا، وَتَفَاوَتَ عَنِ الْاِدْرَاكِ اَبَدُهَا، وَنَدَبَهُمْ لِاسْتِزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ لِاتِّصَالِهَا، وَاسْتَحْمَدَ اِلَى الْخَلَائِقِ بِاِجْزَالِهَا، وَثَنّٰى بِالنَّدْبِ اِلٰى اَمْثَالِهَا . وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةٌ جَعَلَ الْاِخْلَاصَ تَاْوِيْلَهَا،

حمد و ستائش ہے، پروردگار کی اس کی نعمات پر، شکر ہے اس کا ان افکار و معارف پر جو اس نے الہام کئے۔ اس کے چشمہ لطف سے پھوٹنے والی بیشمار نعمتوں پر حمد و ثنا ہے اور اس کی بے پناہ بخشش پر جو اس نے عطا فرمائی ۔ اس کے پے در پے احسانات پر قربان جاؤں ، اس کی مسلسل نعمات جو شمار نہیں کی جاسکتیں ، ان کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا، اسکی نعمات کی گہرائیوں اور رازوں تک پہنچنا ہماری عقلوں کی دسترس سے باہر ہے۔ اس نے شکر کو نعمات میں اضافے کا سبب بنایا۔ حمد کو ثواب میں زیادتی کا موجب قرار دیا۔ دعائیں کرنے سے اپنی عطا و بخشش میں اضافہ کیا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا یکتا ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اس گواہی کا ترجمان حد درجہ خلوص ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَضَمَّنَ الْقُلُوْبَ مَوْصُوْلَهَا، وَ اَنارَ فِي الْفِكَرِ مَعْقُوْلَهَا .الْمُمْتَنِعُ عِنَ الْاَبْصارِ رُؤْيَتُهٗ، وَمِنَ الْاَوْهَامِ الْاِحَاطَةُ بِهٖ، اِبْتَدَعَ الْاَشْيَآءَ لَا مِنْ شَيْءٍ قَبْلَهَا، وَ احْتَذَاهَا بِلَا مِثَالٍ لِغَيْرِ فَائِدَةٍ زَادَتْهُ اِلَّا اِظْهَارًا لِّقُدْرَتِهٖ، وَ تَعَبُّدًا لِّبَرِيَّتِهٖ، وَ اِعْزَازًا لِّدَعْوَتِهٖ، ثُمَّ جَعَلَ الثَّوَابَ عَلٰى طَاعَتِهٖ، وَ وَضَعَ الْعِقَابَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ، زِيَادَةً لِّعِبَادِهٖ عَنْ نِقْمَتِهٖ، وَحِيَاشًا لَهُمْ اِلٰى جَنَّتِهٖ .وَ اَشْهَدُ اَنَّ اَبِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اِخْتَارَهٗ قَبْلَ اَنْ يَجْتَبَلَهٗ، وَ اصْطَفَاهُ قَبْلَ اَنِ ابْتَعَثَهٗ، وَ سَمَّاهُ قَبْلَ اَنِ اسْتَنْجَبَهٗ، اِذِ الْخَلَائِقُ بِالْغُيُوْبِ مَكْنُوْنَةٌ، وَ بِسِتْرِ الْاَهَاوِيْلِ مَصُوْنَةٌ، وَ بِنِهَايَةِ الْعَدَمِ مَقْرُوْنَةٌ، عِلْمًا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَايِلِ الْاُمُوْرِ، وَاِحَاطَةً بِحَوَادِثِ الدُّهُوْرِ،

اوراس عقیدے کی بنیاد بابصیرت قلوب ہیں ۔ اس تک پہنچنے کے لئے چراغ دانش ہے۔ وہ خدا جسے آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اورانسانی افکار اورتصورات اس کااحاطہ نہیں کرسکتے۔ اس نے سب کچھ عدم سے خلق کیا۔ جن کا نمونہ پہلے موجود نہ تھا۔ خلقت اشیاء کی اسے ضرورت نہ تھی اورنہ ان کی خلقت سے اسے کچھ فائدہ ہوا مگریہ کہ اس نے اپنی قدرت کو آشکار کرناچاہا اوراپنی مخلوقات پربندہ نوازی کرتے ہوئے انھیں نوازنا چاہا۔ اپنی دعوت کو پورے عالم میں پھیلانا چاہا۔ اس نے اجروثواب کوفرمانبرداری میں گروی رکھا اور نافرمانوں کوعذاب سےڈرایا تاکہ بندوں کو انجام بدسے بچائے اوربہشت کی طرف انھیں لے جائے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے باپ محمدؐ خدا کے بندے اوررسول ہیں ۔ ان کی خلقت سے پہلے خدا نے انھیں چن لیا، رسالت سے پہلے انھیں منتخب کرلیا اوران کاایسا نام رکھا جوانھیں سجتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب مخلوقات پردۂ غیب میں تھیں، آنکھوں سے اوجھل تھیں۔ میدان عدم میں سرگرداں تھیں۔ بزرگ وبرتر خدا سب کاموں کے انجام سے آگاہ تھا۔ حالات اور زمانے میں تغیروتبدل سے باخبر اوران پرحاوی تھا ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَمَعْرِفَةً بِمَواضِعِ الْمَقْدُوْرِ . اِبْتَعَثَهُ
اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اِتْمَامًا لِّاَمْرِهٖ، وَ
عَزِيْمَةً عَلٰى اِمْضَاءِ حُكْمِهٖ، فَرَاَى
الْاُمَمَ فِرَقاً فِيْ اَدْيَانِهَا، عُكَّفًا عَلٰى
نِيْرَانِهَا، عَابِدَةً لِّاَوْثَانِهَا، مُنْكِرَةً
لِّلّٰهِ مَعَ عِرْفَانِهَا . فَاَنَارَ اللّٰهُ عَزَّ وَ
جَلَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهٖ ظُلَمَهَا، وَ فَرَّجَ عَنِ الْقُلُوْبِ
بُهَمَهَا، وَ جَلَا عَنِ الْاَبْصَارِ
غُمَمَهَا، ثُمَّ قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ قَبْضَ
رَاْفَةٍ وَ اخْتِيَارٍ، وَ رَغْبَةٍ بِاَبِيْ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ عَنْ هٰذِهِ
الدَّارِ، مَوْضُوْعٌ عَنْهُ الْعِبْءُ وَ
الْاَوْزَارُ، مُحْتَفٍ بِالْمَلَائِكَةِ
الْاَبْرَارِ، وَ رِضْوَانِ الرَّبِّ الْغَفَّارِ، وَ
مُجَاوَرَةِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ . صَلَّى
اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، وَ اَمِيْنِهٖ
عَلٰى وَحْيِهٖ، وَ صَفِيِّهٖ مِنَ الْخَلْقِ وَ
رَضِيِّهٖ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ
سَلَّمَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ .

وہ ہر چیز کے انجام سے مطلع تھا۔ خدا نے جناب محمدؐ کومبعوث فرمایا تاکہ اپنے امر کو اختتام تک پہنچائے اورجواس نے مقدر کیا ہے اسے انجام تک پہنچائے۔حضرت محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ تمام لوگ فرقوں میں تقسیم، مختلف مذاہب کواختیار کئے ہوئے ہیں۔ ہرگروہ اپنے مذہب پرگامزن ہے۔ ہرگروہ کسی نہ کسی بت کی پرستش کررہا ہے اورسب نے اللہ کوجانتے ہوئے فراموش کردیا ہے۔ پس خدا بزرگ وبرتر نے تاریکیوں میں نور محمدؐ سے اجالا کردیا۔اللہ نے آنحضرتؐ کی برکت سے دلوں سے غبار کفر کودھوڈالا۔ آنکھوں پر پڑے پردوں کوہٹا دیا پھر اپنے لطف و مہربانی اوراپنی رضاوخوشنودی سے آپؐ کونوازا۔ اس دنیا کے رنج والم کوجسے وہ پسند نہیں کرتا تھا آپؐ کے دل سے دورکردیا۔ آنحضرتؐ کوفرشتوں کے عالم میں مقرب فرمایا ۔آپؐ کی حکومت کواپنے قرب و جوار میں قائم کیا، اور مغفرت ورضوان کوآپ کے نام دائم کردیا اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہونبی رحمت پر۔ امین وحی پر۔ تمام لوگوں سے برگزیدہ ہستی پر۔ اللہ تعالیٰ آپؐ سے راضی ہو۔ خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپؐ پرنازل ہوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

أَنْتُمْ عِبادَ اللّٰهِ (تُرِيْدُ اَهْلَ الْمَجْلِسِ) نُصُبُ اَمْرِاللّٰهِ وَنَهْيِهٖ وَ حَمَلَةُ دِيْنِهٖ وَ وَحْيِهٖ، وَ اُمَنَآءُ اللّٰهِ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَبُلَغَائُهٗ اِلَى الْاُمَمِ، وَ زَعِيْمُ حَقٍّ لَّهٗ فِيْكُمْ، وَ عَهْدٌ قَدَّمَهٗ اِلَيْكُمْ، وَ بَقِيَّةٌ اسْتَخْلَفَهَا عَلَيْكُمْ . وَ مَعَنَا كِتَابُ اللّٰهِ النَّاطِقُ، بَيِّنَةٌ بَصَآئِرُهٗ، وَ اٰىٌ فِيْنَا مُنْكَشِفَةٌ سَرَآئِرُهٗ، وَ بُرْهَانٌ مُنْجَلِيَةٌ ظَوَاهِرُهٗ، مُدِيْمٌ لِلْبَرِيَّةِ اِسْمَاعُهٗ، قَائِدٌ اِلَى الرِّضْوَانِ اتِّبَاعُهٗ، مُؤَدٍّ اِلَى النَّجَاةِ اسْتِمَاعُهٗ، فِيْهِ بَيَانُ حُجَجِ اللّٰهِ الْمُنَوَّرَةِ، وَ عَزَآئِمِهِ الْمُفَسَّرَةِ، وَ مَحَارِمِهِ الْمُحَذَّرَةِ، وَ بَيِّنَاتِهِ الْجَالِيَةِ، وَ جُمَلِهِ الْكَافِيَةِ، وَ فَضَآئِلِهِ الْمَنْدُوْبَةِ، وَ رُخَصِهِ الْمَوْهُوْبَةِ، وَ شَرَآئِعِهِ الْمَكْتُوْبَةِ، فَفَرَضَ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ تَطْهِيْرًا لَّكُمْ مِنَ الشِّرْكِ، وَ الصَّلَاةَ تَنْزِيْهًا عَنِ الْكِبْرِ، وَ الصِّيَامَ تَثْبِيْتًا لِلْاِخْلَاصِ، وَ الزَّكَاةَ تَزْيِيْدًا فِى الرِّزْقِ، وَ الْحَجَّ تَسْلِيَةً لِّلدِّيْنِ، وَ الْعَدْلَ تَنَسُّكًا لِلْقُلُوْبِ،

(اسکے بعد جناب فاطمہؑ نے اہل مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا):

تم خدا کے بندے ہو، اسکے حلال وحرام اور اوامر ونواہی سے وابستہ ہو۔ دین اور احکام کے محافظ ہو۔ تم حق کے امین ہو اور اسے دوسری قوموں تک پہنچانے والے ہو۔ تم سمجھتے ہو تمہارا خدا پر حق ہے؟ تم خدا سے عہد و پیمان کے پابند ہو۔ ہمارے خاندان کو تمہارے درمیان اس نے خلافت کیلئے مقرر فرمایا اور کتاب اللہ کی تاویل کی ذمہ داری ہم پر ڈالی۔ قرآن کی ادلہ و براہین آشکار ہیں اور جو کچھ ہمارے بارے میں ہے۔ وہ روشن ہے۔ اسکی ادلہ واضح اور تاریکی میں روشنی کی مانند ہیں۔ اس کی آواز کانوں میں رس گھولتی ہے۔ اپنے پیروکار کو باغ رحمت الٰہی کیطرف ہدایت کرتی ہے۔ اس کا سننے والا دونوں جہانوں میں کامیاب ہے۔ اللہ کی روشن دلیلوں کو اسکی آیات کے پرتو میں دیکھا جاسکتا ہے۔ احکام واجب کی تفسیر کو قرآن کے مفہوم سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسکے بیان کردہ محارم الٰہی روکنے والے ہیں۔ اور اسکے حلال کفایت کرنیوالے ہیں۔ اسکے مستحبات اسکے فضائل ہیں۔ شریعت کیلئے راہ گشاہ ہے۔ ان سب کو آسان ترین عبارت میں بیان کیا اور واضح ترین شکل میں پیش کیا۔ اسکے بعد اس نے ایمان تم پر واجب کیا تا کہ شرک کے زنگ تمہارے دلوں سے اتار پھینکے۔ اس نے نماز کے ذریعے تمہارے غرور و تکبر کو ختم کیا۔ روزے کو خلوص کی علامت قرار دیا۔ زکوٰۃ کو تمہارے رزق میں اضافہ کا سبب قرار دیا۔ حج کو تمہارے دین میں درجات کی آزمائش کا وسیلہ بنایا۔ عدالت کو یقین قلوب کی نشانی قرار دیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ طَاعَتَنَا نِظَامًا لِّلْمِلَّةِ، وَ اِمَامَتَنَا اَمْنًا مِّنَ الْفُرْقَةِ، وَ حُبَّنَا عِزًّا لِّلْاِسْلَامِ، وَ الصَّبْرَ مَنْجَاةً، وَ الْقِصَاصَ حَقْنًا لِّلدِّمَآءِ، وَ الْوَفَآءَ بِالنَّذْرِ تَعَرُّضًا لِّلْمَغْفِرَةِ، وَ تَوْفِيَةَ الْمَكَايِيْلِ وَ الْمَوَازِيْنِ تَغْيِيْرًا لِّلْبَخْسَةِ، وَ النَّهْيَ عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ تَنْزِيْهًا عَنِ الرِّجْسِ، وَ قَذْفَ الْمُحْصَنَاتِ اجْتِنَابًا لِّلَّعْنَةِ، وَ تَرْكَ السَّرَقِ اِيْجَابًا لِّلْعِفَّةِ، وَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ الشِّرْكَ اِخْلَاصًا لَّهٗ بِالرُّبُوْبِيَّةِ، ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ وَ أَطِيْعُوْهُ فِيْمَا اَمَرَكُمْ بِهٖ وَ نَهَاكُمْ عَنْهُ، فَاِنَّهٗ ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ ثُمَّ قَالَتْ: اَيُّهَا النَّاسُ اَنَا فَاطِمَةُ، وَ اَبِیْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ اَقُوْلُهَا بَدْءًا عَلٰى عَوْدِیْ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ۱۵

ہماری پیروی کو وحدت کا سرمایہ قرار دیا۔ ہماری امامت کو مانع افتراق، ہماری محبت اور دوستی ۱۰ کو مسلمانوں کی عزت بنایا۔ صبر کو کامیابی اور نجات کا موجب بنایا اور قصاص کو بقائے زندگی کا سبب قرار دیا۔ ۱۱ نذر کی ادائیگی کو مغفرت وبخشش کا وسیلہ بنایا۔ پورا تولنے کو کم فروشی اوروزن میں کمی کا مانع قرار دیا۔ اس نے شراب پینے سے منع فرمایا تاکہ اپنے آپ کو رجس اورپلیدی سے پاک رکھیں۔ اس نے پاک دامن عورتوں پر تہمتیں لگانے سے منع فرمایا۔ تاکہ اپنے آپ کو لعنت کا مستحق قرار نہ دیں۔ ۱۲ چوری سے روکا تاکہ عفت کاراستہ اختیار کریں ۔ شرک کو حرام قرار دیا تاکہ اخلاص کے ساتھ توحید کی عبادت وبندگی کریں۔ پس اللہ سے ایسے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اورمرو تو مسلمان ہو کر مرو ۱۳ جن چیزوں سے اس نے منع فرمایا ہے ان سے باز آجاؤ۔ بیشک اللہ سے صرف دانا وعالم بندے ڈرتے ہیں۔ ۱۴ اس کے بعد فرمایا: لوگو! جس طرح میں نے شروع میں کہا ہے: میں فاطمہؑ ہوں اورمیرے باپ محمدؐ ہیں۔ تحقیق تمہارے پاس ایسا رسول آیا ہے جو تم میں سے ہے۔ جس پر تمہارا غم ورنج بہت گراں ہے اورتمہاری نجات پرحریص ہے اورمومنین پرمہربان اوران کا ہمدرد ہے ،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَاِنْ تَعْزُوْهُ وَ تَعْرِفُوْهُ تَجِدُوْهُ اَبِیْ
دُوْنَ نِسَآئِكُمْ، وَ اَخَا ابْنِ عَمِّیْ
دُوْنَ رِجَالِكُمْ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ،
صَادِعًا بِالنِّذَارَةِ، مَآئِلًا عَنْ مَدْرَجَةِ
الْمُشْرِكِیْنَ، ضَارِبًا ثَبَجَهُمْ، اٰخِذًا
بِاَكْظَامِهِمْ، یَكْسِرُ الْاَصْنَامَ، وَ
یَنْكُتُ الْهَامَ، حَتّٰی هَزَمَ الْجَمْعَ وَ
وَلَّوُا الدُّبُرَ، وَ تَفَرَّی اللَّیْلُ عَنْ
صُبْحِهٖ، وَ اَسْفَرَ الْحَقُّ عَنْ مَحْضِهٖ،
وَ نَطَقَ زَعِیْمُ الدِّیْنِ، وَ خَرِسَتْ
شَقَاشِقُ الشَّیَاطِیْنِ، وَ كُنْتُمْ عَلٰی
شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ، مُذْقَةَ الشَّارِبِ،
وَ نُهْزَةَ الطَّامِعِ، وَ قَبْسَةَ الْعَجْلَانِ، وَ
مَوْطِئَ الْاَقْدَامِ، تَشْرَبُوْنَ الطَّرْقَ، وَ
تَقْتَاتُوْنَ الْوَرَقَ، اَذِلَّةً خَاسِئِیْنَ،
تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ مِنْ
حَوْلِكُمْ، فَاَنْقَذَكُمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ
تَعَالٰی بِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ
بَعْدَ اللَّتَیَّا وَ الَّتِیْ، وَ بَعْدَ اَنْ مُنِیَ
بِبُهَمِ الرِّجَالِ، وَ ذُؤْبَانِ الْعَرَبِ، وَ
مَرَدَةِ اَهْلِ الْكِتَابِ كُلَّمَا حَشَوْا نَارًا

اگر تم انھیں پہچانتے ہو تو جان لو کہ وہ میرا باپ تھا نہ کہ تمہاری عورتوں کا۔ وہ تمہارے مردوں میں سے صرف میرے شوہر کے بھائی تھے۔ انھوں نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے۔ انھوں نے شرک کی پیشانی اور کمر کو توحید کے تازیانے سے توڑ دیا ہے۔ بتوں اور بت پرستوں کی شان وشوکت کو خاک میں ملا دیا ہے۔ یہاں تک کہ کافر متفرق ہوگئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ کفر کی کالی رات کا خاتمہ ہوا اور ایمان کی صبح نمودار ہوئی۔ حق وحقیقت نے چہرے سے نقاب الٹا دیا۔ دین کی رہبری کا چرچا برسرعام ہوا۔ شیاطین کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اس دوران میں تم جہنم کے دروازے پر تھے۔ ہر پیاسے کی نظر تم پر تھی۔ ہر دیکھنے والے کی نظروں میں تم حقیر وپست تھے۔ ہر طمع کار کا لقمہ اور ہر درندے کا شکار تم تھے۔ لوگ تمہیں اپنے پاؤں سے کچلتے، تم بدبودار اور گندا پانی پیتے اور پتے چباتے تھے۔ تمہاری غذا جانوروں کی کھال اور مردار تھی۔ تمہارا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ہر وقت خطرہ لگ رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ کہ لوگ تمہیں گھیر کر ہلاک کردیں ۔ یہاں تک کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو بھیج کر تمہیں خاک مذلت سے اٹھایا اور تمہیں رفعت وبلندی کے کمال تک پہنچا دیا۔ ان باتوں کے علاوہ جب پیغمبرؐ، جانور جیسے انسانوں اور بھیڑیے جیسے عربوں میں گھر گئے ، جن میں سرکش قسم کے اہل کتاب بھی تھے۔ جن کی آتش فساد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ، اَوْ نَجَمَ قَرْنَ
الضَّلَالِ، وَ فَغَرَتْ فَاغِرَةٌ مِّنَ
الْمُشْرِكِيْنَ، قَذَفَ بِاَخِيْهِ فِیْ
لَهَوَاتِهَا، فَلَا يَنْكَفِءُ حَتّٰى يَطَاَ
صِمَاخَهَا بِاَخْمَصِهٖ، وَ يُخْمِدَ لَهَبَهَا
بِسَيْفِهٖ، مَكْدُوْدًا فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ، قَرِيْبًا
مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ، سَيِّدًا فِیْ اَوْلِيَآءِ
اللّٰهِ، وَ اَنْتُمْ فِیْ بُلَهْنِيَةٍ وَادِعُوْنَ
اٰمِنُوْنَ . حَتّٰى اِذِ اخْتَارَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ دَارَ
اَنْبِيَآئِهٖ، ظَهَرَتْ خُلَّةُ النِّفَاقِ، وَ
سَمَلَ جِلْبَابُ الدِّيْنِ، وَ نَطَقَ كَاظِمُ
الْغَاوِيْنَ، وَ نَبَغَ خَامِلُ الْاَقَلِّيْنَ، وَ
هَدَرَ فَنِيْقُ الْمُبْطِلِيْنَ، فَخَطَرَ فِیْ
عَرَصَاتِكُمْ، وَ اَطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَاْسَهٗ
مِنْ مَّغْرَزِهٖ هَاتِفًا بِكُمْ، فَوَجَدَكُمْ
لِدَعْوَتِهٖ مُسْتَجِيْبِيْنَ، وَ لِلْغِرَّةِ فِيْهِ
مُلَاحِظِيْنَ، ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ
فَوَجَدَكُمْ خِفَافًا، وَ اَحْمَشَكُمْ
فَاَلْفَاكُمْ غِضَابًا، فَوَسَمْتُمْ غَيْرَ
اِبِلِكُمْ، وَ اَوْرَدْتُّمْ غَيْرَ شِرْبِكُمْ، هٰذَا
وَ الْعَهْدُ قَرِيْبٌ، وَ الْكَلْمُ رَحِيْبٌ،

کواللہ نے بجھا دیا۔ جب کبھی شیطان نے سر اٹھایا، یامشرکین نے کوئی بے ادبی کی تو پیغمبرؐ نے اپنے بھائی کوسینہ سپر کردیا۔جس کی شان یہ تھی کہ جب تک فتنوں کے کان نہ بند کردے اور آتش فساد کو اپنی تلوار کے پانی سے بجھا نہ دے، میدان سے پلٹتا نہ تھا۔ وہ ذات خدا میں کوشاں، (امرالٰہی میں جدوجہد کرنے والا) رسول اللہؐ سے قریب، اولیائے خدا کا سردار، امت کا ناصح عمل کے لئے کمربستہ، اسلام کے لئے ساعی اور ترویج دین کے لئے جفاکش تھا۔ ان تمام سختیوں میں تم فارغ البال اور مطمئن تھے، تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ حتیٰ کہ جب اللہ نے اپنے پیارے رسولؐ کو اپنے پاس بلالیا تو نفاق اور دوروئی ظاہر ہوگئی۔ دین کی اہمیت جاتی رہی۔ ہر گمراہ خلافت کا دعویدار بن گیا اور ہر گمنام سردار بن گیا اور ہر فضول بکنے والا گلی کوچے میں بات اچھالنے لگا شیطان نے اپنی کمین گاہ سے سر باہر نکالا اور تمہیں اپنی طرف بلایا۔ اس نے دیکھا کہ تم لوگوں نے کتنی جلدی اس کی آواز پر لبیک کہا اور کتنی تیزی سے اس کی طرف لپک پڑے اور اس کے دام فریب میں آگئے اور اس کے اشاروں پر ناچنے لگے۔ ابھی تمہارے رسولؐ کو دنیا سے گئے ہوئے دو دن بھی نہ گزرے تھے اور ہمارے غم کا بوجھ ہلکا بھی نہ ہوا تھا کہ جو نہیں کرنا چاہئے تھا وہ تم نے کر دکھایا۔ جو تمہارا حق نہ تھا اس پر قابض ہوگئے۔ تم نے بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ الْجُرْحُ لَمَّا يَنْدَمِلْ، زَعَمْتُمْ
خَوْفَ الْفِتْنَةِ ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ
بِالْكَافِرِينَ﴾، فَهَيْهَاتَ مِنْكُمْ !وَ
اَنّٰى بِكُمْ؟ !وَ اَنّٰى تُؤْفَكُونَ؟ وَهَذَا
كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ، زَوَاجِرُهُ
لَائِحَةٌ، وَ اَوَامِرُهُ وَاضِحَةٌ، اَرَغْبَةً
عَنْهُ تُرِيدُوْنَ؟، اَمْ بِغَيْرِهِ تَحْكُمُوْنَ؟ !
بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا، ﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ
غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ
هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ ١٦
ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا اِلَّا رَيْثَ اَنْ تَسْكُنَ
نَفْرَتُهَا، تَشْرَبُوْنَ حَسْوًا وَ تُسِرُّوْنَ
فِي ارْتِغَاءٍ، وَ نَصْبِرُ مِنْكُمْ عَلٰى مِثْلِ
حَزِّ الْمُدٰى، وَ اَنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا
اِرْثَ لَنَا اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ
﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا
لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ١٧ وَيْهًا
مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَاُبْتَزُّ اِرْثَ اَبِيْ، يَا
ابْنَ اَبِيْ قُحَافَةَ! اَفِيْ كِتَابِ
اللّٰهِ اَنْ تَرِثَ اَبَاكَ وَ لَا اَرِثَ
اَبِيْ؟ ! لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا،

تم نے اپنے طور پر یہ خیال کیا کہ فتنہ نہ اٹھنے پائے اور خون نہ بہنے پائے لیکن تم خود فتنے کی آگ میں کود گئے ۔تم نے جو کچھ اگایا اسے ضائع کر دیا ۔ جان لو کہ دوزخ کافروں کا ٹھکانا اور بدکاروں کی جگہ ہے ۔تم کہاں اور فتنے کو ختم کرنا کہاں؟ جھوٹ بولتے ہو اور فریب دیتے ہو ۔تم نے حق کے علاوہ راستے کو اختیار کیا، حالانکہ کتاب الٰہی تمہارے درمیان موجود ہے ۔اس کی نشانیاں بغیر کسی کمی اور اضافے کے ظاہر ہیں ۔ قرآن کے اوامر ونواہی روشن اور آشکار ہیں ۔کیا تم قرآن کے علاوہ کسی اور کے فیصلے پر عمل کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم شیطان کے حکم کی فرمانبرداری کرنا چاہتے ہو؟ ''اور جو کوئی دین اسلام کے علاوہ دین کو اختیار کرے اللہ اس سے ہرگز کوئی عمل قبول نہیں کرے گا اور جہان آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا ۔''تم نے ذرا بھی صبر نہ کیا کہ تمہارے پہلے لگائے گئے زخم مندمل ہو جاتے اور تمہارا پہلا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ۔تم نے ایک اور چال چلی ۔ایک نئے مسئلہ کا آغاز کر دیا جو کچھ تمہارے دلوں میں تھا، اسے عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا ۔تمہارا خیال ہے کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہے ۔ہم تمہارے اس ظلم پر بھی صبر کریں گے اور ان زخموں کو بھی برداشت کر لیں گے ۔مگر تم جاہلیت کے دستور پر عمل پیرا ہو اور گمراہی کے راستے پر گامزن ہو ۔ایمان داروں کے لئے پروردگار عالم سے بہتر کس کا حکم ہوسکتا ہے؟ اے مہاجرین! کیا یہ حکم خدا ہے کہ میری میراث لوٹ لی جائے اور حرمت کا ذرا بھی خیال نہ کیا جائے؟ اے فرزند ابوقحافہ! یہ خدا نے کہا ہے کہ تم تو اپنے باپ کی میراث پاؤ اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم کر دی جاؤں؟ یہ کون سی بدعت دین میں پھیلا رہے ہو؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَدُوْنَكَهَا مَخْطُوْمَةً مَرْحُوْلَةً، تَلْقَاكَ يَوْمَ حَشْرِكَ، فَنِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ، وَ الزَّعِيْمُ مُحَمَّدٌ، وَ الْمَوْعِدُ الْقِيَامَةُ، وَ عِنْدَ السَّاعَةِ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ، وَ ﴿لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ۱۸ ثُمَّ انْحَرَفَتْ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ هِيَ تَقُوْلُ:

کیاتم روز قیامت کے حساب وکتاب سے بے خبر ہو؟ موت بہت جلد تمہیں آ لے گی۔ قیامت کا وعدہ قریب ہے۔تم بہت جلد حشر کے میدان میں وارد ہوگے۔ وہاں بہترین انصاف کرنے والا خدا ہے۔مدعی جناب محمدؐ ہیں۔ اس دن ظالم وستمگر ذلیل ورسوا اورنقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ اس دن مظلوم کواس کا حق مل جائے گا۔تم جلدی جان لوگے کہ ہرخبر کا اپنا مقام اور ہر مظلوم کی دادرسی ہے۔اس کے بعد جناب فاطمہؑ نے بابا کی قبر کی طرف منہ کرکے فرمایا:

قَدْ كَانَ بَعْدَكَ اَنْبَاءٌ وَّ هَنْبَثَةٌ
لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهَا لَمْ تَكْثُرِ الْخَطْبُ
اِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا
وَ اخْتَلَّ قَوْمُكَ فَاشْهَدْهُمْ وَ لَا تَغِبْ

☆ آپؐ چلے گئے آپؐ کے بعد فتنہ برپا ہوا، دلوں میں چھپا ہوا کینہ آشکار ہوا۔آپؐ کو کیا کھویا کہ ہم سے دنیا نے منہ پھیرلیا۔آپؐ کی امت لڑپڑی اور ہمیں تنہا چھوڑ دیا گیا۔

مَعْشَرَ الْبَقِيَّةِ وَ اَعْضَادَ الْمِلَّةِ، وَ حُصُوْنَ الْاِسْلَامِ، مَا هٰذِهِ الْغَمِيْزَةُ فِيْ حَقِّيْ؟ اَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ : اَلْمَرْءُ يُحْفَظُ فِيْ وُلْدِهٖ، سَرْعَانَ مَا اَجْدَبْتُمْ فَاَكْدَيْتُمْ، وَ عَجْلَانَ ذَا اِهَالَةٍ،

اے جماعت مومنین! اے دین کے مددگارو! اے اسلام کے طرفداروں! کیوں میرا حق نہیں لیتے ہو؟ کیوں تم نے آنکھیں چرالی ہیں اور مجھ پر ظلم وستم ہوتا دیکھ رہے ہو؟ کیا میرے بابا نے نہیں فرمایا تھا کہ اولاد کا احترام ان کے باپ کا احترام ہے؟ تم کتنی جلدی بدل گئے ہو، کتنی جلدی تمہارا خون سرد ہوگیا ہے اورغفلت کے پردوں میں جاپڑے ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تَقُولُونَ: مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَخَطْبٌ جَلِيلٌ اسْتَوْسَعَ وَهْيُهُ، وَ اسْتَنْهَرَ فَتْقُهُ، وَ انْفَتَقَ رَتْقُهُ، وَ اَظْلَمَتِ الْاَرْضُ لِغَيْبَتِهِ، وَ اكْتَابَتْ خِيَرَةُ اللّٰهِ لِمُصِيبَتِهِ، وَ خَشَعَتِ الْجِبَالُ، وَ اَكْدَتِ الْاٰمَالُ، وَ اُضِيعَ الْحَرِيمُ، وَ اُزِيلَتِ الْحُرْمَةُ عِنْدَ مَمَاتِهِ، فَتِلْكَ نَازِلَةٌ (اَعْلَنَ) بِهَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْ اَفْنِيَتِكُمْ فِيْ مُمْسَاكُمْ وَ مُصْبَحِكُمْ، يَهْتِفُ بِهَا فِيْ اَسْمَاعِكُمْ، وَ قَبْلَهُ حَلَّتْ بِاَنْبِيَاءِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ رُسُلِهِ، ﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ﴾[9] اِيْهًا بَنِيْ قَيْلَةَ! ءَاُهْضَمُ تُرَاثَ اَبِيَهْ وَ اَنْتُمْ بِمَرْاًى مِّنْهُ وَ مَسْمَعٍ تَلْبِسُكُمُ الدَّعْوَةُ، وَ تَشْمُلُكُمُ الْحَيْرَةُ،

اپنے آپ سے کہتے ہو محمدؐ رحلت فرما گئے ۔ ہاں رحلت فرما گئے ۔مگر ان کی وفات بہت بڑا صدمہ تھا اور نا قابل برداشت غم ۔ان کی وفات سے ایسی دراڑ پڑی جو کبھی پُر نہ ہوگی ان کے فقدان سے زمین تاریک ہوگئی اور برگزیدگان الٰہی سوگوار ہوگئے ۔ امیدوں کے چشمے خشک ہوگئے اور پہاڑوں میں زلزلہ آ گیا ۔تمام حرمتیں تباہ ہوگئیں اور اہل حرمت بے پناہ ہوگئے ۔لیکن ایسا نہیں ہے کہ تم تقدیر الٰہی سے ناواقف ہو اور اس کی تمہیں خبر نہیں ۔قرآن تمہارے ہاتھوں میں ہے ، رات دن اسے پڑھتے ہو ۔کس طرح ہوسکتا ہے کہ تم اس کے معانی نہ جانتے ہو؟ تم اسے سمجھتے ہو کہ ان سے پہلے بھی پیغمبر آئے اور چلے گئے آپ نے بھی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی ہے ۔ محمدؐ ایک رسولؐ اور پیغمبرؐ تھے ان سے پہلے بھی رسول آئے اور چلے گئے اگر وہ قتل ہوجائیں یا فوت ہوجائیں تو کیا تم واپس پلٹ جاؤ گے؟ جو ایسا کرے گا وہ اللہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ شکرگزاروں کو جزا دے گا ۔اے قیلہ[10] کے بیٹو! تمہارے سامنے میرے باپ کی میراث مجھ سے چھین لی گئی! اور میری عزت کا کچھ خیال نہ کیا گیا ۔کیا تم بھی ان مستوں کی طرح میری آواز نہیں سن رہے ہو؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ فِيْكُمُ الْعَدَدُ وَ الْعُدَّةُ، وَ لَكُمُ
الدَّارُ، وَ عِنْدَكُمُ الْجُنَنُ، وَ اَنْتُمُ
الْاَوْلٰى نُخْبَةُ اللّٰهِ الَّتِى انْتَجَبَ
لِدِيْنِهِ وَ اَنْصَارُ رَسُوْلِهٖ، وَ اَهْلُ
الْاِسْلَامِ، وَ الْخِيَرَةُ الَّتِى اخْتَارَ لَنَا
اَهْلَ الْبَيْتِ، فَبَادَيْتُمُ الْعَرَبَ، وَ
نَاهَضْتُمُ الْاُمَمَ، وَ كَافَحْتُمُ الْبُهَمَ،
لَا نَبْرَحُ نَاْمُرُكُمْ وَ تَاْتَمِرُوْنَ، حَتّٰى
دَارَتْ لَكُمْ بِنَا رَحَى الْاِسْلَامِ، وَ دَرَّ
حَلَبُ الْاَنَامِ، وَ خَضَعَتْ نَعْرَةُ
الشِّرْكِ، وَ بَاخَتْ نِيْرَانُ الْحَرْبِ، وَ
هَدَاَتْ دَعْوَةُ الْهَرَجِ، وَ اسْتَوْثَقَ
نِظَامُ الدِّيْنِ، فَاَنّٰى جُرْتُمْ بَعْدَ الْبَيَانِ،
وَ نَكَصْتُمْ بَعْدَ الْاِقْدَامِ، وَ اَسْرَرْتُمْ
بَعْدَ الْاِعْلَانِ، لِقَوْمٍ نَكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ
﴿اَ تَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ
تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ ۲۱ اَلَا
قَدْ اَرٰى اَنْ قَدْ اَخْلَدْتُمْ اِلَى
الْخَفْضِ، وَ رَكَنْتُمْ اِلَى الدَّعَةِ،
فَعُجْتُمْ عَنِ الدِّيْنِ، وَ مَجَجْتُمُ
الَّذِىْ وَعَيْتُمْ، وَ وَسَّعْتُمُ الَّذِى

حالانکہ تمہارے پاس مجاہد ہیں ۔فراوان سازوسامان اورآبادگھر ہیں۔اس دور میں تم خدا کے برگزیدہ انسان ہو۔دین کے حامی ، رسول کے مددگار اور مومنین کے طرفدار ہو۔تم اہل بیت اطہارؑ کی حمایت کرنے والے ہو۔ یہ تم ہی تھے جنہوں نے بت پرست عربوں کے خلاف جنگیں کیں۔ یہ تم ہی تھے۔جن کے قدم بڑے بڑے لشکروں کے مقابلے پرنہ ڈگمگائے۔اگرچہ فرمان دینے والا ہم میں سے تھالیکن تم نے راہ خدا میں ثابت قدمی دکھائی۔ اسلام کا نام بلند کیا۔مسلمانوں کو اونچا مقام بخشا،مشرکوں کو تتر بتر کردیا، نظام دین برقرار کیا، جنگ کے شعلوں کو بجھادیا۔تم نے کافروں کے گلے میں طوق غلامی ڈالا۔پس ان سب کارناموں کے بعد تم بیٹھ گئے ہو۔اتنا آگے جانے کے بعد عقب نشینی کرلی ہے اوروہ بھی ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے اپنا عہد توڑ دیااورحکم الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو،اگرتم مومن ہو۔کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم نے تن آسانی کو اپنی عادت بنالیا۔ اورامن وخاموشی کے سائے میں رہنے کا اپنے آپ کوعادی کرلیا۔ ہے کیا تم دین سے تھک چکے ہواورراہ خدا میں جہاد سے منہ پھیرلیا ہے ۔جوکچھ تم نے سنا ہے، اسے سنااَن سنا کردیا ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سُوِّغْتُمْ فَ ﴿اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾. ۲۲؎

یادرکھو! اگر تم اورجتنے لوگ روئے زمین پر ہیں، کافرہوجائیں توخدا کوذرا بھی پرواہ نہیں کیونکہ وہ بے نیاز اورسزاوارحمد ہے۔

گرجملہ کائنات کافر گردند　　　بردامن کبریایش ننشیند گرد

☆اگرساری کائنات بھی کافرہوجائے تواس کی شان کبریائی میں ذرہ برابر فرق نہیں آئے گا۔(سعدی)

اَلَا وَ قَدْ قُلْتُ الَّذِی قُلْتُهٗ عَلٰی مَعْرِفَةٍ مِّنِّی بِالْخِذْلَانِ الَّذِی خَامَرَ صُدُوْرَكُمْ، وَ اسْتَشْعَرَتْهُ قُلُوْبُكُمْ، وَ لٰكِنْ قُلْتُهٗ فَیْضَةَ النَّفْسِ، وَ نَفْثَةَ الْغَیْظِ، وَ بَثَّةَ الصَّدْرِ، وَ مَعْذِرَةَ الْحُجَّةِ، فَدُوْنَكُمُوْهَا فَاحْتَقِبُوْهَا مُدْبِرَةَ الظَّهْرِ، نَاقِبَةَ الْخُفِّ، بَاقِیَةَ الْعَارِ، مَوْسُوْمَةً بِشَنَارِ الْاَبَدِ، مَوْصُوْلَةً بِ ﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ﴾ . فَبِعَیْنِ اللّٰهِ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ۲۳؎ وَ اَنَا ابْنَةُ نَذِیْرٍ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ، فَ ﴿اعْمَلُوْا ...اِنَّا عَامِلُوْنَ وَ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾.

میں نے اپنا پیغام پہنچانے کا حق ادا کردیا۔لیکن میں جانتی ہوں کہ تم ذلیل وخوار ہواور ذلت کے ہاتھوں گرفتار ہو۔ کیا کروں؟ میرا دل خون خون ہے۔زبان پر حرف شکایت نہ لاؤں، میری برداشت سے باہر ہے۔ایک بار پھر کہتی ہوں کہ تم پست لوگوں پر میں نے حجت تمام کردی ہے اب تمہیں یہ گلوگیر لقمہ نصیب ہواور حق شکنی اور حقیقت پوشی کی ذلت کا طوق ہمیشہ کے لئے تمہاری گردنوں میں رہے۔ تمہیں کبھی بھی آرام وسکون میسر نہ آئے۔یہاں تک کہ خدا تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دے وہ آگ جو ہروقت جلتی رہتی ہے اوردل وجان کوجلائے۔ تم جوکررہے ہو۔ خدا دیکھ رہا ہے ظالم وستمگر جلد جان لے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ میں تمہاری عاقبت کے بارے میں پریشان ہوں اوراپنے باپ کی طرح تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتی ہوں جودرخت تم نے لگایا ہے اس کا پھل کھانے کا انتظار کرو اوراپنے کئے کی سزا پاؤ۔

حوالہ جات:

۱۔اقتباس از خطبہ زہراؑ: شیطان نے اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور تمہیں چلا کر پکارا اور تمہیں اپنی دعوت پر لبیک کہنے والا پایا۔

۲۔بلاغات النساء طبع بیروت ص ۲۳،۲۴۔ ۳۔بلاغات النساء ص ۲۳۔

۴۔شرح نہج البلاغہ ج ۱۶ ص ۲۵۲۔ ۵۔ایضاً طبع بیروت ص ۲۳۔طبع نجف ص ۱۲۔طبع قم ص ۱۲

۶۔قاموس الرجال ج ۴ ص ۲۵۹۔ ۷۔ایضاً ص ۱۷۵ طبع قم۔ ۸۔طبری ج ۷ ص ۳۷۲

۹۔عقد الفرید ج ۵ ص ۱۱۰۔۱۱۱

۱۰۔بعض متاخر مآخذ میں حب=دوستی کی جگہ جہاد آیات ہے اور یہ زیادہ مناسب لگتا ہے۔

۱۱۔سورہ بقرہ: ۱۷۹ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲۔سورہ نور: ۲۳ کی طرف اشارہ ہے۔

۱۳۔آل عمران: ۱۰۱۔ ۱۴۔فاطر: ۲۸۔ ۱۵۔آل عمران: ۱۰۱۔

۱۶۔آل عمران: ۸۵۔ ۱۷۔المائدہ: ۵۰۔ ۱۸۔انعام: ۷۔

۱۹۔آل عمران: ۱۴۴۔

۲۰۔بعض عربی لغت ناموں اور فرہنگ ناموں میں لکھا گیا ہے کہ قیلہ ایک عورت کا نام ہے اور انصار اس کی نسل سے ہیں ابوالفرج اصفہانی نے اوس وخزرج کے نسب کے ذکر میں لکھا ہے: ان کی ماں قیلہ بنت جفنۃ بنت عقبہ بنت عمرو ہے قضاعہ کہتے ہیں: قیلہ، کاھل بن عدرہ بن سعد کی بیٹی ہے (اغانی ج ۳ ص ۴۱) لیکن توجہ رہنی چاہیے کہ قیلہ جنوبی عرب یعنی یمن کا لفظ ہے جبکہ اہل یثرب (مدینہ) وہ مہاجرین ہیں جو سد مارب کی ویرانی یا بعض دیگر اسباب کی وجہ سے یثرب میں مقیم ہوئے سبائیوں کی جنوب پر دوسری بار حکومت کے دوران، ان کے ہاں بادشاہوں کے سیاسی مشیر ہوا کرتے تھے جن کا انتخاب اشراف میں سے کیا جاتا تھا اور انھیں قیل کہا جاتا تھا بنابرایں قیلہ بزرگ، اعیان اور بڑے کے معنی میں ہے۔

۲۱۔توبہ: ۱۳۰

۲۲۔ابراھیم: ۸

۲۳۔شعراء: ۲۲۷

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا﴾[1]

اس اجتماع پر جس میں آدھے مرعوب اور آدھے مجذوب تھے، دکھی دل سے اٹھنے والی تندوتیز گفتگو نے کیا اثرات چھوڑے ہوں گے؟ خدا بہتر جانتا ہے درجۂ اول کی روایات واسناد اور تاریخ ،مبہم اشاروں کے علاوہ کچھ نہیں بتاتی ۔اگر انھوں نے ان اثرات کو اپنے سینے میں محفوظ کیا بھی تو یار لوگوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکے اور ہم تک نہ پہنچ سکے۔مسلم ہے کہ رسول اللہؐ کی بیٹی ان کے شوہر اور رسول خداؐ کے چچازاد بھائی کی باتوں کا ان افراد پر ضرور اثر ہوا ہوگا اور اس کا ردعمل سامنے آیا ہوگا۔(کیوں نہ اثر ہوتا) اس وقت تک لوگوں کے پاس جو کچھ تھا وہ سب رسول اللہؐ کی برکت اور صدقے میں تھا۔اسی رسولؐ کی کل وفات ہوتی ہے اور آج اسی کی پیاری بیٹی کا حق چھین لیا جاتا ہے۔

اگر (مسجد نبوی کے) اس اجتماع میں موجود مہاجرین اپنی مصلحت کی خاطر خاموش رہے ہو ں تو ٹھیک ہے لیکن انصار تو ایسے نہ تھے انھوں نے سقیفہ میں اپنی ناراضگی کا اظہار کردیا تھا اوران کی تنقید ایک اچھا محرک تھی۔

بہرحال ہمیں معلوم نہیں ہے کہ انھوں نے کیا کہا اور کیا سنا۔انھوں نے ہاں میں ہاں ملائی یا مخالفت کی؟ انھوں نے صرف افسوس اور اظہار ہمدردی کرنے پر اکتفا کیا یا کوئی عملی قدم بھی اٹھایا؟ اللہ بہتر جانتا ہے شاید انھوں نے کہا ہو کہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا، اب حکومت برسر اقتدار ہے۔ اس کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہئیں۔مسلمانوں کی مصلحت اسی میں ہے کہ اگر دلی طور پر ایک نہ ہوں تو یک زبان ضرور ہونا چاہئے، کیونکہ مدینے کے علاوہ سب جگہوں سے سرکشی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وبغاوت کی بو آرہی ہے۔

جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے[2] اس اجتماع میں ابوبکر نے جناب فاطمہ زہراؑ کا جواب اس انداز میں دیا:

اے رسول خداؐ کی بیٹی! تمہارے باپ مومنین کے غمخوار اوران پر مہربان تھے۔ وہ کافروں کے دشمن اوران پر قہرالٰہی کے مظہر تھے۔ اگر ہم نسب کو دیکھیں تو وہ تمہارے باپ تھے نہ کہ دوسری عورتوں کے۔ تمہارے شوہر کے وہ چچازاد بھائی تھے نہ کہ دوسروں کے۔ پیغمبرؐ کی نظروں میں تمہارا شوہر سب رشتہ داروں سے برتر اور تمام بڑی مہمات اور امور میں رسولؐ کا مددگار رہا ہے۔ سعادت مند انسان کے سوا تمہیں کوئی دوست نہیں رکھتا اور پست فطرت انسان کے سوا تم سے کوئی دشمنی نہیں کرتا۔

تم دنیا میں ہمارے رہبر اور بہشت کے راستوں کے رہنما ہو۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں تمہارے چچازاد کو خلافت سے روکوں؟ فدک اور جو کچھ تمہارے باپ نے تمہیں دیا ہے، اگر تمہارا حق ہے اور میں نے چھینا ہے تو میں ظالم اور ستمگر ہوں۔ لیکن میراث کے بارے میں جانتی ہو تمہارے باپ نے کیا کہا ہے: ہم پیغمبروں کی کوئی میراث نہیں ہوتی جو کچھ ہمارے بعد باقی بچے وہ صدقہ ہے۔

جناب فاطمہؑ نے جواب دیا:

لیکن خداوندمتعال قرآن میں دو نبیوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿یَرِثُنِی وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوبَ﴾ [3] ''مجھ سے اور آل یعقوب سے وہ ارث پائے گا''۔ ﴿وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُدَ﴾ [4] ''اور سلیمان نے داؤد علیہم السلام سے ارث پائی۔'' یہ دو پیغمبر ہیں۔ انھوں نے ارث چھوڑی یا ارث پائی؟ جو چیز وراثت سے نہیں ملتی وہ رسالت اور نبوت ہے، نہ کہ مال وجائیداد۔ میرے باپ کی ارث مجھ سے کیوں لیتے ہو۔ کیا کتاب الٰہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ اس حکم سے خارج ہوگئی ہے؟ اگر ایسی آیت ہے تو بتاؤ تا کہ میں اسے قبول کرلوں۔

حضرت ابوبکر نے کہا:

رسولؐ کی بیٹی! آپ کی بات واضح اور روشن ہے۔ آپؑ کی منطق، زبان نبوت ہے کسی کی کیا مجال کہ آپؑ کی بات ٹھکرائے میرے جیسا آپؑ پر کیا اعتراض کرسکتا ہے؟ آپؑ کے اور میرے درمیان آپؑ کے شوہر ثالث ہیں وہ فیصلہ کریں گے۔۵

لیکن ابن ابی الحدید نے اس خطبے کا ردعمل دوسری طرح بیان کیا ہے اس نے لکھا ہے کہ جناب زہراؑ کے خطبے کا حضرت ابوبکر نے یہ جواب دیا:

''اے پیغمبرؐ کی بیٹی! خدا کی قسم انسانوں میں آپؑ کے والدؐ سے زیادہ کوئی مجھے محبوب نہیں ہے۔ جس دن آپ کے والدؐ کی رحلت ہوئی میرا دل چاہتا تھا کہ آسمان زمین پر گر پڑے۔ بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ عائشہ غریب ہو جائے لیکن تو محتاج نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں سب کو حق دوں اور تم پر ظلم روا رکھوں۔ تو رسول خداؐ کی بیٹی ہے۔ یہ رسول اللہؐ کی ذاتی ملکیت نہیں تھا بلکہ سارے مسلمانوں کا مال تھا۔ آپؑ کے والدؐ اسے راہ خدا میں خرچ فرماتے تھے اور اس ذریعے سے حاجتمندوں کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد میں بھی انھیں کی سیرت پر چلوں گا۔

فاطمہؑ: خدا کی قسم! اب میں کبھی تم سے بات نہیں کروں گی۔ خدا کی قسم! میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گی۔ خدا کی قسم! تجھ پر نفرین کروں گی۔ خدا کی قسم! تیرے حق میں کبھی دعا نہیں کروں گی۔۶

نیز ابن ابی الحدید محمد بن زکریا سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب ابوبکر نے دختر رسولؐ کا خطبہ سنا تو انھیں بڑا غصہ آیا وہ منبر پر گئے اور کہا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اے لوگو! کیوں تم ہر بات سن لیتے ہو؟ کیوں پیغمبرؐ کے زمانے میں یہ خواہشات نہ تھیں؟ جس کسی نے پیغمبر اکرمؐ سے ایسی بات سنی ہے وہ بتائے۔ جس نے دیکھا ہے وہ گواہی دے۔ لومڑی کی گواہ اسکی دم ہے۔ یہ فتنے کی ٹھنڈی آگ کو پھر بھڑکانا چاہتے ہیں۔ بیچاروں سے مدد طلب کررہے ہیں۔ عورتوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ ان کی مثال ام طحال جیسی ہے۔ اگر میں چاہوں تو بول سکتا ہوں۔ اگر بولوں تو علی الاعلان کہوں گا لیکن وہ اگر مجھے چھوڑ دیں تو میں بھی منہ بند کرلوں گا۔

اے انصار! میں نے تمہاری بھی جاہلانہ باتیں سنی ہیں۔ تمہیں دوسروں سے زیادہ فرمان رسولؐ کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ تم ہی تھے جنھوں نے آنحضرتؐ کو پناہ دی اور ان کی نصرت کی میں اپنی زبان اور ہاتھ کو ان افراد کے بارے میں باز رکھوں گا جو سزا کے مستحق نہیں ہیں۔

ان باتوں کے بعد نبی زادیؑ اپنے گھر واپس چلی گئیں۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: میں نے یہ گفتگو نقیب ابو یحییٰ بن ابو زید بصری کو سنائی اور پوچھا:

ابوبکر نے کنایہ سے کس طرف اشارہ کیا ہے؟

یحییٰ: اس نے کنایہ میں نہیں بلکہ واضح کہا ہے۔

اگر واضح ہوتا تو میں تم سے سوال نہ کرتا۔

وہ مسکرایا اور کہا: اس کی مراد علیؑ تھے۔

یہ سب سخت باتیں علیؑ کے لئے تھیں؟

ہاں! میرے بیٹے! آخر حکومت، حکومت ہے۔

میں نے پوچھا: انصار نے کیا کہا تھا؟

انھوں نے علیؑ کی حمایت کی تھی لیکن علیؑ کو ڈر تھا کہ کہیں فتنہ دوبارہ نہ کھڑا ہو جائے، اس لئے انھیں منع کیا۔[۸]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا یہ سچ ہے کہ اس دن خلیفہ نے ایسی باتیں کہی ہیں؟ کیا فاطمہؑ مسجد میں موجود تھیں اورانھوں نے سنا کہ ان کے شوہر، پیغمبرؐ کے چچازاد بھائی، مسلم اول کی یوں ہتک اور بے عزتی کی گئی؟ کیا مصلحت اندیشی اورتدبر اس بات کی اجازت دیتا تھا کہ خلیفہ مسلمانوں کے اجتماع میں ایسی باتیں کرے گا؟ اگر یہ باتیں کی گئیں تو حاضرین کا ردعمل کیا تھا؟ کیا وہ خاموش رہے یا کھڑے ہوکر ٹوکا؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ الفاظ گھڑے گئے ہیں......؟ ابن ابی الحدید اورنقیب بصری، شیعہ نہیں تھے پس یہ باتیں صرف شیعہ ذرائع سے نقل نہیں ہوئیں ۔کیا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ معتزلیوں نے یہ کہانی بنائی ہے۔اوراسے خلیفہ کی طرف منسوب کردیا ہے؟ یہ بات نہیں ہے۔کیونکہ ایسا کرنے سے انھیں کیا فائدہ حاصل ہوتا۔

البتہ اس کے ردعمل میں کچھ کہا گیا ہو، یہ ہرگز بعید نہیں ہے کیا اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعد میں پیدا ہونے والی مخالفت سے ممانعت، اس کا سبب بنی کہ مرکزی طاقت نے اپنے ہرمخالف کے ساتھ شدید رویہ اختیار کیا؟

اگران سب سوالوں کے قطعی جواب نہ بھی مل سکیں پھر بھی ایک نکتہ واضح ہے وہ یہ کہ پیغمبراسلامؐ کی رحلت مسلمانوں کے لئے بہت بڑی آزمائش تھی۔قرآن نے پہلے ہی مسلمانوں کی توجہ اس آزمائش کی طرف دلائی کہ اگرمحمدؐ شہید یا فوت ہوجائیں تو کہیں تم دین سے پھرنہ جانا اورسابقہ دین کی طرف پلٹ نہ جانا۔جو کچھ انھوں نے ان ایام میں کیا اورانجام دیا اس کے حق میں ان کے طرفداروں، حکومتی اداروں اورکارندوں نے ادلہ بیان کی ہیں اورکررہے ہیں۔وہ ان کے اقدامات کو مسلمانوں کی مصلحت سے سازگار بنانا چاہتے ہیں کہ کلمہ کی وحدت کی حفاظت ضروری ہے اگرنئی حکومت کے خلاف چندگروہ اٹھ کھڑے ہوں تو مرکزی طاقت کمزور ہوجائے گی۔جیسے بھی ممکن ہو، انھیں مسلمانوں کی اکثریت کے ساتھ ملایا جائے۔اسلام کا دیرینہ دشمن ابوسفیان موقع کی تلاش میں ہے اوراس نے سازش تیار کرلی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ کبھی حضرت علیؑ کے پاس جاتا ہے، کبھی عباس کے پاس۔ وہ رسولؐ کے ان دو قریبی رشتہ داروں کو خلیفہ کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ خلیفہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اگر ابوسفیان کامیاب ہوجائے اور مدینہ میں مسلمان دو گروہوں میں بٹ جائیں اور انصار مہاجرین کے مقابلے میں آجائیں تو بہت بڑی تباہی ہوگی۔ قبیلہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ خلافت پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ اس نے ابھی تک خلیفہ کی بیعت نہیں کی ہے۔ مسلمانوں کی قیادت ورہبری کے لئے انصار اپنے آپ کو مہاجرین سے زیادہ اہل سمجھ رہے ہیں۔ اگر ابتدا میں حکومت سختی نہ کرے تو ہر روز ایک نیا ہنگامہ اٹھ کھڑا ہو۔9

پہلے دن سے لے کر آج تک اس قسم کی سینکڑوں توجیہات اور تاویلات بارہا بیان کی جا چکی ہیں۔ ان کے الفاظ اور عبارتیں مختلف ہیں، لیکن مفہوم ایک ہی ہے۔ جو چیز مسلم ہے وہ یہ ہے کہ بہت کم افراد ایسے ہوں گے جو سیاسی اور اقتصادی حالات کے بدلنے سے اپنی منطق وگفتار کو تبدیل نہ کریں۔ اور اسے حالات کے مطابق نہ ڈھالیں۔ جیسا کہ میں نے دیگر مقامات پر لکھا ہے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت اس حکومتی گروہ نے ایسے سخت اقدامات کو مناسب سمجھا اور اپنے خیال میں انھیں مسلمانوں کی اصلاح اور بھلائی کی خاطر انجام دیا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ مسلمانوں کے فائدے میں تھے یا نہیں؟ یہ خود ایک بحث طلب مسئلہ ہے۔

انھوں نے اپنے طور پر یہ چاہا کہ اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو۔ فتنہ وفساد برپا نہ ہو یا کم از کم انھوں نے اپنے کردار کی یوں توجیہہ کی لیکن جیسا کہ ہم نے لکھا ہے اگر ایک معاشرے میں ایک مسلم اصول (خواہ جس نیت سے بھی ہو) تبدیل کردیا جائے تو آنے والوں کے لئے دیگر اصولوں سے انحراف اور ان میں تغیر وتبدل کے لئے مثال بن جاتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی بعد میں آنے والی نسلیں پہلی مسلمانوں کی طرح ایثار وقربانی کا جذبہ نہیں رکھتی تھیں۔ اگر ان میں وہی جذبہ موجود ہوتا تو آج مسلمانوں کا رنگ کچھ اور ہوتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کتابوں میں ملتا ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ نے اپنے دعویٰ کے جواب میں اس قسم کی باتیں سنیں تو دل آزردہ اور غضبناک ہوکر گھر چلی گئیں اور اپنے شوہر سے یوں کہا:

یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ! اشْتَمَلْتَ شَمْلَةَ الْجَنِیْنِ، وَ قَعَدْتَ حُجْرَةَ الظَّنِیْنِ، نَقَضْتَ قَادِمَةَ الْاَجْدَلِ، فَخَانَكَ رِیْشُ الْاَعْزَلِ، هٰذَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ یَبْتَزُّنِیْ نَحِیلَةَ اَبِیْ وَ بُلْغَةَ ابْنَیَّ، لَقَدْ اَجْهَرَ فِیْ خِصَامِیْ، وَ اَلْفَیْتُهُ اَلَدَّ فِیْ كَلَامِیْ، حَتّٰی حَبَسَتْنِیْ قَیْلَةٌ نَصْرَهَا، وَ الْمُهَاجِرَةُ وَصْلَهَا، وَ غَضَّتِ الْجَمَاعَةُ دُوْنِیْ طَرْفَهَا، فَلَا دَافِعَ وَ لَا مَانِعَ، خَرَجْتُ كَاظِمَةً، وَ عُدْتُّ رَاغِمَةً، اَضْرَعْتَ خَدَّكَ یَوْمَ اَضَعْتَ حَدَّكَ، افْتَرَسْتَ الذِّئَابَ وَ افْتَرَشْتَ التُّرَابَ، مَا كَفَفْتَ قَائِلًا، وَ لَا اَغْنَیْتَ بَاطِلًا، وَ لَا خِیَارَ لِیْ ۔

ابو طالبؑ کے بیٹے! آپ کب تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے، ملزموں اور تہمت زدوں کی طرح گھر میں بیٹھے رہیں گے؟ کیا آپ وہی جنگجو اور بہادر کمانڈر نہیں ہیں؟ کیا انکے ہاتھوں مجبور ہوگئے ہیں؟ ابوقحافہ کے بیٹے نے میری بے حرمتی کی ہے، میرے تقدس واحترام کو پامال کیا ہے۔ میرے بچوں کے منہ سے روٹی کا نوالہ چھین لیا ہے۔ اس نے کھلم کھلا مجھ سے دشمنی کی ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ مہاجرین وانصار نے میری حمایت نہیں کی اور میری مدد کیلئے انھوں نے کوئی کوشش نہیں کی انھوں نے میرے حق سے چشم پوشی اختیار کرلی ہے۔ میرا نہ کوئی طرفدار ہے اور نہ ہی کوئی حامی و مددگار۔ میں جس ناراض حالت میں گئی تھی اسی طرح خوار واپس آئی ہوں۔ اس دن آپ کو نیچا دکھایا گیا جب آپ کے مقام ومنصب سے گرایا گیا۔ کل تک آپ شیر خدا تھے۔ بڑے بڑے بہادروں کو آپ نے ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ آج آپ کیوں گوشہ نشین ہوگئے ہیں اور سب دروازے اپنے پر بند کرلئے ہیں؟ میں جو کہنا تھا کہہ دیا، لیکن میں ان پر غالب نہیں آسکی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هَنِیْئَتِیْ (هَیْنَتِیْ)، وَ دُوْنَ زَلَّتِیْ، عَذِیْرِیَ اللّٰهُ مِنْكَ عَادِیًا، وَ مِنْكَ حَامِیًا، وَیْلَایَ فِیْ كُلِّ شَارِقٍ، مَاتَ الْعَمَدُ، وَ وَهَتِ (وَهَنَتِ) الْعَضُدُ، شَكْوَایَ اِلٰی اَبِیْ، وَ عَدْوَایَ اِلٰی رَبِّیْ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَشَدُّ قُوَّةً وَ حَوْلًا.

کاش! میں اس ذلت وخواری سے پہلے مرگئی ہوتی اور خلیفہ کے ظالمانہ رویے کو نہ دیکھتی۔ اگر میں نے آپؑ سے کوئی سخت بات کہی ہو یا اس وجہ سے کہ آپؑ نے میری مدد نہیں کی اور میں نے آپؑ سے شکوہ کیا ہو تو میں خدا کی بارگاہ میں معافی کی طلب گار ہوں۔ افسوس کہ میری کمر ٹوٹ گئی، میرے ساتھی میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ خدا کی قسم میں اپنے بابا سے شکایت کروں گی اور خدا سے انصاف طلب کروں گی۔ اے اللہ! تیری قدرت وطاقت سب پر حاوی ہے۔

فَاَجَابَهَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ:

لَا وَیْلَ عَلَیْكِ، بَلِ الْوَیْلُ لِشَانِئِكِ، نَهْنِهِیْ عَنْ وَّجْدِكِ یَا ابْنَةَ الصَّفْوَةِ! وَ بَقِیَّةَ النُّبُوَّةِ! فَمَا وَنَیْتُ عَنْ دِیْنِیْ، وَ لَا اَخْطَاْتُ مَقْدُوْرِیْ، فَاِنْ كُنْتِ تُرِیْدِیْنَ الْبُلْغَةَ، فَرِزْقُكِ مَضْمُوْنٌ، وَ كَفِیْلُكِ مَاْمُوْنٌ، وَ مَا اُعِدَّ لَكِ اَفْضَلُ مِمَّا قُطِعَ عَنْكِ، فَاحْتَسِبِی اللّٰهَ. فَقَالَتْ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ.

علیؑ نے ان کے جواب میں فرمایا:

اے مصطفیٰؐ کی لختِ جگر! سردار انبیاء کی نشانی! پریشان اور غمزدہ نہ ہوں۔ وائے آپ کے دشمن پر ہے، نہ کہ آپؑ پر۔ خاک آپ کے بدزبان دشمن کے منہ میں ہو۔ میں سستی وکاہلی یا بزدلی کی وجہ سے گھر میں نہیں بیٹھ رہا بلکہ میں نے جو کچھ بہتر سمجھا وہی کیا ہے۔ اگر روٹی اور رزق کا مسئلہ ہے تو وہ محفوظ ہے۔ جس نے روزی دینے کا وعدہ کیا ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے۔ آپؑ اس مسئلے کو خدا پر چھوڑ دیں۔

یہ سن کر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

میں نے خدا پر چھوڑ دیا۔ وہی میرے لئے کافی اور وہ بہترین حمایت کرنے والا ہے۔

اس گفتگو کو ابن شہر آشوب نے سند کا ذکر کئے بغیر اپنی کتاب مناقب میں نقل کیا ہے۔[10] اور یہی مکالمہ مختصر اختلاف کے ساتھ بحار الانوار[11] میں بھی مذکور ہے۔ کیا اس قسم کی گفتگو جناب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فاطمہؑ اور علیؑ کے درمیان واقع ہوئی؟ ایسا کیونکر ممکن ہے؟ شیعہ تو ان دو ہستیوں کے بارے میں عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو کیا یہ قبول کیا جاسکتا ہے کہ دختر رسولؐ اس طرح اپنے شوہر کی سرزنش کریں؟ اور وہ بھی بچوں کے روٹی پانی کے لئے؟ بدیہی ہے کہ اس کا جواب دیا جاسکتا ہے اور اس کلام کی تاویل کی جاسکتی ہے، لیکن اگر ہم بحث میں الجھ گئے اور اعتراضات اور ان کے جوابات دینے لگ گئے تو منطقی و استدلالی بحث کا دامن بہت دور تک پھیل جائے گا، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فریقین میں کس کے دلائل زیادہ وزنی ہیں اور کون زیادہ بات کرنے کا ماہر ہے۔ یا وہ کس طرح روایت کو اپنے حق میں موڑ سکتا ہے اور اپنے مطلب کی تائید میں ان کی کس طرح تاویل اور توجیہ کرسکتا ہے؟ یہ طریقہ کار تاریخ کے محققین کے دائرے سے باہر ہے۔

جو چیز ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی بیٹی سے منسوب یہ کلام معنوی اور لفظی آرائش سے مزین ہے استعارہ، تشبیہ، کنایہ، مسجع عبارات کی بہتات ہے۔ اس کلام میں اگر خطبہ ان ادبی خوبیوں سے آراستہ ہو تو اس کا زیور ہے اور ایسی بات جو ایک مجمع میں کہی گئی ہو اسے واقعاً ایسا ہونا چاہئے کہ دلوں میں اتر جائے اس قسم کے خطاب میں خطیب کو معنویت، مفہوم اور زیبائی پر توجہ رکھنے کے ساتھ لفظی زیبائی و زینت پر بھی متوجہ رہنا چاہئے لیکن میاں بیوی کے درمیان گلہ و شکوہ ایسا کیونکر ہو؟ کیا رسول اللہؐ کی بیٹی اپنی خطابت کی دھاک اپنے شوہر پر بٹھانا چاہتی تھیں۔ یا فن خطابت سے انھیں مرعوب کرنا چاہتی تھیں؟ بہرحال اس بارے میں اگر مگر ہوسکتا ہے لیکن حقیقت کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ آل عمران: ۱۴۴...... ''جو اپنے پیچھے کی طرف پلٹ جائے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

۲۔ بلاغات النساء۔

۳۔ مریم: ۴۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۔نحل:۷۱۔

۵۔بلاغات النساء طبع بیروت ص۳۱۔۳۲

۶۔شرح نہج البلاغہ،ص۲۱۴۔

۷۔عصر جاہلیت کی ایک فاحشہ عورت تھی۔

۸۔شرح نہج البلاغہ، ج۱۶،ص۲۱۴۔۲۱۵۔

۹۔فاطمۃ الزہراء۔عباس عقاد،ص۵۷۔

۱۰۔مناقب ابن شہر آشوب، ج۲،ص۲۰۸۔

۱۱۔بحار ج۴۳ص۱۴۸۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَآئِبٌ لَّوْ اَنَّھَا

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

(جناب زہراؑ)☆

باپ کی رحلت، شوہر کی مظلومیت، حق کا چھن جانا اور سب سے بڑھ کر رسول خداؐ کی رحلت کے چند ہی روز بعد سنت میں مسلمانوں کی تبدیلیوں اور ردوبدل جیسے عوامل نے حضرت فاطمہؑ کے روح اور جسم کو سخت آزردہ اور کبیدہ خاطر کر دیا۔ جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ باپ کے انتقال سے پہلے انھیں کوئی جسمانی بیماری نہ تھی۔

کوئی کتاب یا تحریر بیان نہیں کرتی کہ جناب زہراؑ اس وقت یعنی رسولؐ کی وفات سے پہلے بیمار تھیں[1] بعض معاصرین نے یہ لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ کا جسم بنیادی طور پر کمزور اور لاغر تھا۔[2]

کتاب فاطمۃ الزہراء کے مؤلف کی تحریر اگرچہ ان دنوں میں جناب فاطمہؑ کی بیماری کی وضاحت نہیں کرتی لیکن اس بات کا اشارہ ضرور ملتا ہے۔ عقاد یوں رقمطراز ہیں:

زہراؑ کا بدن کمزور اور لاغر تھا ان کا رنگ گندمی اور اڑا ہوا تھا۔ باپ نے اپنی بیماری کی حالت میں انھیں دیکھا۔ تو کہا کہ وہ رشتہ داروں میں سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوں گی۔[3]

ان دو مصنفین میں سے کسی نے بھی اپنی روایت کی سند بیان نہیں کی ہے۔

عقاد کی عبارت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب رسول اکرمؐ نے اپنی بیٹی کو بیمار یا لاغر و نحیف دیکھا تو انھیں مذکورہ خبر دی۔ میں بعض قدماء کی طرح یہ نہیں کہتا کہ فاطمہ زہراؑ دوسرے عام افراد کی نسبت ایک دن میں ایک مہینہ اور ایک مہینے میں ایک سال کے برابر نشو و نما پاتی تھیں[4] لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اور مستند روایات بھی بتاتی ہیں کہ جناب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زہراؑ نہ بیمار تھیں، نہ کمزور، نہ ان کا رنگ اڑا ہوا تھا اور نہ کوئی اور مسئلہ تھا ان کی بیماری واقعات اور سانحات کے بعد شروع ہوتی ہے۔

اپنے بابا کی وفات کے بعد وہ جتنے دن زندہ رہیں، غمزدہ، پریشان، پژمردہ اور اداس رہیں اور روتی رہیں۔ ان سے بابا کی جدائی برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی لئے جب انھوں نے اپنے بابا سے اپنی موت کی خبر سنی تو مسکرانے لگیں۔ وہ بابا کے بغیر زندہ رہنے کی بجائے مرجانے میں خوشی سمجھتی تھیں۔

ان لوگوں کے واقعات ہم نے بیان کردیئے ہیں جو ان کے دروازے پر لکڑیاں لے کر آئے اور جو پورے گھر کو گھر والوں سمیت جلا دینا چاہتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا، قدیم ترین متون (متن کی جمع) میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ صرف یہ واقعہ انھیں اذیت و آزار پہنچانے کے لئے کافی تھا۔ جبکہ ظلم و ستم بھی ان پر ڈھائے گئے۔ کیا یہ درست ہے کہ نبیؐ کی بیٹی کے بازو پر تازیانے مارے گئے اور ان کے بازو کو زخمی کردیا گیا؟ کیا وہ زبردستی اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔ وہ تو دروازے کے پیچھے تھیں؟ کیا انھیں چوٹ لگی؟ اس ہنگامے اور ہلڑ بازی میں ممکن ہے یہ سانحہ رونما ہوا ہو۔ اگر یہ حقیقت ہے تو انھوں نے کیوں اور کس لئے ایسی سختی روا رکھی؟ کس طرح یہ واقعہ قبول کیا جائے اور اس کی کیا تاویل و توجیہ کی جائے؟

وہ مسلمان جنھوں نے راہ خدا میں اس کی رضا اور اپنے دین و عقیدہ کی حفاظت کی خاطر سخت ترین تکالیف اور اذیتیں برداشت کیں۔ جنھوں نے اپنے مال کی پرواہ نہ کی۔ اپنے نزدیک ترین عزیزوں سے رشتے توڑ ڈالے۔ اپنا گھربار چھوڑ دیا خدا کی خاطر اجنبی ملک اور بیگانے شہر میں ہجرت کی۔ اس کے بعد میدان جنگ میں بارہا اپنی جانیں شہادت کے لئے پیش کیں۔ وہ کس طرح ان واقعات اور مظالم کو دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔

سچی بات ہے کہ جناب فاطمہؑ کے نورِ نظر حضرت حسینؑ کا کلام کتنا برحق اور سبق آموز ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"فَاِذا مُحِصُّوا بالْبَلاَءِ قَلَّ الدَّیَّانُوْنُ".

جب آزمائش کی گھڑی آتی ہے تو دیندار کم رہ جاتے ہیں۔

رسول اللہؐ کے اعلان نبوت سے لے کر اس تاریخ تک سال اور ہجرت کے بعد دس برس کا عرصہ بیت چکا تھا۔ان برسوں کے دوران بعض دنیا پرست جن کے پاس اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا،اسلام کی پناہ میں آگئے تھے۔ان میں سے بعض اشخاص آرام پرست، جسمانی پرورش، جاہ طلب اور دولت مندوں کی عادتیں رکھنے والے تھے۔ان کے مزاج پر دینی پابندیاں ناگوار تھیں۔اگر انھوں نے اسلام قبول کیا تو صرف اس لئے کہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا۔

قریش جو ایک سرکش قبیلہ اور مکہ اور عرب پر حکومت کرنا اپنا حق سمجھتا تھا، فتح مکہ کے بعد جب اس نے اسلام کی بہت بڑی طاقت کے سامنے اپنے آپ کو سرنگوں پایا تو جان کے خوف اور جاہ و منصب کے لالچ میں مسلمان ہوگیا۔اس کی یہی کوشش تھی کہ وہ اسلام کی قدرت وطاقت کو صرف اپنے قبضہ قدرت میں لے آئے۔ بہت زیادہ حسن ظن اور حقیقت پوشی کی ضرورت ہے کہ ہم یہ کہیں کہ چونکہ یہ افراد ایک یا دو مرتبہ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ بیٹھے ہیں، لہذا محدثین کی اصطلاح میں وہ صحابیت کے درجے پر فائز ہوگئے ہیں۔نفسانی خواہشات پر انھوں نے قابو پالیا،متقی، پرہیزگار اور سچے مسلمان بن گئے تھے۔

اسلام سے پہلے کی صدیوں میں عربوں کی باہمی رقابت خصوصاً جنوبی اور شمالی عربوں کی آپس میں دشمنی ومخالفت سے ہم آگاہ ہیں۔۵؎حجاز کے لوگ اپنی صحرا نشینی کے مزاج کے پیش نظر یثرب کے لوگوں کو جو قحطانی نسل سے اور کھیتی باڑی کرتے تھے،حقیر اور پست خیال کرتے تھے۔ قحطانیوں یا یثرب میں مقیم جنوبی عربوں نے پیغمبر اسلام کو مکہ سے اپنے شہر مدینہ آنے کی دعوت دی۔ وہ آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ سے عہدو پیان باندھا۔ جنگ بدر، احد ، خندق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور دوسرے غزوات میں قریش سے انھوں نے معرکے لڑے اور آخر کار ان کے شہر مکہ کو فتح کرلیا۔قریش کے لئے اپنی یہ ذلت وشکست کسی صورت میں بھی قابل قبول نہ تھی۔اس کے علاوہ مدینہ کے یہی لوگ سقیفہ میں خلافت پرنظریں جمائے ہوئے تھے (اور خلافت کے دعویدار تھے) صرف ابوبکر کی اس یاددہانی پر کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ امام قریش سے ہونا چاہیئے، وہ پیچھے ہٹ گئے (اور اپنے دعویٰ سے دستبردار ہوگئے) انصار جس طرح رسول اللہؐ کے گرد جمع ہوگئے تھے، اگر ان کے اہل بیتؑ کے گرد بھی اس طرح جمع ہوجاتے اور ان کی حمایت کرتے اور اہل بیتؑ کی عزت واحترام برقرار رہتا تو اس بات کی کون ضمانت دے سکتا تھا کہ ایک مرتبہ پھر قحطانی عدنانیوں کی پیشانی کو زمین پر ٹیک نہ دیتے یہ ایسے حقائق تھے جنھیں اس وقت کے سیاستدان اور صاحبان اقتدار بخوبی جانتے تھے اگر ہم یہ حقائق تسلیم کرلیں یا خود کو اس خوش فہمی میں مبتلا رکھیں کہ سب اصحاب رسولؐ ایثار وقربانی میں ایک ہی درجے پر ہیں اور اس قسم کے احتمالات ان کے بارے میں نہیں دیئے جاسکتے، ہمارے اس رویے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

مہاجرین وانصار کے درمیان پیمان اخوت وبرادری (پیمان مواخات) کے بعد عرب کے شمال اور جنوب کے درمیان عداوت ودشمنی وقتی طور پر دب گئی تھی۔لیکن وفات پیغمبرؐ کے بعد اس دشمنی نے اپنے پر دوبارہ نکالنا شروع کردیئے تھے مزید آنے والے برسوں میں یہ عداوت اور ابھر کر سامنے آئی۔ چنانچہ تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والے افراد جانتے ہیں کہ ان دونسلوں (قحطانی اور عدنانی) کے درمیان پورے عالم اسلام میں کشمکش، معتصم عباسی کے دور تک، شدومد کے ساتھ اپنی جگہ باقی رہی۔

میں یہ نہیں کہتا کہ خدانخواستہ تمام اصحاب رسولؐ کی یہی سوچ اور فکر تھی۔ ان دونوں قبائل (حضری اور قریشی) میں ایسے افراد بھی موجود تھے جو اپنے کردار اور گفتار میں خدا کو مدنظر رکھتے تھے، نہ کہ دنیا ان کے سامنے تھی ان کی یہ حالت تھی کہ کبھی کبھی حکم الٰہی کی فرمان برداری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اوراطاعت میں اپنے بھائی اور بیٹے کا بھی خیال نہیں رکھتے تھےلیکن ان کی تعداد کم تھی۔کیا یہ بات آسانی سے قبول کیا جاسکتی ہے کہ سہیل بن عمرو،عمرو بن عاص،ابوسفیان اورسعد بن عبداللہ بن ابی سرح دین کا درد رکھتے تھے؟ بہت زیادہ سادہ اندیشی ہے اگر ہم یہ کہیں کہ جس نے بھی ایک دن یا چندروز یا ایک مہینہ یا ایک سال پیغمبراکرمؐ کے ہمراہ گزارا، وہ آنحضرتؐ سے منقول اس حدیث میں شامل ہوجاتا ہے: میرے یاروا صحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کرلو ہدایت پا جاؤ گے۔ مجھےاس سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ حدیث سنداور متن کے لحاظ سے درست ہے یا نہیں، یہ کام محدثین کا ہے۔ جو چیز مسلم ہے وہ یہ ہے کہ ان دنوں میں یا کم ازکم اس کے چندسال بعداصحاب رسولؐ ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔ یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ جنھوں نے علیؑ کی پیروی کی اور جوطلحہ وزبیراورمعاویہ کے نقش قدم پر چلے اوران کی اقتداء کی،سب راہ راست پر تھے۔

یہ جواب دیاجائے گا کہ خلیفہ اوراس کے یارواصحاب ابتدائی مسلمانوں (سابقون) اوردرجہ اول کے مہاجرین میں سے تھے۔ یہ بات درست ہے۔لیکن خلیفہ اورایک دواشخاص کوچھوڑ کرآپ دیکھیں کہ قریش کے علاوہ حکومت کے سرکردہ افرادکون تھے؟کس قبیلے کےافراد کے کاندھوں پرحکومت کا بوجھ تھا؟ حکومتی باگ ڈورکن لوگوں کے ہاتھ میں تھی؟ حکومت کے کرتادھرتا افرادکاتعلق قریش کے سوا کس قبیلے سے تھا؟ ہاں! حکومت کی مضبوطی کے لئے تمام قوتیں مجتمع ہوں اوراس قوت وطاقت کے حصول اوراسے برقراررکھنے کے لئے ہرقسم کی مخالفت کوسرکوب کردینا چاہئے اور یہ بات بھی قدرتی امر ہے کہ حالات وشرائط کے بدلنے سے منطق افکاراورنظریات بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔

حوالہ جات:

☆ مجھ پرایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگروہ دنوں پر پڑتیں تووہ راتوں میں بدل جاتیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔انساب الاشراف ص ۴۰۵

۲۔فاطمہ فاطمہ است ص ۱۱۷

۳۔فاطمۃ الزہراء ص ٦٦

۴۔روضۃ الواعظین ص ۱۴۴

۵۔پس از پنجاہ سال سال اشاعت دوم ص ۳۱

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ ا

دکھوں کی ماری فاطمہؑ بستر بیماری پر ہیں۔ان کی علالت کے دوران سر بکف مجاہد اور ہمیشہ جہاد کے لئے تیار وہ مسلمان کہ جن کے پاس جو کچھ تھا وہ سب زہراؑ کے بابا کی برکت سے تھا۔ ان میں سے کتنے افراد عیادت اور بیمار پرسی کے لئے آئے؟ کوئی بھی نہیں سوائے دو آدمیوں کے اور وہ دونوں محروم ومظلوم سلمانؓ اور بلالؓ تھے۔

جو کچھ بھی ہو،عورتوں کے دل مردوں کی نسبت زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ان میں احساس ہمدردی زیادہ پایا جاتا ہے۔خصوصاً اس دور میں جب عورتیں سیاسی میدان سے باہر تھیں۔ جو واقعات رونما ہوئے ان میں وہ بلاواسطہ شریک نہیں تھیں۔

شیخ صدوق اپنی روایت میں جس کی سند جناب فاطمہ بنت علی علیہا السلام تک پہنچتی ہے لکھتے ہیں ۲: مہاجرین اور انصار کی عورتیں ان کے پاس آئیں۔'' لیکن احمد بن ابی طاہر کی عبارت میں صرف عورتوں (نساء) کا ذکر ہے،مہاجرین اور انصار کا نام اس نے نہیں لیا ہے۔

اگر مہاجر عورتوں میں سے بھی کسی نے عیادت کرنے والیوں میں شرکت کی تو قطعی بات ہے کہ وہ کسی ممتاز مہاجر یا کسی حکومتی عہدیدار کی رشتہ دار نہ تھی۔البتہ انصار کا مسئلہ دوسرا تھا۔ان کی پوزیشن دوسری تھی انھوں نے جب پیغمبر اسلام کو اپنے شہر آنے کی دعوت دی۔اسی وقت سے انھوں نے حضورؐ کے گھر والوں اور اقرباء سے تعلقات استوار کر لئے اور ان سے رشتہ جوڑ لیا بعد میں اسی تعلق کو اور زیادہ مستحکم کیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جیسا کہ ہم بعد میں اس طرف اشارہ کریں گے۔ان میں سے اکثریت نے علیؑ اور انکے بیٹوں اور انکے خاندان سے اس دوستی کو نبھایا بہر حال ان عورتوں کے پوچھنے پر جو جواب رسول اللہؐ کی بیٹی نے انھیں دیا، وہ اس دور کے لوگوں کی بدلتی ہوئی روحانی حالت کی عکاسی کرتا ہے، جو دوسرے زمانوں سے مماثلت رکھتی ہے بی بیؑ نے انکے مردوں کے کردار کا ان سے شکوہ کیا۔

جناب زہراؑ کی گفتگو، احوال پرسی کا جواب نہیں، بلکہ ایک فصیح و بلیغ خطبہ ہے جو مدینے کے ان دنوں کے حالات کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ایک چوتھائی صدی میں پیش آنے والے واقعات کی پیشگوئی کر رہا ہے اس خطبے کا سب سے پرانا نسخہ جو مصنف کی دسترس میں ہے، وہ کتاب بلاغات النساء ہے۔البتہ یہی گفتگو اور خطبہ دوسری کتب جیسے امالی شیخ طوسی، کشف الغمہ، احتجاج طبرسی، بحار الانوار اور دیگر کتابوں میں بھی نقل ہوا ہے میں نے احمد بن ابی طاہر کی عبارت کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور چونکہ یہ کلام بھی ادبی صنائع سے بھر پور ہے، لہٰذا میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ترجمہ بھی ادبی لحاظ سے مزین ہو لیکن:

گر بریزی بحر را در کوزہ ای   چند گنجد قسمت یک روزہ ۳؎

كَيْفَ اَصْبَحْتِ مِنْ عِلَّتِكِ يَا ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ؟	عورتیں پوچھتی ہیں: رسول خداؐ کی بیٹی کیسی ہو؟ بیماری کی کیا حالت ہے؟
اَصْبَحْتُ وَ اللّٰهِ عَائِفَةً لِدُنْيَاكُنَّ قَالِيَةً لِرِجَالِكُنَّ لَفَظْتُهُمْ بَعْدَ اَنْ عَجَمْتُهُمْ وَ شَنَأْتُهُمْ بَعْدَ اَنْ سَبَرْتُهُمْ فَقُبْحًا لِفُلُولِ الْحَدِّ وَ خَوَرِ الْقَنَاةِ وَ خَطَلِ الرَّأْيِ	(بی بیؑ نے فرمایا:) خدا کی قسم! تمہاری دنیا اب اچھی نہیں لگتی۔میں تمہارے مردوں سے بیزار ہوں۔میں نے ان کے ظاہر و باطن کو آزمایا ہے جو کچھ انھوں نے کیا ہے، میں اس سے نالاں اور ناراض ہوں وہ زنگ آلود تلوار کی مانند ہو گئے ہیں۔جس کی دھار کند ہو چکی ہے وہ کبھی آگے بڑھتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان کے افکار نامعقول ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ بِئْسَمَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ لَا جَرَمَ لَقَدْ قَلَّدْتُهُمْ رِبْقَتَهَا وَ شَنَنْتُ عَلَيْهِمْ غَارَهَا فَجَدْعًا وَ عَقْرًا وَ سُحْقًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَيْحَهُمْ اَنّٰى زَحْزَحُوْهَا عَنْ رَوَاسِي الرِّسَالَةِ وَ قَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ وَ مَهْبَطِ الْوَحْيِ الْاَمِيْنِ وَ الطَّبِيْنِ بِاَمْرِ الدُّنْيَا وَ الدِّيْنِ اَلَا ذَالِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ وَ مَا نَقَمُوْا مِنْ اَبِي الْحَسَنِ نَقَمُوْا وَ اللّٰهِ مِنْهُ نَكِيْرَ سَيْفِهٖ وَ شِدَّةَ وَطْئِهٖ وَ نَكَالَ وَقْعَتِهٖ وَ تَنَمُّرَهٗ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اللّٰهِ لَوْ تَكَافُّوْا عَنْ زِمَامٍ نَبَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) اِلَيْهِ لَاعْتَلَقَهٗ وَ لَسَارَ بِهِمْ سَيْرًا سُجُحًا لَّا يَكْلُمُ خِشَاشُهٗ وَ لَا يُتَعْتِعُ رَاكِبَهٗ وَ لَاَوْرَدَهُمْ مَنْهَلًا نَمِيْرًا فَضْفَاضًا تَطْفَحُ ضَفَّتَاهُ وَ لَاَصْدَرَهُمْ بِطَانًا

وہ فضول باتوں کے دھنی ہیں۔انھوں نے غضب الٰہی خریدا ہے اور وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔میں نے مجبوراً اپنا معاملہ ان پر چھوڑ دیا ہے۔ظلم و ناانصافی کی ذلت کا طوق ان کی گردنوں میں ڈال دیا ہے۔میں ان مکاروں پر نفرین کرتی ہوں وہ ظالم، ستمگر اور رحمت الٰہی سے دور ہیں وائے ہوان پر انھوں نے کیوں حق کو اپنے مرکز پر قائم نہ ہونے دیا؟ اور خلافت کو نبوت کی بنیادوں پر استوار کیوں نہ ہونے دیا؟ انھوں نے اس سے رخ پھیرا جو جبرائیلؑ کے نزول کا مقام ہے اور علیؑ کے حق میں جو امور دنیا اور دین کا عالم ہے ، یقیناً انھوں نے خسران مبین اٹھایا ہے۔ خدا کی قسم انھوں نے اس لئے علیؑ کو پسند نہیں کیا کیونکہ ان کی تلوار سے زخم کھا چکے تھے ۔ان کی استقامت اور ثابت قدمی کو دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ علیؑ کس طرح ان پر حملہ آور ہوتا ہے اور خدا کے دشمنوں سے ساز باز نہیں کرتا ۔ واللہ! اگروہ رخنہ اندازی نہ کرتے اور علیؑ کو پیغمبرؐ کی طرف سے لگائی گئی ذمہ داری کو ادا کرنے دیتے اور رسول اللہؐ کی طرف سے منسوب منصب پر انھیں آنے دیتے تو علیؑ انھیں آہستہ آہستہ راہ راست پر لے آتے۔ ہر ایک کو اس کا حق دلاتے۔ کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچتا اور ہر ایک اپنے کیے کا پھل پاتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قَدْ تَحَیَّرَ بِهِمُ الرَّیُّ غَیْرَ مُتَحَلٍّ مِنْهُ بِطَائِلٍ اِلَّا بِغَمْرِ الْمَاءِ وَ رَدْعِهِ شَرَرَهُ السَّاغِبَ وَ لَفُتِحَتْ عَلَیْهِمْ بَرَکَاتٌ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ وَ سَیَاْخُذُهُمُ اللّٰهُ بِمَا کَانُوا یَکْسِبُوْنَ اَلَا هَلُمَّنَّ فَاسْمَعْنَ وَ مَا عِشْتُنَّ اَرَاکُنَّ الدَّهْرُ الْعَجَبَ، اِلٰی اَیِّ سِنَادٍ اسْتَنَدُوْا وَ بِاَیِّ عُرْوَةٍ تَمَسَّکُوا؟ ﴿وَ لَبِئْسَ الْمَوْلٰی﴾ ﴿وَ لَبِئْسَ الْعَشِیْرُ﴾ ﴿وَ لَبِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا﴾، اسْتَبْدَلُوْا وَ اللّٰهِ الذُّنَابٰی بِالْقَوَادِمِ وَ الْعَجُزَ بِالْکَاهِلِ فَرَغْمًا لِّمَعَاطِسِ قَوْمٍ ﴿یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾، ﴿اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ﴾، وَیْحَهُمْ ﴿اَفَمَنْ یَّهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾،

عدالت کے پیاسے عدل وانصاف کے چشمہ سے سیراب ہوتے زیردست اورکمزور ان کی بہادری کے سائے میں طاقتوربن جاتے اگروہ ایسا کرتے تو زمین وآسمان کی رحمت کے دروازے ان پرکھل جاتے۔لیکن افسوس! انھوں نے ایسا نہ کیا جوکچھ انھوں نے انجام دیا خداوند بہت جلد انھیں اس کی سزا دے گا اورعذاب میں مبتلا کرے گا۔آؤاورمیری باتیں غورسےسنو! کیا عجیب ہے! زمانے کےدامن میں کیا کیا عجائب پوشیدہ ہیں ہرروزیکے بعددیگرے کیا کیا عجیب رنگ اورعجیب باتیں سامنے آرہی ہیں۔ سچ بتاؤ!تمہارے مردوں نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے اپنے لئے کیابہانہ بنایا ہے؟ دوستوں سے غداری کرنے والے ، ان کے حق میں دشمنی کرنے والے اوران پرظلم وستم ڈھانے والے آخرکار اپنے انجام کوپہنچیں گے۔ اپنے برے اعمال کی سزا پائیں گے۔ وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ عالم کوچھوڑ کر جاہل کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ ایسے بیوقوف فساد پھیلانے والے مردوں پرلعنت ہو جواپنے فساد کونیکی اوربھلائی سمجھتے ہیں۔وائے ہوان پر! کیا اس کی پیروی کرنا زیادہ مناسب ہے جولوگوں کوراہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے یااس کی جوخودگمراہ ہے؟ اس بارے میں تم کیا فیصلہ کرو گے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

أَمَا لَعَمْرُ إِلٰهِكُنَّ لَقَدْ لَقِحَتْ
فَنَظِرَةٌ رَيْثَمَا تُنْتِجُ ثُمَّ احْتَلِبُوْا
طِلَاعَ الْقَعْبِ دَمًا عَبِيْطًا وَ ذُعَافًا
مُمْقِرًا هُنَالِكَ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ
وَ يُعْرَفُ التَّالُوْنَ غِبَّ مَا اَسَّسَ
الْاَوَّلُوْنَ ثُمَّ طِيْبُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمْ
اَنْفُسًا وَّ طَامِنُوْا لِلْفِتْنَةِ
جَاْشًا وَ اَبْشِرُوْا بِسَيْفٍ
صَارِمٍ وَّ هَرْجٍ شَامِلٍ وَّ
اسْتِبْدَادٍ مِّنَ الظَّالِمِيْنَ
يَدَعُ فَيْئَكُمْ زَهِيْدًا وَّ
زَرْعَكُمْ حَصِيْدًا فَيَا حَسْرَتٰى لَكُمْ
وَ اَنّٰى بِكُمْ وَ قَدْ عَمِيَتْ
قُلُوْبُكُمْ عَلَيْكُمْ ﴿اَنُلْزِمُكُمُوْهَا
وَ اَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ﴾.٤

اللہ کی قسم جو انھیں نہیں کرنا چاہئے تھا، وہی انھوں نے کیا۔ فتنہ وفساد کا آغاز ہوگیا ہے۔ اب وہ اپنے کردار کے خطرناک انجام کا کچھ دیر انتظار کریں۔ اس کے بعد انھیں ہوش آئے گا کہ کیا ہنگامے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور کتنے خون بہائے گئے ہیں۔ زندگی کی لذتیں، زمین کی تمام تروسعتوں کے باوجود، سب پر حرام ہوجائیں گی۔ اس دن نقصان اٹھانے والوں کی حالت دیکھنے والی ہوگی اور جو آئندہ آنے والے ہوں گے انھیں اپنے بزرگوں کے گناہوں کی سزا ملے گی اور ان کی پیدا کردہ مشکلات میں وہ بے بس ومجبور نظر آئیں گے۔ اب تیار ہوجاؤ! کیونکہ مصائب ومشکلات کی ہوا چل پڑی ہے اور خدا کی تلوار غضب نیام انتقام سے باہر آچکی ہے۔ تمھیں وہ ہرگز نہیں چھوڑے گی اور تمھیں اپنے کیفر کردار تک پہنچا کر دم لے گی۔ اس وقت تمہارا پچھتاوا تمہارے کسی کام نہ آئے گا۔ تمہاری وحدت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ تمہاری بنیادیں اکھڑ جائیں گی۔ افسوس کہ تمہارے پاس بصیرت نہیں ہے۔ تمہاری آنکھیں حقیقت کو نہیں دیکھ سکتیں اور یہ ہم پر کوئی الزام نہیں ہے اگر تم حق کو ناپسند کرتے ہو۔

اگرچہ یہ باتیں اس دن ایک مظلومہ، محرومہ اور دکھیاری خاتون کے گلے شکوے اور دل کی بھڑاس لگتی تھیں، لیکن حقیقت میں خطرے کا اعلان تھیں۔ یہ خطرہ صرف مہاجرین وانصار کے لئے نہیں تھا، بلکہ حکمرانوں اور نظام اسلام کے مستقبل کے لئے تھا۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ نبیؐ کی بیٹی نے مسلمانوں کے اجتماع میں جن خطرات اور ان کے عواقب سے مسلمانوں کو خبردار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا تھا اور بستر بیماری پر جن امور کی پیشگوئی کی تھی۔وہ وقوع پذیر ہو گئے۔علیؑ کو خلافت سے محروم کر کے انھوں نے کہا تھا کہ رسالت اور رہبری ایک ہی خاندان میں جمع نہیں ہونی چاہئیں اور کہا کہ قریش خود خواہ اور برتری کا طالب قبیلہ اسی طرح سرداری وحکمرانی کرے۔اس وقت اس کے انجام کی طرف ان کی توجہ نہیں تھی وہ نہیں جانتے تھے کہ سرداری اور قیادت قریش سے بنی امیہ میں منتقل ہو جائے گی اور پھر ابوسفیان کے بیٹوں میں ،وہاں سے حکم بن عاص کے خاندان اور مروانیوں کے قبضے میں چلی جائے گی۔انھیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے فیصلے کی جلد بازی کی تیز ہوا عراق وشام کے درمیان دیرینہ دشمنی کی سلگتی ہوئی چنگاری کو بھڑکایا اور اس کے شعلوں کو بلند کرسکتی ہے۔جو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے انھیں خبر نہ تھی کہ قحطانی اور عدنانی عداوت اور رقابت کا پھر سے آغاز ہو جائے گا اور وہ گروہ دست بہ گریبان ہو جائیں گے اور اس شورش وہنگامے میں کئی خلفاء کی جانیں تلف ہو جائیں گی اور آخر کار ایسی آگ بھڑکے گی جو تمام عالم اسلام،حجاز،شام اور مشرق کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾۵ اللہ لوگوں کی (موجودہ) حالت اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

ان تبدیلیوں اور تغیرات اور ان پر مرتب ہونے والے نتائج سے مزید آگاہی کے لئے ہم ایک علیحدہ فصل ''تاریخ سے عبرت'' کے عنوان سے بیان کریں گے۔

حوالہ جات:

۱۔کہف:۱۰۴...... ''وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی کی سعی وکوشش سب برباد ہو گئی اور وہ اس خام خیالی میں ہیں کہ یقیناً اچھے کام کر رہے ہیں'' ۲۔بحار ج۴۳ص۱۵۸

۳۔مثنوی مولانا رومی طبع نیکلسن دفتر ۲۱ص۴۔ ۴۔ھود:۲۸۔ ۵۔رعد:۱۱

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَاِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ لَحُسۡنَ مَاٰبٍ O جَنّٰتِ عَدۡنٍ
مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ [1]

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کتنے دن بستر بیماری پر رہیں؟ صحیح معلوم نہیں ہے۔ باپ کی وفات کے بعد وہ کتنے دن زندہ رہیں؟ یہ بات واضح نہیں ہے۔ کم از کم مدت چالیس دن [2] اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ماہ بیان کی گئی ہے۔[3] ان دو اقوال کے درمیان مختلف روایات جو دو ماہ [4] سے لے کر پچھتر دن [5] تین ماہ [6] اور چھ ماہ [7] کا عرصہ بتاتی ہیں۔

اس اختلاف اور مختلف قسم کی روایات کی وجہ کیا ہے؟ اس سے پہلے ہم نے لکھا ہے کہ اس دور میں واقعات کی تاریخیں ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں منتقل ہوئی تھیں اور اس بات کا کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ یہ سب نقل کرنے والے غلطی اور اشتباہ سے مبرا تھے۔ یہ صرف اس صورت میں ہے جب دیگر عوامل کارفرما نہ ہوں لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس پرآشوب دور میں ابھی مسلمانوں میں سیاسی گروہ بندی اپنی قوت کے ساتھ باقی تھی۔ دوسری جانب مسلمان داخلی طور پر مصروف جنگ تھے۔ ان حالات میں کسے فرصت تھی کہ وہ واقعات کی تاریخوں کو درست محفوظ کرنے کی طرف توجہ دیتا۔ فرض کریں کہ اس واقعہ میں ان دو عوامل میں سے ایک بھی اس کا باعث نہیں بنا تو اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ وہ سیاسی لوگ اور گروہ جو اس کے بعد برسر اقتدار آئے، جہاں تک ان سے بن پڑا انھوں نے واقعات کی تاریخوں میں گڑبڑ کی ہے۔

علامہ مجلسی نے دلائل الامامۃ سے نقل کیا ہے کہ اس بیماری کے دوران تین اصحاب میں سے دو آدمی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جناب فاطمہ زہراؑ سے ملنے کی اجازت چاہی۔ لیکن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انھوں نے اجازت نہیں دی علیؑ نے کہا کہ میں نے انھیں کہہ دیا ہے کہ تمہاری ان سے ملاقات کراؤں گا۔ جناب فاطمہؑ نے کہا: جب ایسا ہے تو یہ آپ کا گھر ہے، جیسے آپ کی مرضی۔۸ اگر چہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے اس قدر گفتگو کی کہ آخرانھیں راضی کرلیا۔۹ لیکن ظاہراً اس ملاقات سے مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہو سکے۔ رسولؐ کی بیٹی نے ان سے کہا: تم نے نہیں سنا کہ میرے بابا رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی؟ انھوں نے جواب دیا: ایسا ہی ہے۔ فاطمہؑ نے فرمایا: تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے اور میں تم سے ناراض ہوں۔۱۰ یہ سن کر وہ گھر سے چلے گئے۔

امام بخاری نے کتاب صحیح میں بیان کیا ہے:

جب دختر رسولؐ نے خلیفہ سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا اور اس نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ ہماری میراث نہیں ہوتی تو اسکے بعد بی بیؑ نے اس سے مرتے دم تک کوئی بات نہیں کی۔۱۱

اپنی زندگی کے آخری ایام میں انھوں نے اسماء بنت عمیس جو مہاجرین حبشہ اور ان کے قریبیوں میں سے تھیں کو بلا بھیجا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں جب وہ جنگ موتہ میں شہید ہوگئے تو انھوں نے ابوبکر بن قحافہ سے عقد کیا۔

جناب فاطمہؑ نے اسماء سے کہا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ عورت کی میت پر کپڑا ڈالا جائے اور اس کے بدن کی جسامت اس کپڑے سے نظر آئے۔

اسماء نے کہا: میں نے حبشہ میں ایک چیز دیکھی تھی۔ وہ ابھی بنا کر آپ کو دکھاتی ہوں اسکے بعد اس نے چند تازہ اور سبز شاخیں منگوائیں شاخوں کو اس نے ٹیڑھا کیا اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔

بی بیؑ نے کہا: کیا بہترین چیز ہے یہ عورت کے جنازے کو مرد کے جنازے سے جدا کرتی ہے۔ جب مرجاؤں تو مجھے آپ غسل دیں اور کسی کو میرے جنازے کے قریب نہ آنے دیں۔۱۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زندگی کے آخری دن انھوں نے پانی منگوایا اپنے جسم کوخوب اچھی طرح دھویا اور غسل کیا۔ نیالباس زیب تن کیا اوراپنے حجرے میں چلی گئیں۔ اپنی خادمہ سے کہا کہ ان کا بستر حجرے کے درمیان بچھادے۔ اس کے بعد وہ بستر پر روبہ قبلہ ہوکر لیٹ گئیں ہاتھوں کو اپنے رخساروں پر رکھا اور فرمایا میں اسی وقت مرنے والی ہوں ۱۳ علمائے شیعہ کے بقول ان کے شوہر علیؑ نے انھیں غسل دیا۔ ابن سعد نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا ہے۔ ۱۴ لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا، ابن عبدالبر کہتا ہے کہ فاطمہؑ نے اسماء بنت عمیس کو غسل دینے کی وصیت فرمائی تھی گویا فاطمہؑ کو غسل دینے میں اسماء نے حضرت علیؑ کا ہاتھ بٹایا تھا۔

ابن عبدالبر نے تحریر کیا ہے کہ جناب فاطمہؑ نے اس دنیا سے آنکھیں بند کیں تو حضرت عائشہ نے ان کے حجرے میں آنا چاہا تو اسماء نے وصیت کے مطابق انھیں داخل نہ ہونے دیا۔ اس نے اپنے باپ سے شکایت کی: یہ خثعمیہ ۱۵ عورت میرے اور فاطمہؑ کے درمیان حائل ہوگئی ہے اور مجھے ان کی میت پر نہیں جانے دیا اور مزید یہ کہ اس کے لئے اس نے حجلہ عروسی کی طرح حجرہ سجایا ہے۔

ابوبکر جناب فاطمہؑ کے حجرے کے دروازے پر آئے اور کہا: اسماء تم کیوں زوجات نبیؐ کو بنت نبیؐ کی میت پر آنے سے روک رہی ہو؟ اور تم نے اس کے لئے حجلہ کیوں بنایا ہے؟

اسماء نے جواب دیا: فاطمہؑ نے مجھے وصیت کی تھی کہ کوئی بھی ان کے جنازے پر نہ آئے اور جو چیز میں نے ان کے تابوت کے لئے بنائی ہے۔ جب وہ زندہ تھیں تو میں نے بنا کر انھیں دکھائی تھی تو انھوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ چیز ان کے جنازے کے لئے بناؤں۔

ابوبکر نے کہا: اگر ایسا ہے تو جیسا تمہیں کہا گیا ہے، ویسے ہی عمل کرو۔ ۱۶

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی خاتون جس کے تابوت پر ایسا پردہ بنایا گیا وہ رسول خداؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ تھیں۔ اس کے بعد اسی طرح کا پردہ زینب بنت جحش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(زوجہ رسولؐ) کے تابوت کے گرد بنایا گیا۔

حوالہ جات:

۱۔ص:۴۹،۵۰.....''اورتقویٰ والوں کے لئے یقیناً اچھا ٹھکانہ ہے وہ دائمی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔''

۲۔بحار ص۱۹۱ ج۴۳۔روضۃ الواعظین ص۱۵۱

۳۔الاستعیاب ص۷۴۹

۴۔بحار ص۲۱۳ ج۴۳

۵۔عون المعجزات بنقل مجلسی ص۲۱۲

۶۔طبقات ج۸ ص۱۸

۷۔ انساب الاشراف بلاذری ص۴۰۲

۸۔بحار ج۴۳ ص۱۷۰ بنقل از دلائل الامامہ نیز رجوع فرمایئے: علل الشرائع ج۱ ص۱۷۸

۹۔طبقات ص۱۷ ج۸

۱۰۔بحار ص۱۷۱

۱۱۔صحیح بخاری ج۵ ص۱۱۷

۱۲۔الاستعیاب ص۷۵۱۔طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۸۔انساب الاشراف ص۴۰۵ اور بحار ج۴۳ ص۱۸۹

۱۳۔بحار ج۴۳ ص۲۷۱ بنقل از امالی شیخ طوسی۔انساب الاشراف ص۴۰۲ اور طبقات ج۸ ص۱۷۔۱۸

۱۴۔طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۸

۱۵۔خثعم کا تعلق جنوبی عربوں سے تھا۔یہ وہ علامت تھی جو عدنانی (جس میں قریش بھی شامل ہیں) قحطانیوں کی کرتے تھے۔

۱۶۔استعیاب ص۷۵۱۔جیسا کہ ہم نے لکھا ہے اس وقت اسماء حضرت ابوبکر کی زوجہ تھیں۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اَلَّـذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا
لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۱

شیعہ سیرت نگاروں اورعلماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول خداؐ کی بیٹی کو رات کے وقت دفن کیا گیا۔ابن سعد نے بھی اپنی روایات میں جو اس نے ابن شہاب زہری ،عروہ، عائشہ اور دوسرے ذرائع سے نقل کی ہیں، کہا ہے کہ فاطمہ زہراؑ کو رات کی تاریکی میں دفن کیا گیا اور علی علیہ السلام نے انھیں سپرد خاک کیا۔۲

بلاذری نے بھی اپنی دو روایتوں میں اسی کو بیان کیا ہے۔۳ نیز امام بخاری لکھتے ہیں:

ان کے شوہر نے انھیں رات کو سپرد خاک کیا اور ابوبکر کو ان کے جنازے پر آنے کی اجازت نہ دی۔۴

یعقوب کلینی جو شیعہ علماء اور محدثین کے بزرگان میں سے ہیں، جو چوتھی ہجری کے آغاز میں فوت ہوئے۔انھوں نے اپنی کتاب تیسری صدی ہجری کے دوسرے نصف حصے میں لکھی ہے۔ان کی کتاب کو شیعہ متون میں قدیم ترین سند شمار کیا جاتا ہے انھوں نے لکھا ہے:

جب فاطمہ زہراؑ کی رحلت ہوئی تو حضرت علیؑ نے خفیہ طور پر انھیں دفن کیا اور ان کی قبر کا نشان مٹادیا۔اس کے بعد رسول اللہؐ کے روضے کی طرف رخ کر کے کہا:

اَلسَّلَامُ عَـلَیْکَ یَـا رَسُـوْلَ اللّٰـہِ عَـنِّــیْ وَ السَّلَامُ عَـلَیْکَ عَـنِ ابْـنَتِکَ وَ زَائِــرَتِکَ وَ الْبَــائِتَۃِ	یارسول اللہؐ! اپنی بیٹی جو ابھی آپؐ کے پاس آئی ہے، آپؐ کے نزدیک منوں مٹی تلے سوئی ہے۔ اور میری طرف سے، آپؐ پر درود و سلام ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فِی الثَّرٰی بِبُقْعَتِكَ وَ الْمُخْتَارِ
اللّٰهُ لَهَا سُرْعَةَ اللِّحَاقِ بِكَ قَلَّ یَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ صَفِیَّتِكَ صَبْرِیْ
وَ عَفَا عَنْ سَیِّدَةِ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ
تَجَلُّدِیْ اِلَّا اَنَّ لِیْ فِی التَّاَسِّیْ
بِسُنَّتِكَ فِیْ فُرْقَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ
فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِیْ مَلْحُوْدَةِ
قَبْرِكَ وَ فَاضَتْ نَفْسُكَ بَیْنَ
نَحْرِیْ وَ صَدْرِیْ بَلٰی وَ فِیْ
كِتَابِ اللّٰهِ لِیْ اَنْعَمُ الْقَبُوْلِ اِنَّا لِلّٰهِ
وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ قَدِ اسْتُرْجِعَتِ
الْوَدِیْعَةُ وَ اُخِذَتِ الرَّهِیْنَةُ وَ
اُخْلِسَتِ الزَّهْرَآءُ فَمَا اَقْبَحَ
الْخَضْرَآءَ وَ الْغَبْرَآءَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَمَّا حُزْنِیْ فَسَرْمَدٌ وَّ اَمَّا لَیْلِیْ
فَمُسَهَّدٌ وَّ هَمٌّ لَّا یَبْرَحُ مِنْ قَلْبِیْ
اَوْ یَخْتَارَ اللّٰهُ لِیْ دَارَكَ
الَّتِیْ اَنْتَ فِیْهَا مُقِیْمٌ كَمَدٌ
مُقَیِّحٌ وَّ هَمٌّ مُّهَیِّجٌ سَرْعَانَ
مَا فَرَّقَ بَیْنَنَا وَ اِلَی اللّٰهِ اَشْكُوْ

اللہ کی مرضی یہی تھی کہ وہ سب سے پہلے آپؐ سے ملحق ہوجائیں۔ان کے جانے کے بعد میرا صبر تمام ہوگیا، میری ہمت جواب دے گئی، لیکن جس طرح آپؐ کی جدائی پر میں نے صبر کیا، اسی طرح آپ کی بیٹی کی موت پر بھی صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ مصیبت پر صبر کرنا سنت ہے۔ اے رسول خداؐ آپ نے اپنی جان میرے سینے پر جان آفرین کے سپرد کی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو دفن کیا۔ قرآن نے خبر دی کہ زندگی کا آخری انجام خدا کی طرف بازگشت ہے ۔اب آپؐ کی امانت آپؐ کے پاس پہنچ گئی ہے۔ زہراؑ مجھ سے جدا ہوگئیں اور آپؐ کے پاس محو آرام ہیں۔ یارسو ل اللہؐ ان کے جانے کے بعد میری دنیا اندھیر ہوچکی ہے اور میرا دل غم سے بھرا ہوا ہے۔ یہ غم مجھ سے بھلایا نہ جائے گا۔ میری نیند اڑ چکی ہے۔ اوردل اس غم کی آگ میں جل رہا ہے یہاں تک کہ خدا مجھے بھی آپؐ کے پاس بلالے گا۔ زہراؑ کی موت مجھ پر بجلی بن کرگری یہ ایسی چوٹ ہے جس نے میرا دل چکنا چور کردیا۔جس نے مجھے غم کا دائمی روگ لگادیا۔ اس نے کتنی جلدی ہمیں پریشانیوں اورمشکلات میں تنہا چھوڑ دیا۔ میں اپنی شکایت خدا کی بارگاہ میں پیش کرتاہوں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ سَتُنْبِئُكَ ابْنَتُكَ بِتَظَافُرِ اُمَّتِكَ عَلٰی هَضْمِهَا فَاَحْفِهَا السُّؤَالَ وَ اسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ فَكَمْ مِنْ غَلِيْلٍ مُعْتَلِجٍ بِصَدْرِهَا لَمْ تَجِدْ اِلٰی بَثِّهٖ سَبِيْلًا وَّ سَتَقُوْلُ وَ يَحْكُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَّا قَالٍ وَّ لَا سَئِمٍ فَاِنْ اَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَّلَالَةٍ وَّ اِنْ اُقِمْ فَلَا عَنْ سُوْءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ وَاهَ وَاهًا وَّ الصَّبْرُ اَيْمَنُ وَ اَجْمَلُ وَ لَوْ لَا غَلَبَةُ الْمُسْتَوْلِيْنَ لَجَعَلْتُ الْمُقَامَ وَ اللَّبْثَ لِزَامًا مَّعْكُوْفًا وَّ لَاَعْوَلْتُ اِعْوَالَ الثَّكْلٰی عَلٰی جَلِيْلِ الرَّزِيَّةِ فَبِعَيْنِ اللّٰهِ تُدْفَنُ ابْنَتُكَ سِرًّا وَّ تُهْضَمُ حَقُّهَا وَ تُمْنَعُ اِرْثُهَا وَ لَمْ يَتَبَاعَدِ الْعَهْدُ وَ لَمْ يَخْلَقْ مِنْكَ الذِّكْرُ وَ اِلَی اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْمُشْتَكٰی وَ فِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْسَنُ الْعَزَآءِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَ الرِّضْوَانُ.ہ

اورآپ کی بیٹی آپؐ کے سپرد کرتا ہوں۔وہ آپ کو بتائیں گی کہ امت نے آپؐ کے بعد ان پر کیا کیا ستم ڈھائے۔ اور کیا کیا ظلم توڑے۔جو کچھ پوچھنا ہے ان سے پوچھیں اور جو کچھ کہنا ہے، ان سے کہیں، تا کہ ان کے غم کا بوجھ ہلکا ہو اور جوخون جگرانھوں نے پیا ہے اس کا اظہار کریں اورانھیں سکون میسرآئے۔ خدا ان کے اورظالموں کے درمیان فیصلہ کرے گا اوروہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپؐ پر جو ہدیۂ سلام بھیج رہا ہوں، یہ سلام عقیدت ہے نہ کہ رنج وملال کا۔ یہ سلام شوق ہے نہ کہ سستی اور کم ہمتی کا۔ اگر یہاں سے چلا جاؤں تو رنج وملال اورتھکاوٹ کے سبب نہیں اوراگر رہوں تو وعدہ خدا پر بدگمان نہیں ہوں۔خدا نے چونکہ صابروں سے وعدہ کیا ہے،لہذا میں اس کے اجروثواب کا انتظار کروں گا ۔سب کچھ اسی کی طرف سے ہے اورصبر کا پھل میٹھا ہے۔اگر مجھے ظالموں کی چیرہ دستی کا ڈر نہ ہوتا۔تو ہمیشہ آپؐ کی قبر کے پاس ہوتا اوراس بھاری مصیبت پر، جوان بیٹے کی لاش پر بوڑھی ماں کی طرح آنسوؤں کے دریا بہاتا۔خدا گواہ ہے کہ آپؐ کی بیٹی کو بطور مخفی لحد میں اتارا ہے۔ابھی تو آپؐ کو رحلت فرمائے چند دن ہی گزرے تھے۔ ابھی تو آپؐ کا نام مبارک لوگوں کی زبان پر تھا کہ آپؐ کی بیٹی کا حق غصب کیا گیا اوران کی وراثت کو ہڑپ کرلیا گیا۔ میں اپنا دردِ دل آپؐ سے بیان کرتا ہوں اوراپنا حال دل آپؐ کو سناتا ہوں اورآپؐ کی یاد میں دل کو خوش رکھتا ہوں۔ آپؐ پر خدا کا درود وسلام ہو اور فاطمہؑ پر درود وسلام۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس مشہور روایت کے مقابلے میں ابن سعد ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ زہراؑ کے جنازے پر نماز پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔[6] ظاہر ہے کہ یہ اور اس طرح کی ایک دو اور روایات اس مشہور روایت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ بعید نہیں کہ انھیں وقتی مصلحتوں کے پیش نظر جعل کیا گیا ہو۔

سیدہ زہراؑ کی موت نے علیؑ کو سخت رنجیدہ خاطر کر دیا۔ اس غم کا کچھ مشاہدہ ہم نے امیر المومنینؑ کے کلام سے کر لیا جو انھوں نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر رسول خداؐ سے کیا ہے۔ قدیم ترین کتب میں درج ذیل دو اشعار کی نسبت بھی ان کی طرف دی گئی ہے جو ان کی اندرونی غمزدہ کیفیت کی عکاسی کر رہے ہیں۔ البتہ بعد والے ماخذ اور منابع میں ان اشعار کی تعداد زیادہ ہے۔ جیسا کہ امیر المومنینؑ سے منسوب دیوان میں ان کی تعداد انیس ہے۔[7]

زبیر بن بکار اپنی کتاب الاخبار الموفقیات میں جسے اس نے تیسری صدی کے دوسرے نصف حصے میں تحریر کیا ہے اور اس کا شمار قدیمی منابع میں ہوتا ہے یوں رقمطراز ہے:

مداینی نے کہا ہے کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ جناب فاطمہؑ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ان کی قبر پر کھڑے ہو کر دو اشعار پڑھے:

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيلَيْنِ فُرْقَةٌ وَكُلُّ الَّذِى دُوْنَ الْمَمَاتِ قَلِيلٌ

وَاِنَّ افْتِقَادِى وَاحِداً بَعْدَ وَاحِدٍ دَلِيلٌ عَلَىٰ اَنْ لَا يَدُومُ خَلِيلٌ

☆جب کبھی دو دوست جمع ہوں آخر کار انھیں جدا ہونا ہے اور موت کے علاوہ ہر چیز چھوٹی ہے۔

☆میرے دوست یکے بعد دیگرے مجھ سے جدا ہو رہے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ کے لئے باقی نہیں رہ سکتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ دو اشعار بعض مصادر میں یوں بیان ہوئے ہیں:

لِکُلِّ اجْتِماعٍ مِنْ خَلِیلَیْنِ فُرْقَۃٌ — وَکُلُّ الَّذِی دُونَ الْفِرَاقِ قَلِیلٌ
وَاِنَّ افْتِقَادِی فَاطِماً بَعْدَ اَحْمَدَ — دَلِیلٌ عَلٰی اَنْ لَا یَدُومُ خَلِیلٌ

بحارالانوار (طہران) کی آخری اشاعت کے فاضل مصحح نے اس کی جلد ۴۳ کے صفحہ ۱۸۷ پر حاشیہ میں ایک عبارت درج کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

بعض نسخوں میں **وان افتقادی واحد بعد واحد** کا مصرعہ آیا ہے اور یہ درست ہے کیونکہ علیؑ نے ان دو شعروں کے ذریعے تمثیل پیش کی ہے، نہ کہ انشاء کیا ہے لیکن زبیر بن بکار کی عبارت یوں ہے: وانشا یقُول اُس کے علاوہ یہ دو بیت، ان سے منسوب دیوان میں بھی موجود ہیں جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ علامہ مجلسی نے لکھا ہے: روایت کی گئی ہے کہ ہاتف نے ان کے شعر کا جواب دیا ہے اس کے علامہ نے چار ابیات لکھے ہیں۔[۸]

....

حوالہ جات:

۱۔ بقرہ: ۱۵۶......''جو مصیبت میں مبتلا ہونے کی صورت میں کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔''

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۸۔۱۹

۳۔ انساب الاشراف ص ۴۰۵

۴۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۷۷۔ بحار ص ۱۸۳

۵۔ اصول کافی ج ۱ ص ۴۵۸۔۴۵۹

۶۔۷۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۹

۸۔ بحار ج ۴۳ ص ۱۸۴

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وِلایِ الاُمُـــوْرِ تُـــدْفَـــنُ لَیْلاً
بِضْعَۃُ الْمُصْطَفیٰ وَیُعْفٰی ثَرٰاھٰا

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ دختر رسولؐ کی قبر بھی نا معلوم ہے۔ جو کچھ بھی ان کی وفات کے بارے میں لکھا گیا اور جو کوششیں ان کی وفات کی خبر مخفی رکھنے کے لئے کی گئیں اس کے پیش نظر معلوم ہے کہ قبر کے بارے میں اہل بیتؑ پریشان تھے یہ پریشانی کس لئے تھی؟ صحیح طور پر کچھ نہیں معلوم اس کا ایک پہلو ممکن ہے جناب زہراؑ کی وصیت کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ جن سے وہ ناراض تھیں وہ ان کے نماز جنازے اور تدفین میں شریک ہوں۔ لیکن قبر کے نشانات کو کیوں مٹا دیا گیا؟ یا انھیں سپرد خاک کرنے کے بعد قبرستان بقیع یا ان کے گھر میں سات یا چالیس قبروں کی شکلیں کیوں بنائی گئیں؟ کیوں ان کے مزار کو مخفی رکھنے کے لئے اس قدر اہتمام کیا گیا؟ اگر چالیس ہجری کو فرزندان زہراؑ نے اپنے باپ کی قبر لوگوں سے مخفی رکھی تو اس کی وجہ دشمنوں کی طرف سے بے حرمتی کا ڈر تھا۔ لیکن حضور اکرمؐ کی رحلت کے چالیس دن یا زیادہ سے زیادہ آٹھ ماہ بعد مدینے کے حالات کو اور چالیس ہجری میں کوفے کے حالات کو ایک طرح اور یکساں قرار نہیں دیا جا سکتا۔

وہ لوگ جو سیاسی مسائل اور جاہ و منصب کے حصول کی خاطر علیؑ سے ستیزہ کار تھے، وہ لوگ نہ تھے جو گیارہ ہجری کو مدینے میں موجود تھے۔ مدینے میں رہنے والے لوگ علیؑ کو فاطمہ زہراؑ سے الگ دیکھتے تھے۔ ظاہری طور پر ہی سہی، وہ رسول خداؐ کی بیٹی کا احترام کرتے تھے اور مسلم ہے وہ قبر کے ساتھ کوئی گستاخی نہ کرتے۔ لیکن میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ان کے مزار سے لاعلمی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا موجب راویوں کی فراموشی یا زمانے کا گزرنا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے دوصحابیوں کی قبریں آپؐ کے روضے کے ساتھ مشخص اور معین ہیں۔ اسی طرح فاطمہ زہراؑ کے بیٹے جو جنت البقیع میں محوِ آرام ہیں، کے مزارات بھی تقریباً مشخص کیے جاسکتے ہیں۔ پس جناب زہراؑ کا مزار پوشیدہ رکھنے کا سبب کوئی اور امر ہے۔ اس کا سبب وہی ہے جس کی طرف گذشتہ فصل میں اجمالی طور پر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کا موجب وہی ہے جسے انھوں نے خود گفتگو میں بیان فرمایا ہے۔ شاید یہ ان کی آخری گفتگو تھی جو ان کی زبان سے جاری ہوئی۔ وہی باتیں جو انھوں نے عیادت کے لئے آنے والی خواتین سے کہیں تھیں:

''مجھے تمہاری دنیا سے نفرت ہوگی ہے اور میں تمہارے مردوں سے بیزار ہوں۔''

ان کی خواہش تھی کہ ان ناقدروں اور حق ناآشنا لوگوں کی نظروں سے اوجھل دفن ہوں حتیٰ ان کی قبر کے نشان پر بھی ان لوگوں کی نگاہیں نہ پڑیں۔

ابن شہرآشوب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے حضرت علیؑ پر اعتراض کیا اور انھیں سرزنش کی کہ انھوں نے دختر رسولؐ کے جنازے میں انھیں شرکت کی کیوں اجازت نہیں دی۔ انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ فاطمہؑ نے یونہی وصیت کی تھی اور ان دونوں نے یہ بات مان لی [1]۔ البتہ مرحوم کلینی نے احمد بن ابی نصر کی روایت نقل کی ہے اور اس نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ اس میں بیان ہے کہ امام علیؑ سے احمد نے جناب فاطمہؑ کے محل دفن کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا:

انھیں گھر میں سپرد خاک کیا گیا تھا اور جب بنی امیہ نے مسجد نبوی میں توسیع کی تو یہ قبر مسجد نبوی کے اندر آگئی۔[2]

ابن شہرآشوب نے شیخ طوسی کا قول نقل کیا ہے: ''جو بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انھیں گھر کے اندر یا روضہ رسولؐ میں دفن کیا گیا''۔[3]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس روایت کے برخلاف ابن سعد جس کا تیسری صدی کے آغاز میں انتقال ہوا، عبداللہ بن حسن سے روایت کرتے ہیں:

میں نے مغیرہ بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام کو گرم دن میں دوپہر کے وقت بقیع میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا: ابو ہاشم اس وقت یہاں کیوں کھڑے ہو؟ اس نے جواب دیا: تیرے انتظار میں تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ فاطمہ زہراؑ کو اس گھر میں (جناب عقیل کا گھر) جو جشتین کے گھر کے ساتھ ہے، سپرد خاک کیا گیا۔ میں تجھ سے تقاضا کرتا ہوں کہ یہ گھر خرید لو اور مجھے یہاں دفن کرنا میں نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ کام ضرور کروں گا۔

لیکن جناب عقیل کے بیٹوں نے یہ گھر فروخت نہ کیا عبداللہ بن جعفر نے کہا کسی کو کوئی شک نہیں ہے کہ جناب فاطمہؑ کی قبر یہاں پر ہے۔[۴]

اگر احمد بن ابی نصر کی روایت کے خلاف قرینہ موجود نہ ہوتا تو قابل قبول تھی لیکن علمائے شیعہ نے ایسی روایات نقل کی ہیں۔ جو یہ بتاتی ہیں کہ جناب زہراؑ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ اس کے علاوہ انھیں روایات میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ دختر رسولؐ کی قبر پوشیدہ رکھنے کے لئے سات فرضی قبریں[۵] اور ایک روایت کے مطابق چالیس فرضی قبریں بنائی گئیں یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ قبر مطہر گھر میں نہیں تھی کیونکہ ان کے چھوٹے سے گھر میں اتنی ساری قبریں بنانے کی جگہ کہاں تھی۔ نیز بحار الانوار کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جس رات بی بیؑ نے انتقال کیا اسی کی صبح جب مسلمان بقیع میں آئے تو انھوں نے تازہ بنائی گئی چالیس قبریں دیکھیں۔[۶]

علامہ مجلسی نے دلائل الامامہ سے اور انھوں نے اپنے ذرائع سے امام صادقؑ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس دن صبح (بعض) لوگوں نے چاہا کہ جناب زہراؑ کا جنازہ قبر سے نکال کر اس پر نماز پڑھی جائے لیکن علیؑ کی طرف سے سخت مخالفت اور شدید دھمکی کے بعد انھوں نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کام سے صرف نظر کرلیا۔ ۷

بہرحال حضرت زہراؑ کی قبر کا مخفی ہونا چند افراد سے ان کی ناراضگی کا پتہ دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اس ذریعے سے اپنی ناراضگی آشکار کرنا چاہتی تھیں۔

حوالہ جات:

☆ محمد مصطفیٰؐ کے جگر کے ٹکڑے کو کن اسباب کی وجہ سے رات کے وقت دفن کیا گیا اور اس کی قبر کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا۔

۱۔ مناقب ابن شہرآشوب ج ۱ ص ۵۰۴

۲۔ اصول کافی ج ۱ ص ۴۶۱

۳۔ مناقب ابن شہرآشوب ج ۳ ص ۳۶۵

۴۔ طبقات ج ۸ ص ۲۰

۵۔ بحار ص ۱۸۲

۶۔۷۔ بحار ص ۱۷۱

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

برائے عبرتِ تاریخ

خدا کی قسم! اگر وہ مداخلت نہ کرتے اور علیؑ کو وہ فریضہ انجام دینے دیتے جو رسول خداؐ نے ان پر عائد کیا تھا تو وہ آہستہ آہستہ سب کو راہ راست پر لے آتے اور ہر ایک کو اس کا حق دے دیتے......۔
اگر وہ ایسا کرتے تو زمین و آسمان کی رحمتوں کے دروازے ان پر کھل جاتے، لیکن انھوں نے ایسا کیا۔ جو انھیں نہیں کرنا چاہئے تھا وہ انھوں نے کر دکھایا اب وہ انتظار کریں کہ کتنا خون خرابہ ہوگا اور کتنی جنگیں لڑی جائیں گی......۔

(بستر بیماری پر جناب سیدہؑ کے خطبے سے ایک اقتباس)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جس دن دختر رسولؐ نے بستر بیماری پر انصار کی عورتوں سے گلے شکوے پر مبنی مذکورہ گفتگو کی، اس کے بعد چوتھائی صدی بھی نہ گزری تھی کہ عرب کی پرامن اور متحد سرزمین شورش زدہ اور جنگ وجدال میں تبدیل ہوگئی۔اسلام سے پہلے کی مخالفتیں اور دشمنیاں جو بیس سال سے زیادہ مدت تک فراموش ہوگئی تھیں یا ان کے اظہار کا موقع نہیں ملا تھا، وہ سب عود کر آئیں۔قبیلہ پرستی اور نسل پرستی کا دور واپس آ گیا۔ دور جاہلیت کے امتیازات کو دوبارہ افتخار سمجھا جانے لگا۔ مسلمان دو گروہوں بلکہ چند گروہوں میں بٹ گئے اور انتشار نے دوبارہ اپنا قبیح چہرہ ظاہر کر دیا۔ ایک بار پھر قحطانی اور عدنانی عرب ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ ایام العرب[1] کی یاد تازہ ہوگئی۔

غیر عرب لوگ جو رحمت کی امید یا نعمتوں کے حصول کے لئے مسلمان ہوئے تھے، جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر علاقوں سے عراق کے شہروں جیسے کوفہ، بصرہ یا شمالی علاقوں میں آ کر بس گئے تھے۔ان میں سے ہر جماعت یا خاندان، قبائلی عہد و پیمان کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔ جب وہ مطلوبہ اہداف نہ پا سکے یعنی جس چیز کی خاطر انھوں نے دامن اسلام میں پناہ لی تھی وہ انھیں نظر نہ آئی تو انھوں نے اس افراتفری اور کشمکش کی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گروہ بندی شروع کر دی یا ان گروہوں کے ساتھ ہوگئے جہاں ان کے مفادات کی تکمیل ہوتی نظر آئی۔

اس کتاب میں کئی مرتبہ قحطانی اور عدنانی نام لئے گئے ہیں۔ایک دو جگہوں پر مختصر طور پر ان کے بارے میں وضاحت بھی کی گئی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والے افراد کیلئے ان دو الفاظ کا معنی اور مفہوم واضح ہے لیکن ممکن ہے سب قارئین مصنف کا مقصود نہ سمجھ سکیں یا ان الفاظ کا زیر بحث موضوع سے ربط اور تعلق نہ جان سکیں۔ پس مناسب ہے کہ ان دو گروہوں کے بارے میں ذرا تفصیل سے بات کی جائے۔

اگر آپ عرب کے نقشے پر نگاہ ڈالیں تو جزیرۃ العرب کے جنوبی حصے کے آخر میں ایک مثلث شکل کا علاقہ نظر آئے گا جس کا مشرقی ضلع بحیرہ عرب کا ساحل ہے۔ مغربی ضلع بحیرہ احمر پر مشتمل ہے اور جب آپ ظہران (مغرب میں) سے وادی حضرموت (مشرق میں) تک ایک خط کھینچیں گے تو اس مثلث کا تیسرا ضلع بن جائے گا۔ ان حدود کے اندر ایک علاقہ ہے جسے قدیم زمانے میں خوش بخت عرب یا یمن کہتے تھے آج یہ علاقے شمالی یمن اور جنوبی یمن کے ممالک پر مشتمل ہیں۔

ظہور اسلام سے صدیوں پہلے اپنے مناسب جغرافیائی حالات اور موسمی بارشوں کی بہتات کی وجہ سے یہ علاقہ سرسبز و شاداب اور زرخیز تھا۔ اس کے باشندے کھیتی باڑی اور زمین سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اس علاقے کی سب سے اہم برآمد کُندُر مشہور شاہراہ بَخُور سے ہوتی ہوئی بندر، صور، صیدا اور خلیج عَقَبہ کے راستے یورپ پہنچتی تھی۔ وہاں کے عبادت خانوں میں اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس ذریعے سے جنوبی عرب کے باشندوں کو خاطر خواہ آمدنی ہوتی تھی۔ طبیعی امر ہے کہ سرمایہ حیات (پانی) کی فراوانی، خوشگوار آب وہوا اور انواع واقسام کی فصلیں اور پیداوار کے لئے زمین کی آمادگی، لوگوں کے لئے کشش اور جاذبیت کا باعث ہوتی ہیں۔ لوگوں کی کشش آبادی میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور زیادہ آبادی مکانات وتعمیرات اور گھریلو زندگی کی ضروریات کا باعث بنتی ہے۔ اسی سے ایک گھر، چھوٹا گاؤں، دیہات، قصبے اور چھوٹے بڑے شہر وجود میں آتے ہیں۔ اس قسم کی اجتماعی زندگی کا لازمہ رفاہ وآسائش، تہذیب وتمدن، دولت اور حکومت کا معرض وجود میں آنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ جو اس قسم کی معاشرتی زندگی کے مظاہر ہیں۔

انھیں مختلف عوامل کے نتیجے کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہزار سال قبل مسیح سے لے کر چوتھی صدی عیسوی تک اس علاقے میں معین، قتبان، سبا اور حمیر جیسی حکومتوں کی بنیادیں ڈالی گئیں۔ کبھی ان کی حکومتوں کا دائرہ کار اپنے سے دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ اس لئے یہ بھی ایک فطری امر ہے کہ اس قسم کی مہذب زندگی گزارنے والے لوگ صحرا نشین، خانہ بدوش عربوں کو غیر تہذیب یافتہ اور غیر متمدن سمجھیں گے یا انھیں کم اہمیت یا بالکل اہمیت نہیں دیں گے۔

جنوبی یا خوشحال عرب کے برعکس عرب کا شمالی علاقہ بے آب و گیاہ سلگتا ہوا صحرا ہے اس کی سرزمین بنجر اور ریت کے وسیع صحرا پر مشتمل ہے۔ اس کی وادیاں ایک دوسرے سے کٹی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا ہے کہ اس کے رہنے والے زندگی کی بقا کے لئے ہر وقت سفر میں نظر آتے ہیں۔

صحرائی بود و باش اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی صحرا نشین کو خود غرض، خود پسند، لا پرواہ بنا دیتی ہے۔ شہر اور شہری زندگی کے اصول و قوانین اسے بیزار کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ شہر سے بالکل متنفر ہو جاتا ہے اور اگر کبھی اسے مجبوراً شہر آنا پڑے اور ناچار شہری آداب کا اپنے آپ کو پابند بھی بنانا پڑے تو وہ شہریوں اور شہری زندگی کا مذاق اڑاتا ہے۔

ظہور اسلام سے تقریباً دو صدیاں پہلے جزیرۃ العرب کی معاشرتی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوا جنوبی علاقے میں آبپاشی کے لئے بنائے گئے پانی کے بند تباہ ہو گئے اور بیرونی حملہ آوروں کی وجہ سے اس علاقے کے لوگوں نے ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو خیر آباد کہہ دیا کچھ لوگوں نے شمال کا رخ کیا۔ اور زندگی گزارنے کے لئے مناسب مقامات پر سکونت اختیار کر لی۔ ان ہجرت کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کاریزوں اور چشموں کی وجہ سے شہر یثرب کو رہائش کے لئے پسند کر لیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحرانشینی کی زندگی میں بھی کچھ تبدیلیاں آئیں۔ بندرگاہوں اورتجارتی راستوں میں تبدیلیوں کی وجہ سے امن واطمینان کے ساتھ مال تجارت لے جانے کے لئے تاجروں کومجبوراً راستہ بتانے والے رہنمار کھنے پڑے۔عرب کے بدوؤں نے تاجروں کی نوکریاں اختیار کرلیں اور مال تجارت کوایک سے دوسری جگہ لے جانے کی ڈیوٹی انھیں دی گئی۔اس کے نتیجے میں جن مقامات پرسامان اتارنا اورلادنا مناسب معلوم ہوا، وہاں راستے میں ایسی جگہیں وجود میں آ گئیں۔اس معاشرتی تبدیلی سے متاثر ہوکر چندعرب شیوخ نے بھی تجارت کا پیشہ اپنالیا وہ مقامات جواس کام کے لئے نہایت موزوں تھے،ان میں سے ایک شہر مکہ تھا۔جو بحیرہ احمر سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

جغرافیائی خصوصیات کے علاوہ مکہ کی مذہبی حیثیت بھی تھی۔خانہ کعبہ میں ہرسال ایک مرتبہ زائرین کا اجتماع ہوتا تھا۔یہ دو چیزیں صحرانشیوں کے اس شہر کی طرف آنے کا باعث بنیں اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ظہوراسلام سے کئی سال پہلے مکہ کی آبادی شمال کے عربوں پر مشتمل تھی وہی خودغرض ،سرکش غیرمہذب بالخصوص کھیتی باڑی کی باقاعدہ زندگی سے بیزار لوگ مکہ میں رہائش پذیر تھے دونوں شمالی اورجنوبی علاقوں کے عرب خودکوحضرت ابراہیمؑ کے فرزندحضرت اسماعیلؑ کی اولاد سمجھتے تھےاورطرفین کے پاس موجوداپنے اپنے شجرہ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونسلیں اپنے اپنے جدامجد''عدنان''اور''قحطان''سےایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔

جب معاشرتی اورمعاشی لحاظ سے یہ دونسلیں ایک دوسرے کے مدمقابل قرار پائیں تو ایک دوسرے کے طرزحیات کی تحقیر کرنے لگیں۔نسلی اعتبار سے بھی ہرایک اپنے آپ کوحضرت اسماعیلؑ کاحقیقی وارث سمجھتا تھا۔اوردوسرے کوغاصب گردانتا تھا۔اگرچہ ان میں ہردوگروہ متعددقبیلوں،خاندانوں اورطائفوں میں تقسیم ہوگئے،لیکن انھوں نے اپنی بنیادکوکبھی بھی فراموش نہیں کیا تھا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کبھی کبھار خود قحطانی یا عدنانی قبائل کی آپس میں لڑائیاں اور جنگیں ہوتی تھیں۔ وہ ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے۔ لیکن جونہی کوئی غیر قحطانی یا غیر عدنانی ان پر حملہ کر دیتا، وہ چھوٹے قبائل اپنی دشمنیاں فراموش کر دیتے اور حملہ آور دشمن کے خلاف متحد ہو جاتے تھے۔

مثلاً ممکن تھا کہ ھمدان اور قضاعہ کئی برسوں سے آپس میں نبرد آزما ہوں، لیکن اچانک قبیلہ ربیعہ ان دو میں سے کسی ایک پر حملہ کر دے تو یہ دونوں آپس کی برسوں سے جاری جنگ ترک کر دیں گے اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ ربیعہ سے جنگ کریں گے۔ عربوں میں ضرب المثل ہے: ''میں اپنے بھائی اور چچازاد بھائی کے خلاف برسرِ پیکار ہوں، میں اور چچازاد بھائی غیروں سے برسرِ پیکار ہیں۔''۲

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عدنانی یا شمالی علاقوں کے عرب اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہمیشہ سفر اور حرکت میں رہتے تھے ایسی گردش میں مصروف زندگی کیلئے لڑائی، جھگڑا، لوٹ مار اور قتل و غارت ناگزیر چیزیں تھیں۔ ہم نے کہا ہے کہ صحرا اپنے فرزند کو دو سبق سکھاتا ہے: اولاً جو مقابلے پر آئے اس سے جنگ کرو۔ ثانیاً اپنے رشتہ داروں، عزیز و اقارب اور پناہ حاصل کرنے والوں کا دفاع کرو۔ اسی عادت اور خصلت کو تعصب یا عصبیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے اسے ''حمیت جاہلی'' سے یاد کیا ہے۔ مثلاً: ﴿فِی قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ ۳ یعنی اپنے دلوں میں تعصب رکھا تعصب بھی جاہلیت کا۔

اس ماحول میں پرورش کے نتیجے میں صحرانشین خود کو ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد سمجھتا ہے۔ شہری اور دیہاتی زندگی کا مذاق اڑاتا ہے، محنت اور کام جسے شہری اور دیہاتی لوگ اپنا شعار سمجھتے ہیں وہ اسے ذلت اور پستی گردانتا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی کے آغاز میں شہر مکہ کی اہمیت کے پیش نظر جو لوگ وہاں آ کر آباد ہو گئے تھے، وہ اسی قبیل کے لوگ تھے قصی بن کلاب نے شہر مکہ کی سرداری جنوبی مہاجرین (خزاعہ) سے چھین لی اور اپنے قبیلے (قریش) کو شہر لے آیا۔ یہ قبیلہ مکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے باہر بیابانوں اور دروں میں رہتا تھا۔اس طرح مکہ شہر کا انتظام عدنانیوں (شمالی علاقوں کے عربوں) کے ہاتھوں میں آ گیا۔انھوں نے تجارت کو اپنا پیشہ بنالیا اور تجارتی قافلوں کی پاسبانی کی ذمہ داری انجام دینے لگے۔اس کے باوجود انھوں نے اپنی پرانی خصلت نہ چھوڑی خصوصاً قحطانی یعنی جنوبی علاقوں کے عربوں سے رقابت بلکہ ان سے دشمنی کو اسی شد و مد سے باقی رکھا۔ پس قدرتی طور پر اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان خوشگوار تعلقات نہیں ہونے چاہئیں تھے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام کی دعوت کا آغاز پہلے مکہ میں ہوا۔مکہ وہ شہر تھا، جس کا کنٹرول اور انتظام عدنانی سرداروں اور شیوخ کے ہاتھوں میں تھا۔رسول اکرمؐ نے تیرہ سال تک ان لوگوں کو خدا پرستی کی دعوت دی، لیکن جو افراد آپؐ پر ایمان لائے وہ زیادہ تر مظلوم، محروم، غریب یا نچلے طبقوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔مالدار، دولتمند، رئیس، طبقے اور سرداروں میں سے چند کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔بلکہ جہاں تک ان سے بن پڑا انھوں نے آپؐ اور آپؐ کے پیروکاروں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔اس کے برعکس اسلام کا پیغام جونہی یثرب پہنچا تو اس شہر کے لوگ رسول خداؐ سے عہد و پیمان باندھنے لگے۔انھوں نے آپؐ کو اپنے شہر آنے کی دعوت دی اس تاریخ کے بعد اس شہر کے لوگوں کو انصار کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔اس شہر کو بعد میں مدینۃ الرسولؐ (رسولؐ کا شہر) کہا جانے لگا۔جو بعد میں مخفف ہو کر مدینہ رہ گیا وہ لوگ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور یثرب آئے وہ مہاجرین کہلائے۔

البتہ ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مہاجرین کی اکثریت عدنانی تھی یا عدنانیوں کی حمایت میں تھی۔

جب مہاجرین یثرب میں رہائش پذیر ہو گئے تو رسول اللہؐ نے ہجرت کے ابتدائی مہینوں میں ان کے اور انصار کے درمیان اخوت و برادری کا رشتہ قائم کر دیا۔اس طرح قحطانی اور عدنانی اسلامی بھائی بن گئے۔اس پیمان اخوت کے نتیجے میں جو الفت ان کے درمیان پیدا ہوئی۔اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے ان دونوں کے درمیان ظاہری طور پر کینہ وعداوت کوختم کردیا۔ ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں:

﴿وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْکُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا﴾ ؎	تم لوگ خود پر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں پر الفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت کے زیراثر بھائی بھائی بن گئے۔

لیکن حقیقت میں کیا یہ ممکن تھا کہ وہ عداوت اور دشمنی جو صدیوں سے نسل درنسل چلی آرہی تھی، دس سال کے مختصر عرصے میں بالکل ہی ختم ہوجائے؟ اگر چند افراد خود کو مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھال لیں اور دورِ جاہلیت کی خصلت کو کلی طور پر جڑ سے اکھاڑ دیں تو کیا یہ امر سب کے لئے ممکن ہے، کہ وہ بھی اسی طرح کے مسلمان بن جائیں؟ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ تاریخ اسلام کے دقیق مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں باوجود اس کے کہ یہ دونوں گروہ براہ راست آپؐ کے زیرتربیت تھے اور آپؐ کی وعظ ونصیحت سنتے تھے۔ پھر بھی جب کبھی انھیں موقع ملتا وہ اپنے آباؤاجداد پر فخر ومباہات اور مخالف حریف کی مذمت کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

کبھی کبھارتو ایسا بھی ہوتا تھا کہ دو مختلف عدنانی قبیلوں کے افراد یا دو مختلف قحطانی قبائل کے افراد آپس میں بحث ومباحثہ میں اسلام سے پہلے کی سنت پر عمل پیرا ہوکر ایک دوسرے کے نسب کی تحقیر وتذلیل کرتے تھے۔

لکھا ہے کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص کے درمیان تکرار ہوگئی۔ مغیرہ نے عمرو کو گالی دی۔ عمرو نے کہا ھصیص کہاں ہے؟ (اپنے بزرگ کا نام لیا) اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ باباجان، جاہلیت کی طرف چل پڑے ہیں۔ کہتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ اس نے اپنے اس عمل کی وجہ سے تیس غلام آزاد کیئے۔۵؎ فتح مکہ کے دن قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ لوگوں کے آگے چل رہے تھے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے با آواز بلند یہ نعرہ لگایا کہ آج خون بہایا جائے گا اور عزتیں پامال ہوں گی۔۶؎ انھوں نے اپنے طور پر یہ گمان کیا کہ آج عدنانیوں کی حکومت کے خاتمے کا اعلان کریں اور انصار یعنی قبیلہ قحطانی کی عظمت کی ان پر دھونس جمائیں اور کئی برسوں کی دشمنی کا انتقام ان سے لیں رسول اکرمؐ اس فخر ومباہات کو برداشت نہ کر سکے آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: جائیں اور سعد سے پرچم لے لیں اور انھیں ایسی غلط باتیں کرنے سے باز رکھیں، آج مرحمت (ومعافی) کا دن ہے۔

اگر جنگ حنین کے بعد جو پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں جزیرۃ العرب کے اندر آخری لڑائی تھی، چند سال مزید رسول اللہؐ کا سایہ ان لوگوں پر قائم رہتا، اسلام قبول کرنے والے سب لوگ ان کی تربیت کی برکت سے کم وبیش بہرہ مند ہو جاتے، موجودہ نسل ان تعلیمات کو آئندہ نسل تک منتقل کر دیتی تو یقینی طور پر اسلامی تعلیمات دینی اخوت وبرادری اور عدالت اجتماعی کے زیر سایہ باہمی چپقلش، کینہ وعداوت اور قومی ونسلی عصبیت بالکل ختم ہو جاتی۔ ہر دو گروہ یہ باور کر لیتے کہ ہمیں وحدت کلمہ (توحید) کی پیشرفت کے لئے اکٹھے کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن افسوس کہ جب مختلف اور پراگندہ قبائل اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے یہ سمجھا کہ قبائل کی سرداری اور حکومت کا دور گزر گیا ہے، وہ ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے ختم کر دیں اور خدا کے نام پر مدینہ میں قائم ہونے والی حکومت کی اطاعت کریں تو رسول خداؐ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ہم جانتے ہیں کہ حکومت اسلامی دین کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی۔ حکومت کے سربراہ کا لوگوں نے انتخاب نہیں کیا تھا، بلکہ اللہ نے انھیں پیغمبرؐ بنا کر بھیجا تھا۔ جو کچھ آپؐ نے کہا، وہ وحی آسمانی اور کلام الٰہی تھا۔ (سوائے ان مواقع کے جہاں اصحاب سے آپؐ نے مشورہ کیا اور ان کی رائے قبول کی) رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد دور نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر مسلمانوں کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سربراہی اورحکومت کسی خاص نسل ونژاد کے ہاتھوں میں نہ دی جاتی، اگر برتری اورفضیلت کا معیارصرف قریشی ہونے کو نہ بنایا جاتا اور اگر رسول اللہؐ کی وصیت کوپس پشت نہ ڈالا جاتا تو یہ بات اطمینان اوریقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ انصار کوبرتری جتانے کا موقع نہ ملتااورآخرکاروہ صلح کرنے پرآمادہ نہ ہوتے اور یہ نہ کہتے کہ ایک امیرہم میں سے اورایک امیرعدنانیوں میں سے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہاں پر دین کا عنصر (رسول خداؐ سے منقول حدیث) تھا،جس نے انصار کوخاموش کرادیا اوروہ اپنے دعویٰ سے دستبردار ہوگئے اوروہ یہ کہ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ سربراہ اورحکمران،قبیلہ قریش سے ہو۔

بہرحال یہ سب سے پہلا امتیاز تھا جورسول خداؐ کی رحلت کے بعدشمالی عربوں کوحاصل ہوا۔ حجۃ الوداع کے موقع پرحضوراکرمؐ کے مختصرخطبے سے قریش کے تمام امتیازاور برتری ختم ہوگئی تھی ےوہ دوسرے قبائل کے ساتھ ایک ہی صف میں آگئے تھے۔اب انھیں اپنے پاؤں مضبوط کرنے کا موقع مل گیا انھوں نے انصار یعنی قحطانیوں کواپنا دست نگر بنالیا۔ان سب باتوں کے باوجود حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران چونکہ مسلمان ایک طرف مرتدوں کی سرکوبی میں مشغول تھے۔اوردوسری طرف نئی حکومت ابھی پوری طرح سنبھل نہیں پائی تھی اور پوری طرح براجمان نہیں ہوئی تھی یا کم ازکم حکومتی عہدے اورمنصب کسی امتیاز اورآمدنی کا باعث نہیں بنے تھے،ان دوگروہوں کے درمیان کشمکش واضح طور پرنظرنہیں آتی۔

حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں ان کے اہلکار بڑے بڑے شہروں کے حکمران بن بیٹھے۔جنگی غنائم اورایران وروم کے جزیہ اورخراج کی وجہ سے حکومتی خزانے (بیت المال) کے اموال اور مال ودولت میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔خلیفہ کی سخت پالیسی کی وجہ سے ممکن حدتک ان دوگروہوں کے درمیان توازن قائم رہا۔خلیفہ نے اگرایک شہر کی حکومت عدنانیوں کے سپرد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی تو دوسرے شہر کا گورنر قحطانی کو بنایا۔ سقیفہ کے واقعہ کو ابھی چوتھائی صدی بھی نہیں گزری تھی کہ نہ صرف قریش اور عدنانی بڑے بڑے عہدوں اور وزارتوں پر قابض ہو گئے۔ بلکہ بیت المال کی آمدنی کے سیلاب نے ان کے گھروں کا رخ کر لیا۔ ان کے گھر سکوں کی جھنکار سے گونجنے لگے۔ مروان بن حکم، معاویہ بن ابی سفیان، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف اور یعلی بن امیہ میں سے ہر ایک نے اس دور میں لاکھوں درہم و دینار جمع کر لیے تھے۔ قریش اور فرزندان امیہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انھوں نے حتیٰ المقدور یہ کوشش کی کہ جنوبی عربوں کو بڑے بڑے عہدوں اور کام پر نہ رہنے دیا جائے۔

تاریخ میں آیا ہے کہ بنی جفنہ کا ایک شخص عثمان کے پاس آیا اور کہا: تمہارے خاندان میں کوئی بچہ نہیں ہے کہ اسے آپ حکمران بنائیں یہ بوڑھا (ابوموسیٰ) کب تک بصرے پر حکومت کرتا رہے گا۔ ۸؎ یہ اس وقت کی بات ہے جب شام میں معاویہ، کوفہ میں ولید بن عقبہ بن ابی معیط اور مصر میں عمرو بن العاص حکمران تھے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ تینوں مضری باالفاظ دیگر عرب عدنانی یا شمالی تھے۔ صرف بصرے کا حکمران (ابوموسیٰ) قحطانیوں میں سے تھا۔ کوئی زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ بنی امیہ کا خاندان دوسرے قریشی خاندانوں سے آگے نکل گیا۔ یہ بات بھی ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس خاندان نے کبھی بھی دل سے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ انھوں نے اسلام کو اس دن قبول کیا جب اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا۔

ایک خاندان میں حکومت کے منحصر ہونے کے نتیجے میں خوابیدہ کینے اور عداوتیں بیدار ہو گئیں۔ ابتداء میں شورش کا آغاز سرحدوں سے ہوا۔ پھر شہروں میں بھی صورتحال کشیدہ ہو گئی۔ آخر کار اس نے مرکز خلافت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کشمکش میں خلیفہ کی جان چلی گئی۔

اس دور کے اشعار ہمارے پاس موجود ہیں، جو بنی امیہ کی اندرونی کیفیت کی نشاندہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتے اور یہ بتاتے ہیں کہ شاعر کے پیش نظر اگر کوئی چیز نہیں ہے تو وہ دین اسلام اور عدالت اجتماعی ہے۔ جس چیز کی طرف اس کی شدید توجہ ہے وہ خاندانی افتخارات، اور دوسرے قبائل پر اپنے قبیلے کی برتری اور فضیلت ہے۔

جس دن حضرت عثمان کو قتل کیا گیا، ماں کی طرف سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ نے ان کے سوگ اور غم میں بنی ہاشم سے مخاطب ہو کر یوں کہا:

بَنـي هٰاشِـم اِيـه   فَمٰا كٰانَ   بَيُننا
وَسَيُف ابُنِ ارُوَى ؇ عِنـدَكُمُ وَخزٰائنه
بَنـي هٰاشِـمِ رُدُّوا سِـلاح َابُنِ اُخُتِكُم
وَلٰا تَـنهَبُـوه ُلٰا تَـحِلُّ مَنٰـاهِبُـه
بَـنـي هٰـاشِـمِ كَيُفَ الُهَـودَهُ بَيُـنَـنَـا
وَعِـنُـدَ عَـلِـيٍّ دِرِعُـهُ وَنَـجٰـائبُـه
لَعَـمُـرُكَ لَا اَنُـسى اِبُـنَ اَرُوى وَقَتُلَـهُ
وَهَـلُ يُنُسِـئَنَّ اَلُـمٰـاء مٰاعٰاشَ شٰارِبُه؟

☆بنی ہاشم! ہم سے اور کیا چاہتے ہو؟ عثمان کی تلوار، مال متاع اور اس کا خزانہ تمہارے پاس ہے۔

☆اے بنی ہاشم! اپنے بھانجے کا اسلحہ واپس کر دو۔ اسے مال غنیمت نہ سمجھو یہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔

☆بنی ہاشم! ہم کس طرح تمہارے ساتھ نرم سلوک کر سکتے ہیں۔ جبکہ عثمان کی زرہ اور گھوڑا علیؑ کے پاس ہے۔

☆جس طرح کوئی ساری زندگی پانی پینے کو نہیں بھول سکتا، اس طرح میں عثمان اور اس کے قتل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو ہرگز نہیں بھلاؤں گا۔

ان اشعار پر خوب غور کریں۔ کہنے والا خلیفہ حضرت عثمان کا بھائی ہے یہ وہ شخص ہے جو خلیفہ کی طرف سے کوفہ کا حکمران تھا۔

جس دن آنحضرتؐ کی آنکھیں بند ہوئیں، اس وقت سے لے کر ان اشعار کے کہنے تک پچیس سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی اصول کس طرح (مدینہ، دعوت اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کا مرکز) مسلمان کی زبان سے برباد ہو رہے ہیں۔

ان اشعار میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے کہ عثمان کیوں قتل ہوئے، ناحق قتل ہوئے یا صحیح طور پر؟ جس دن انھیں قتل کیا گیا وہ سنت رسولؐ اور سیرت شیخین پر تھے یا اس سے عدول کر چکے تھے؟ ان اشعار میں یہ سوال بھی نہیں کیا گیا کہ حملہ آوروں نے کیوں اور کس لئے خلیفہ پر حملہ کیا اور انھیں قتل کیا؟ صرف اور صرف فرزندان امیہ کی فرزندان ہاشم کے ساتھ رقابت، عداوت اور بغض و کینہ کا اظہار ہے۔

اگر قتل عثمان میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہاشمیوں کا ہاتھ ہوتا تو پھر بھی ہم کہنے والے کو قصوروار نہ ٹھراتے لیکن وہ کھلم کھلا الزام تراشی کر رہا ہے کہ عثمان کا سب خزانہ اور ترکہ علیؑ کے گھر ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ جب لوگوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؑ نے ان کی حمایت کی اور اگر عثمان کے رشتہ داروں کے بقول علیؑ نے عثمان کی مدد نہیں کی تو کم از کم ان کے خلاف جنگ تو نہیں لڑے، ان کے مخالفین کی بھی مدد نہیں کی اور عثمان کے ترکے اور خزانے کو بھی نہیں لوٹا۔

پس بنی ہاشم سے بیزاری اور مخالفت کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ان میں سے مبعوث ہوئے؟ حضرت عثمان کے قتل کے بعد چونکہ مسلمانوں نے خاندان بنی ہاشم سے خلیفہ بنا لیا تھا۔ یہ انتخاب ان کے لئے نا قابل برداشت تھا کیا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ تھی؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس بارے میں کیا ہم اس کے علاوہ کوئی اورتاویل کرسکتے ہیں کہ بعض قبائل کے افراد اورسرداروں نے دوسرے قبائل سے بغض وکینہ اوردشمنی وعداوت کوفراموش نہیں کیا تھا؟ بلکہ اسلام لانے کے بعدوقتی طور پراس سے چشم پوشی کرلی۔ چونکہ وہ نئی سرگرمیوں میں مشغول ہوگئے تھے اور جونہی انھیں موقع ملاوہ اپنی پرانی عادتوں کی طرف پلٹ گئے۔ یہ وہی امر تھا جس کے خطرات سے قرآن مجید انھیں خبردار کررہا تھا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ١٠

اور محمدؐ تو صرف رسول ہیں۔ان سے پہلے دوسرے بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر (محمدؐ) اپنی موت مرجائیں یا مار ڈالے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا (سمجھ لوکہ) ہرگز خدا کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔

حضرت عثمان کی خلافت کا آخری دور تھا کہ دوبارہ عدنانی اور قحطانی صفیں نئے سرے سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئیں۔جس طرح قحطانی حضور اکرمؐ کو عدنانی شہر سے اپنے شہر لے گئے اسی طرح انھوں نے آپؐ کے چچازاد بھائی کو مدینہ سے کوفہ دعوت دی یا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہیں کہ ان دنوں علیؑ علیحدگی پسندوں کی دعوت پر حجاز سے عراق آ گئے۔انھوں نے حضرت علیؑ سے مدد ونصرت کا وعدہ کیا اور ان کا ساتھ دیا۔اس کے برعکس مضری یا عدنانی بصرہ میں اکٹھے ہوئے اور علیؑ اور ان کے لشکر سے جنگ کی۔

حضرت عثمان کے دورخلافت کے آخری پانچ سالہ اورمعاویہ، اس کے بیٹے یزید اور یزید کے بیٹے کی حکومتوں کے بیس سالہ دور میں مضریوں سے جہاں تک ہوسکا یمنیوں سے سخت رویہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رکھا۔یمنیوں نے بھی جب یہ دیکھا کہ اسلامی دورحکومت اختتام پذیر ہوگیا ہےاور دوبارہ نسلی اورقومی برتری کا دورشروع ہوگیا ہےتوانھوں نے ایسے گروہ کا دامن تھام لیا جولوگوں کوحکم قرآن اورعدالت کی طرف بلاتا تھا۔اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں انصار معاویہ اورشامیوں کو یہ کہتے تھے:

کل تنزیل قرآن کے حکم پرتمہارے ساتھ ہم نے جنگ کی اورآج تاویل قرآن کی خاطر تمہارے ساتھ نبرد آزما ہیں۔

یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے علیؑ کی شہادت کے بعدان کے بیٹے حسنؑ سے کہا تھا کہ اپنا ہاتھ آگے کریں،تاکہ ہم کتاب الٰہی،سنت رسولؐ اور بدعت گزاروں سے جنگ کی خاطر آپؑ کی بیعت کریں۔۱۱ جیسا کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے دوسرے بیٹے کولکھا تھا کہ تیرادشمن بیت المال،دولت مندوں اور بدمعاش افراد کے درمیان تقسیم کرتا ہے۔۱۲

سنہ۶۱ ہجری میں جب عراقیوں نے انتہائی بزدلانہ طریقے سے حسینؑ کوان کے دیرینہ دشمن کے حوالے کردیا،اس کے بعدظاہری طور پرایک بارمضریوں کی خواہشات پوری ہوگئیں اوروہ اپنے ہدف میں کامیاب ہوگئے۔لیکن ابھی اس سانحہ کو چارسال بھی نہ گزرے تھے کہ مَرجِ رَاھِط میں یمنیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوگیا۔اس لڑائی میں مضری (قیسی) ابن زبیر کی حکومت کے طرفدار تھےاوریمنی (جنھیں اس وقت کلبی کہا جاتا تھا) بنی امیہ کی حکومت کے حق میں تھے۔آخرکارکلبیوں نے قیسیوں پریایمنیوں نے مضریوں پرفتح پائی اورمروان بن حکم خلیفہ بن گیا۔

عربی میں ایک ضرب المثل ہے:اَذَلُّ مِنْ قَیْسِی بِحِمْص حمص (شام کاایک شہر)میں قیسی سے زیادہ ذلیل۔قوی احتمال یہ ہے کہ یہ مثال اس دور کی ایجاد ہے جب کلبیوں نے سراٹھایا۔اس تاریخ کے بعد دوقبیلوں کے درمیان جنگ وجدال سے دین کارنگ مکمل طور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر اتر گیا اور یہ جنگ شمال اور جنوب کے دو بڑے عرب گروہوں کے درمیان ذاتی بغض وعناد کی مکمل تصویر بن گئی۔

ان دونوں گرہوں نے جو جنگی اشعار کہے ہیں ان سے دین وشریعت کی ذراسی بھی بونہیں آتی۔ جو کچھ ہے وہ آباؤاجداد پر فخر ومباہات اور اپنے قوم وقبیلے کی امتیازی خصوصیات کا بیان ہے۔

حیران کن بات تو یہ ہے کہ اس جنگ میں جسے زیادہ صدمہ پہنچا وہ ابن زبیر (خاندان ابوسفیان کا کٹر مخالف) کی خلافت کا حامی ضحاک بن قیس ہے، جس نے معاویہ کے پورے دور حکومت میں دل وجان سے اس کی خدمت کی۔اسی شخص نے یزید کی خلافت کے لئے بلائے گئے جلسے میں اس بات کی پوری پوری نگرانی کی کہ کوئی بھی معاویہ کے خلاف رائے نہ دے اور معاویہ کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کہے۔

اسی شخص نے یزید کو حوارین کے ذریعے دمشق بلوایا اور سے تخت حکومت پر بٹھایا۔لیکن یزید کے مرنے کے بعد اسکے ننھالی رشتہ دار، جو قبیلہ کلبی (جنوبی) سے تھے، یزید کے بیٹے خالد کی خلافت کی حمایت کرنے لگے ان کا رویہ ضحاک (جو قبیلہ مضری سے تھا) پر سخت ناگوار گزرا۔اس نے ان کی ضد میں آ کر یہ فیصلہ کیا کہ ایک مضری (عبداللہ بن زبیر) کو تخت پر بٹھایا جائے۔

تاریخ اسلام پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس تاریخ کے بعد صدیوں تک جہاں بھی شورش پیدا ہوئی اس کا سبب مذکورہ دوگروہ تھے یا کسی نہ کسی طرح ان کا شورش میں ہاتھ تھا۔ مروان بن حکم سے لے کر مروان ثانی کے دور حکومت تک ہر خلیفہ یا حکمران نے اپنی مصلحت کے پیش نظر مضریوں کی طرفداری کی یا یمنیوں کی حمایت کی۔البتہ ان میں سے اکثر نے مضریوں کی حمایت کی۔اس واقعہ کو ملاحظہ کریں جو ایک تاریخی حقیقت سے زیادہ لطیفہ لگتا ہے۔زیاد بن عبید حارثی کہتا ہے:

میں مروان بن محمد کے دور خلافت میں چند آدمیوں کے ساتھ اس سے ملاقات کرنے گیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۔ پہلے ہمیں مروانی پولیس کے سربراہ ابن ہبیرہ کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے ایک ایک مہمان کا حال پوچھا۔ ہر ایک نے مروان اور ابن ہبیرہ کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ اس کے بعد ابن ہبیرہ نے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا۔ میں ایک طرف ہو گیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس بات چیت کا انجام بخیر نہیں ہوگا۔ میں دل ہی دل میں پر امید تھا کہ سب مہمان اپنی چرب زبانی اور طویل باتوں سے اسے تھکا دیں گے اور مسئلہ ختم ہو جائے گا اور میری نوبت ہی نہیں آئے گی، لیکن ایسا نہ ہوا۔ سب سے اس نے پوچھ لیا اب میرے سوا کوئی باقی نہیں بچا تھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا:

تمہارا تعلق کس قوم سے ہے؟

یمنی قوم سے۔

کس قبیلے سے؟ مذحج سے۔

اپنی بات کو مختصر کر۔

بنی حارث بن کعب سے۔

حارثی بھائی! لوگ کہتے ہیں یمنیوں کا باپ بندر تھا،

تمہارا کیا خیال ہے؟

اس کا پتہ چلانا مشکل کام نہیں۔

ابن ہبیرہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: تیرے پاس کیا دلیل ہے؟

میں نے جواب دیا: تم بندر کی کنیت کو دیکھو، اگر انھیں ابوالیمن کہا جاتا ہے تو یمنیوں کا باپ بندر ہے، لیکن اگر اس کی کنیت ابوقیس ہے تو پھر بندر دوسروں کا باپ ہے۔

ابن ہبیرہ اپنی باتوں پر شرمندہ ہو گیا۔ ۱۳

ان دو گروہوں کا نام پہلے قحطانی اور عدنانی تھا لیکن بعد میں آپس کی پوری جنگی تاریخ میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان کے نام مختلف رہے ہیں جیسے: یمنی اور قیسی، مضری اور یمنی، قیسی اور کلبی، ازدی اور تمیمی۔ ان کا میدان جنگ خراسان سے لے کر خوزستان اور سیستان، یہاں سے لے کر مغربی ایران تک، عراق سے شام تک، حجاز سے مصر تک تمام افریقہ سیسیل اور رودس جزیروں سے لے کر جنوبی ہسپانیہ تک کا علاقہ تھا۔

اس وسیع وعریض سرزمین پر جہاں بھی دو فریقوں کے درمیان جنگ ہوئی، اس میں جنوبی اور شمالی عربوں کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

چالیس ہجری سے جب معاویہ نے اپنے آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ کہلوانا شروع کیا۔ ۱۳۲ ہجری تک صرف عبدالملک بن مروان کے دور حکومت کو نسبتاً امن وسکون کا دور کہا جا سکتا ہے۔ وہ بھی اس لحاظ سے نہیں کہ اس وسیع وعریض مملکت اسلامی میں عدل وانصاف کا راج تھا، بلکہ اس لحاظ سے کہ حجاج بن یوسف جیسے حاکموں نے جبر واستبداد سے لوگوں کی سانسوں کو ان کے سینوں میں محبوس کر دیا تھا۔ جو بھی ابوسفیان کے سپوتوں یا ان کے گماشتوں کے خلاف کوئی بات کرتا اس کا سر اڑا دیا جاتا۔ یا زندان میں ڈال دیا جاتا۔ مروانیوں کے دور حکمرانی کے آخری نصف حصے میں بابصیرت اور دور اندیش افراد نے دین میں یکے بعد دیگرے وجود میں آنے والی بدعتوں کا اصلی اور بنیادی سبب جان لیا اور وہ اس بات کی تہہ تک پہنچ گئے۔ رسول خداؐ کی رحلت کے بعد جب یہ کہا گیا کہ نبوت اور خلافت ایک خاندان میں جمع نہیں ہونی چاہئیں تو وہ اس سے بے خبر تھے کہ خلافت وحکومت قبیلہ تیم وعدی سے نکل کر ابوسفیان اور مروان کے خاندان میں منتقل ہو جائے گی اور اسلام کے بدترین دشمن اسلامی حکومت پر قابض ہو جائیں گے۔ عبدالمالک کے دور حکومت کے اواخر میں آہستہ آہستہ یہ سوچ اور فکر زور پکڑنے لگی کہ اگر ابتدائی ایام میں حق کو صاحبان حق سے غصب نہ کیا جاتا تو امویوں کو یوں ان گستاخیوں کا موقع ہرگز نہ ملتا اور مسلمانوں کی حالت زار یہاں تک نہ پہنچتی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کی پیش گوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فاطمہ زہراؑ نے کی تھی کہ رسول اکرمؐ کی رحلت کے بعد مسند اقتدار اگر عادل شخص کے سپرد کی جاتی وہ سب کو عدل انصاف کے چشمے سے سیراب کرتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں مظلوم عوام نے دوبارہ علویوں کا دامن پکڑا اوران کا ساتھ دیا۔ اگر چہ ان کے قیام کے یکے بعد دیگرے وہ سرکوب کردیئے گئے۔لیکن آخر کار سنت پیغمبرؐ کے عقیدت منداور پیروکار اس نتیجے پر پہنچے کہ ان سب مشکلات، پریشانیوں اور مصیبتوں کا حل یہ ہے کہ حکومت بنی امیہ کے خاندان سے بنی ہاشم کے خاندان میں منتقل ہو اور ابوسفیان کے پوتوں کے بجائے علیؑ کے پوتے برسر اقتدار آئیں۔

ابھی پہلی صدی ہجری اختتام پذیر نہیں ہوئی تھی کہ پہلے دور دراز (مشرقی ایران) کے علاقوں میں پھر مرکزی ایران اور آخر میں کوفہ وبصرہ میں خاندان پیغمبرؐ اور فرزندان فاطمہؑ بنت رسولؐ کی حمایت کے نام پر مزاحمتی گروہ تشکیل دیئے گئے۔حکومت سے ناراض افراد بھی ان مزاحمتی دستوں سے منسلک ہوگئے۔پھر آہستہ آہستہ مفاد پرست اور اقتدار کے لالچی افراد میں ان دستوں میں شامل ہوگئے۔یہ وہ افراد تھے جو ہدف تک پہنچنے کے لئے ہر ذریعے اور وسیلے کو جائز سمجھتے تھے۔ان کا نعرہ یہ تھا کہ اموی حکومت کو سرنگوں کیا جائے اور اس کی جگہ پر آل علیؑ کو بٹھایا جائے۔جنھوں نے اس قتل وغارت،اذیت وآزار،قید وبند کی صعوبتوں پر سیاست کی اور فائدہ اٹھایا وہ نہ تو فرزندان فاطمہؑ تھے اور نہ اولاد علیؑ۔ان حالات میں ایک موقع پرست، چالاک وعیار اور سازشیں تیار کرنے والا ماہر شخص میدان سیاست میں وارد ہوا اور الرضا من آل محمدؐ[14] کی الرضا من آل عباس کی مسند خلافت پر براجمان ہوگیا۔جس دن ابوالعباس سفاح نے حیرہ میں ایک جلسہ کیا، جس میں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت شعراء نے آل ہاشم اور عباسی خاندان پر بنی امیہ کے مظالم کو گنوایا اس کے بعد خراسان کے سپاہی ”کافرکوبوں“[15] کے ساتھ امویوں کے سروں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے بھیجے نکال دیئے۔اس کے بعد امویوں کی

نیم جان لاشوں پر قالین بچھائے گئے اور رسول خداؐ کا خلیفہ اور اس کے قریبی لوگ دسترخوان لگا کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ قالین کے نیچے سے ان نیم جان لاشوں کے کراہنے اور آہ وفریاد کی آوازیں آتی رہیں۔ خلیفہ کھانے میں مشغول رہا اور اس نے کہا کہ جو لذت آج کھانے میں تھی وہ زندگی بھر کسی کھانے میں نہیں پائی۔ ١٦ کچھ ہی عرصے بعد اسلامی عدل وانصاف کے پیاسوں نے دیکھا کہ الرضا من آل محمد کے نام پر اقتدار حاصل کرنے والے الرضا من آل ابوسفیان سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ عباسی خاندان نے سب سے پہلے ان لوگون کی خبر لی اوران کا حساب چکایا، جنھوں نے ان کے اقتدار کی راہیں ہموار کی تھیں۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ آل علیؑ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

علویوں کو یا تو تہہ تیغ کر دیا گیا یا وہ زندانوں اور قید خانوں میں گل سڑ گئے یا پھر بیابانوں، پہاڑوں اور دیہاتوں میں جان کے خوف سے گمنامی کی زندگی گزارنے لگے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہؐ کے طرفداروں اور متوالوں نے اپنی دلی کیفیات اور غم وغصے کی حالت کو قصیدوں اور حکایتوں کے قالب میں بیان کیا۔ انھوں نے نہایت مؤثر اور دل خراش انداز اور مناسب ترین الفاظ میں ان دو چیزوں کو دوسروں تک پہنچایا۔ خفیہ مجالس میں رسول خداؐ کی بیٹی اوران کی اولاد پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم پر نوحہ خوانی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد بازاروں میں اور کھلے عام یہ مجالس برپا ہوئیں انھیں برسوں میں ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ آل محمد کی مظلومیت کا راز دختر رسولؐ زہراء اطہرؑ ہیں۔

یاقوت نے خالع (حسین بن محمد بن جعفر، چوتھی صدی کے مشہور شاعر) سے روایت کی ہے:
میں سنہ ٣٤٦ ہجری میں بچہ تھا۔ میں نے اپنے باپ کے ہمراہ بازار وراقات اور زرگران کے درمیان واقع مسجد میں منعقد ایک غمگین مجلس میں شرکت کی، مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی کہ اچانک ایک شخص خاک آلودہ عصا ہاتھ میں، پھٹے پرانے لباس میں اپنی غذا اور پانی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا کٹورہ ساتھ لئے ظاہر ہوا اس نے بلند آواز کے ساتھ حاضرین کو سلام کیا اور کہا: میں زہراؑ کا بھیجا ہوا ہوں ۔حاضرین نے اسے خوش آمدید کہا اور اسے مجلس میں صدارت والی جگہ پر بٹھا دیا۔اس کے بعد اس نے پوچھا: کیا آپ نوحہ خواں احمد مزوق ۱۷ کے بارے میں مجھے بتا سکتے ہیں؟ یہیں موجود ہیں (مجمع میں سے آواز آئی) میں نے جناب سیدہؑ کو خواب میں دیکھا ہے۔انھوں نے مجھے حکم دیا ہے، بغداد جاؤ اور احمد سے کہو کہ ناشی کے شعر کے ذریعے میرے بیٹے پر نوحہ سرائی کرے جس میں انھوں نے کہا ہے:

بَنِی اَحْمَدٍ قَلْبِی لَکُمْ یَتَقَطَّعُ　　بِمِثْلِ مُصَابِی فِیکُم لَیْسَ یُسْمَع

☆اے احمدؐ کے فرزند، میرا دل تمہارے لئے خون ہے اور جو مصیبتیں تم پر پڑیں اس جیسی مصیبتیں کبھی سننے میں نہیں آئیں۔

ناشی بھی اس مجلس میں موجود تھا۔جب اس نے یہ بات سنی تو اس نے اپنا منہ پیٹ لیا۔احمد مزوق اور دوسروں نے بھی یونہی کیا، ناشی اور اس کے بعد مزوق نے سب سے زیادہ ماتم کیا اس کے بعد انہی اشعار کے ساتھ نماز ظہر تک نوحہ خوانی کی گئی۔مجلس ختم ہو گی۔اس مرد کو کچھ ہدیہ دینے کی بہت کوشش کی گئی لیکن اس نے قبول نہ کیا بلکہ کہا: خدا کی قسم اگر مجھے پوری دنیا بھی دے دو تو پھر بھی نہیں لوں گا۔کیونکہ جناب سیدہؑ کا پیامبر ہوں اور اس پیام رسانی کے بدلے کوئی چیز بھی قبول نہیں کروں گا۔۱۸

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کے آخر میں ایک فصل ان مرثیوں اور قصیدوں کے لئے مخصوص کریں۔ہم نے عربی شاعروں کے بعض نمونے جو آٹھویں صدی ہجری سے پہلے کہے گئے ، دیئے ہیں کیونکہ جیسا کہ ہمیں علم ہے ،دسویں صدی ہجری کے بعد شیعہ مذہب پھیل گیا اور عہد صفوی کے اشعار میں (جب شیعہ مذہب کو سرکاری حیثیت حاصل ہو گی) اہل بیت کی شان میں بکثرت قصیدے دیکھے جا سکتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

---

حوالہ جات:

۱۔قبل از اسلام کی جنگیں جو جزیرہ نمائے عرب میں مختلف قبیلوں کے درمیان پیش آتی تھیں، مختلف ناموں سے موسوم تھیں۔ملاحظہ فرمائیں: مجمع الامثال میدانی لفظ یوم کے تحت۔

۲۔ اَنَا وَاَخی علیٰ عَمّی وَاَنَا وَابنُ عَمِّی علیٰ الغَریبِ (تاریخ تمدن اسلامی، جرجی زیدان ج۴ص۱۳)

۳۔الفتح:۲۶۔ ۴۔آل عمران:۱۰۳۔ ۵۔کنز العمال ج۱ص۶۲۳طبع دوم

۶۔ابن ہشام ص۶ ج۴

۷۔قبل اس کے کہ رسول اکرمؐ مراسم حج کی تعلیم فرمائیں قریش نے اپنے لئے خاص امتیاز رکھ لیے تھے چنانچہ وہ عرفات سے منیٰ کی طرف کوچ کرتے وقت دوسرے حاجیوں سے جدا ہو جاتے تھے وغیرہ (ملاحظہ ہو: درراہ خانہ خدا۔تالیف مؤلف کتاب ھذا)۔

۸۔انقلاب بزرگ تالیف طٰہٰ حسنین ترجمہ مؤلف کتاب ھذا ص۱۲۰

۹۔اروی حضرت عثمان کی والدہ کا نام ہے۔ ۱۰۔آل عمران:۱۴۴

۱۱۔تحلیلی از تاریخ اسلام ج۲ص۸۔ ۱۲۔پس از پنجاہ سال ص۱۱۴

۱۳۔الھفوات النادرہ ص۱۳۱۔۱۳۲یاد رہے کہ بندر کی عربی میں کنیت میں سے ایک ''ابوقیس'' ہے۔

۱۴۔محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس پہلا عباسی امام شروع میں اپنے داعیوں سے کہتا تھا کہ کسی خاص شخص کا نام خلافت کے لئے نہ لو بلکہ لوگوں کو آل محمد کے رضا ''الرضا من آل محمد'' کی طرف بلاؤ اس نے ان سے کہا ہوا تھا کہ عدنانی عربوں کو نیست و نابود کر دو اور قحطانیوں کو اپنے ساتھ رکھو۔

۱۵۔ایک قسم کا گرز جس کا یہ نام رکھا گیا تھا۔

۱۶۔اغانی ج۴ص۳۴۶،۳۴۷۔ ۱۷۔''نقاش'' اور ''سخن آراء'' دونوں معنی ہیں۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شیعہ شعرائے عرب کے
اشعار سے
انتخاب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ظہوراسلام سے دسیوں سال قبل سرزمین عرب میں ہمدردی اوردشمنی کے جذبات ابھارنے کے لئے عربی اشعارایک موثر ذریعہ رہے ہیں۔ کتنے ہی قصیدے اورقطعے کہے گئے اوران کے کہنے اورزبان پرلانے سے ایک شخص یاافراد،لوگوں کے ذہنوں میں بڑے بن جلوہ گرہوئے یااپنی قدرومنزلت کھوبیٹھے۔ چنانچہ کئی بارایساہواکہ ایک اجتماع اورمحفل میں کچھ شعرپڑھے گئے اورحاضرین آپس میں الجھ گئے اورایک دوسرے کی جانوں کے درپے ہوگئے۔

جذبات واحساسات پراشعارکی تاثیر،صرف عربی اشعارکاہی خاصہ نہیں ہے۔البتہ اس میدان میں ان کااستعمال اوراس علاقے کے لوگوں پراشعارکااثر دیگرعلاقوں کی نسبت زیادہ ہے۔اسی خصوصیت کی بناء پردور جاہلیت اوراسلام کے ابتدائی ادوار میں مختلف قبائل، مدح خواں شعراءکواپنی طرف متوجہ کرنے یاہجوگوکوراضی رکھنے کے لئے ایک دوسرے پرسبقت لے جانے کی کوشش کیاکرتے تھےاورنہایت قیمتی انعامات دے کراپنے لئے فخرومباہات کاسامان فراہم کرتے یااپنی عزت وقارخریدتے۔

جونہی مدینہ منورہ میں حکومت اسلامی کی بنیاد پڑی،قرآنی احکامات اورفرامین پیغمبرؐ کی روسے شعراءحضرات کودوسروں کی عزت واحترام کی حدود سے تجاوز کرنے سے منع کردیاگیا۔ البتہ بعض اشعارکودین کی خدمت کےعنوان سے بروئے کارلایاگیا۔سیرت اورتاریخ کی کتب کامطالعہ یہ بتاتا ہے کہ غزوۂ بدر،احد،خندق اوردوسری بڑی جنگوں میں دونوں طرف کے شعراء نے اپنے گروہ کی کامیابیوں کوبڑھاچڑھاکردکھانے کوششیں کیں اورنقصانات کوکم سے کم ظاہرکیاگیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول خداؐ کے لشکر میں ایسے مجاہد شاعر بھی تھے جو دیگر مجاہدین کے ساتھ دشمنوں پر حملے بھی کرتے تھے۔انھیں رسول اللہؐ فرماتے:

تمہارے اشعار تیروں کی طرح دشمن پرضرب کاری لگاتے ہیں۔[1]

جنگ جمل میں جب علوی اور عثمانی صفوف مشخص ہوگئیں اور پھر نئے سرے سے عرب ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے تو خلافت علیؑ کے طرفدار شعراء اور بیعت شکن گروہ کے شعراء قدیمی روایت زندہ کرتے ہوئے ایک دوسرے پر فخر ومباہات کا اظہار کرنے لگے۔ پھر یہ روش اور طرز عمل جنگ صفین اور جنگ نہروان میں پوری قوت کے ساتھ برقرار رہا۔

معاویہ کے بیس سالہ دور حکومت میں شیعہ شدید دباؤ میں رہے اور انھوں نے سخت ترین حالات میں ایام زندگی بسر کئے۔ان حالات میں علوی شعراء کے لئے اپنے افکار اور تخیلات کو شعری قالب میں ڈھالنے کا موقع نہ تھا۔لیکن محرم ۶۱ ہجری کے افسوس ناک واقعے، دوسرے مدینہ میں قتل عام اور ابوسفیان کے خاندان اور آل مروان کے ہاتھوں دین اہل بیت رسولؐ کی جو بے حرمتی کی گئی، ان امور نے یزید کی ہلاکت کے بعد آل رسولؐ کے مداح خوانوں میں یہ جرات پیدا کی اور انھوں نے اپنی زبانیں کھولیں۔ مروانی دور حکومت سے اس طرح کے اشعار زبانوں سے جاری ہوئے۔ حضرت علی بن حسین علیہما السلام کی ستائش میں اور ہشام بن عبدالملک کی مذمت میں فرزدق کا میمیّہ قصیدہ اور کمیت کا سلسلہ قصائد جو ہاشمیات کے نام سے معروف ہے، اہل بیت کی مدح سرائی یا نوحہ سرائی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ ان کے بعد سید اسماعیل حمیری، دعبل خزاعی، منصور نمری، عبدی کوفی اور دسیوں دیگر شعراء نے اس مشعل کو مزید روشن کرنے کی سعی کی۔آل علیؑ کی مظلومیت اور آل ابوسفیان کے ظلم وستم کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی۔ باوجود اس کے کہ اس دور میں اس قسم کے اشعار کہنا اپنی جان گنوانے کے مترادف تھا، شیعہ شعراء رضائے الٰہی کی خاطر موت سے نہیں ڈرے اور حق بیان کیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان شعراء کی نظر میں خاندان رسالتؐ میں سے دو ہستیاں ایک رسول اللہ کی بیٹی اور دوسرا ان کا نواسہ، سب سے زیادہ مظلوم ہیں ۔شیعہ شعراء نے لوگوں کے جذبات واحساسات بیدار کرنے اورابھارنے کے لئے ان دوشخصیات پرڈھائے جانے والے مظالم بیان کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی ۔ایسے اشعار کی مثالیں بہت زیادہ ہیں ۔چونکہ یہ کتاب دختر رسول خداؐ کے بارے میں تحریر کی گئی ہے۔اس لئے صرف ان اشعار کواہمیت دی گئی جوان کی مدح یاسوگ میں کہے گئے ہیں۔

جن اشعارکونقل کیا گیا ہے ان کا تعلق پہلی صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی تک ہے۔ کیونکہ اس کے بعد جیسا کہ ہم جانتے ہیں تشیع کے اثرات میں وسعت اورایران میں شیعہ حکمرانوں کے آنے سے اس طرح کے اشعار (عربی وفارسی) میں وسعت آگئی اوران کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

حوالہ جات:

ا۔مسند احمد۔بنقل از معجم الفہر س ذیل کلمۂ شعر۔

☆☆☆☆☆

ابو المستھل، کُمیت بن زیاد اسدی

یہ ۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ان کا شماران شیعہ شعراء میں ہوتا ہے جنھوں نے سخت ترین حالات اور مروانیوں کے دور حکومت میں بنی ہاشم کی مدح سرائی کی ، جب انعام کی بجائے جان کا خطرہ تھا۔انھوں نے مخلوق کے انعام کے لالچ کے بغیر صرف رضائے الٰہی کی خاطر عظیم الشان قصائد اور قطعے اہل بیتؑ کی مداح میں کہے اس کے بدلے میں ہاشمیوں نے انعام دینے کی بہت کوشش کی ،لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔

ان کا سلسلہ قصائد ''ہاشمیات'' کے نام سے معروف ہے۔ جو کئی مرتبہ چھپ چکا ہے عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔انتہائی مناسب ہوگا کہ اگر تشیع کے مرکز، سرزمین ایران میں عربی زبان کے ماہرین ان قصائد کا فارسی میں ترجمہ کر دیں۔

اَھْوَی عَلِیّا ًاَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ وَلاٰ　　اَلُومُ یَوماً اَبَابَکرٍ وَلاٰ عُمَرا

وَلاٰ اَقُولُ وَاِنْ لَمْ یُعْطِیَا فَدَکا　　بِنْتَ النَّبِیِّ وَلاٰ مِیراثَہُ کَفَرا

اَللّٰہُ یَعْلَمُ ماذا یَاتِیانِ بِہِ　　یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عُذْرٍ اِذَا اعْتَذَرا [1]

☆میں علی امیرالمومنینؑ کو پسند کرتا ہوں لیکن ابوبکر اور عمر کی سرزنش نہیں کروں گا۔

☆اگرچہ انھوں نے دختر رسول کو فدک نہیں دیا اور ان کی میراث ان سے چھین لی۔لیکن میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ کافر ہو گئے۔

☆اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ دونوں قیامت کے دن کیا عذر پیش کریں گے۔

اپنے اشعار میں سے چند بیت اس نے عباسیوں کی حمایت میں کہے اور خالد کے بھائی اسد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بن عبداللہ قسری کے خلاف قیام پر خراسانیوں کو برانگیختہ کیا۔اسد اپنے بھائی کی جانب سے حکومت خراسان میں تھا چند ابیات ملاحظہ ہوں:

اَلا اَبْلِغْ جَمَاعَةَ اَهْلِ مَرْوٍ ... عَلٰی مَا کَانَ مِنْ نَایٍ وَبُعْد

رِسَالَةَ نَاصِحٍ یُهْدِی سَلاماً ... وَیَامُرُ فِی الَّذِی رَکِبُوا بِجِدٍّ

فَلا تَهِنُوا وَلا تَرْضَوُا بخَسْفٍ ... وَلا یَغْرُرُکُم اَسَدٌ بِعَهْدٍ

والّا فَارْفَعُوا الرَّایَاتِ سَوداً ... عَلٰی اَهْلِ الضَّلالَةِ وَالتَّعَدی ۲

☆دور دراز کے بسنے والے اہل مرو کو پیغام پہنچا دو۔

☆انھیں خیر و بھلائی کا پیام سنا دو کہ وہ تمہیں سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے قیام پر ثابت قدم رہو۔

☆تم سستی نہ دکھاؤ، عقب نشینی نہ کرو اور اس کے دھوکے میں نہ آؤ۔

☆چنانچہ سیاہ پرچموں کو اٹھائے رکھو اور گمراہوں اور ظالموں پر چڑھ دوڑو۔

حوالہ جات:

۱۔ہاشمیات: ص۸۴ تصحیح محمد محمود رافعی۔شرکۃ التمدن الصناعیہ۔مصر

۲۔شوقی ضیف تاریخ الادب العربی۔العصر الاسلامی ص۳۱۷

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سید اسماعیل حِمیَری

ان کی پیدائش ۱۰۵ ہجری اور وفات ۱۷۳ ہجری میں ہوئی۔ پہلے یہ مذہب کیسانی پر تھے اور محمد بن حنفیہ کی امامت اور رجعت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ بعد میں امامیہ مذہب کے پیروکار بن گئے۔ ان کا دیوان زیور طباعت سے کئی مرتبہ آراستہ ہوا۔ آخری مرتبہ یہ ہادی شاکر کی سعی وکوشش اور تصحیح کے ذریعے بیروت میں چھپا ہے۔

وَفاطِمُ قَداَوصَت ُبَانُ لاَ یُصَلِیّا — عَلَیُها وانُ لاٰ یَدُنُوا مِنُ رَجَاالُقَبرِ

عَلِیّاً وَ مِقُداداً او انُ یَخُرُجُوابها — رُوَیُداً بِلَیُلٍ فِی سُکُوتٍ وَفِی سَترِ ۱

☆حضرت فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا نے وصیت کی کہ فلاں دو شخص ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں اور نہ ہی ان کی قبر پر آئیں۔

☆فاطمہؑ نے علیؑ اور مقداد کو وصیت کی کہ انھیں رات کے سناٹے میں لوگوں سے چھپ کر خاموشی کے ساتھ سپرد خاک کریں۔

اِنَّھٰا اَسُرَعُ اھُلِی مِیتَةً — وَلحاقاً بِی، فَلاٰ تُکُثِرجَزعٍ

فَمَضٰی وَاتَّبَعَتُهُ وٰالِهاً — بَعُدَ غَیُضٍ جَرَّعَتُهُ وَوَجع ۲

☆فاطمہؑ تمام رشتہ داروں میں سے سب سے پہلے رحلت کریں گی اور مجھ سے ملحق ہوں گی ان کی وفات پر زیادہ آہ وفریاد نہ کرنا۔

☆رسول خداؐ کوچ کر گئے اور فاطمہؑ رنج والم کے داغ سہنے کے بعد بڑے اشتیاق کے ساتھ ان کے پیچھے چلی گئیں۔

حوالہ جات:

۱۔مناقب: ج۳،ص۳۶۳ دیوان ص۲۴۳۔۲۴۴۔ ۲۔دیوان ص۲۸۹۔مناقب ج۳ص۳۶۲۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

منصور نَمری

منصور بن زبرقان بن مسلم یا مسلمہ بن زبرقان دوسری صدی ہجری کے شعراء میں سے ہیں۔خاندان برامکہ کے مدح خوان تھے۔انھوں نے عباسیوں کی تعریف میں کئی قصائد لکھے۔ان میں سے بعض میں بنی ہاشم کی توہین بھی کی گئی ہے لیکن شوقی ضیف لکھتا ہے:

وہ شیعہ تھا اور اس کی تعریف وستائش کو اس نے اپنے عقیدے کے لئے سپر بنایا۔ایک قصیدے میں جس کے چند اشعار میں نے ذکر کئے ہیں۔اس طرح اس نے آل محمدؐ پر مظالم ڈھانے والوں کی مذمت کی ہے کہ ہارون نے اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا مگر اس کے حکم کے اجراء سے پہلے منصور فوت ہو گیا۔اس کی وفات دوسری صدی ہجری کے اختتام پر ہوئی۔

تُقْتَلُ ذُرِّيَّةُ النَّبِيِ وَيَرْ جُونَ جِنَانَ الْخُلُودِ لِلْقَاتِلِ

وَيْلَكَ يَاقَاتِلَ الْحُسَيْنِؑ لَقَدْ نُؤْتَ بِحَمْلٍ يَنُوءُ بِالْحَامِلِ

دِينُكُمْ جَفْوَةُ النَّبِيِّ وَمَا اَلْجَافِي لآلِ النَّبِيِّ كَالْوَاصِلِ

مَظْلُومَةٌ وَالنَّبِيُّ وَالِدُهَا قَرِيرُ اَرْجَاءِ مُقْلَةٍ حَافِلِ

الا مَصَالِيتَ يَغْضَبُونَ لَهَا بِسَلَةِ الْبِيضِ وَالْقَنَاالذابِلِ[1]

☆ذریت رسول کو تہ تیغ کیا جا رہا ہے اور ان کے قاتلوں کے لئے بہشت جاوداں کی امیدیں لگائی جا رہی ہیں۔

☆وائے ہو تجھ پر اے قاتل حسینؑ! تیرے کندھوں پر وہ سنگین بوجھ ہے جو اٹھانے والے پر مزید بھاری ہو جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆تمہارا دین رسولؐ پرظلم وستم ہے۔نجات اورحصول مقصد میں آل رسولؐ کا دوست اوران پرظلم کرنے والاایک درجے پرنہیں ہے۔

☆ایک مظلومہ پیغمبرؐ کی لختِ جگر ہیں، جن کی آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔

☆بہادراورشجاع شمشیرزن کہاں ہیں؟ کیوں انھیں غیرت نہیں للکاررہی اور کیوں وہ نیزہ وتلوار نہیں اٹھاتے؟

ان ابیات کو''الشعروالشعراء'' کے تصحیح شدہ نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔اس کی تصحیح احمد محمد بن شاکر نے کی ہے۔مذکورہ مآخذ اورمنابع میں الفاظ کے نقل میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔چوتھے شعر میں گرامر کی بھی ایک غلطی ہے۔میں اپنے دانشوردوست جناب ڈاکٹر مہدوی دامغانی کاشکرگزارہوں، جنھوں نے ان صفحات کی نقول فراہم کیں۔

حوالہ جات:

۱۔الشعروالشعراء،ص۸۳۶۔۸۳۷اورتاریخ الادب العربی شوقی ضیف ج۳ص۳۱۷۔الاغانی: ج۱۳ص۱۴۰،تاریخ بغدادج۱۳ص۶۵اورمقاتل الطالبین ص۵۲۲

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دِعْبِل

ان کا نام ابوعلی بن رزین بن عثمان بن عبداللہ بن بدیل اور لقب دِعْبِل ہے۔ قبیلہ خزاعہ سے ان کا تعلق ہے۔ ۱۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۴۶ ہجری میں قتل ہوئے۔ وہ تندوتیز زبان، صریح لہجے اور موت کے ڈر سے بے نیاز شاعر کے عنوان سے پہچانے جاتے ہیں۔ ذیل میں مذکوران کا قصیدہ تائیہ اشعار عربی کا ایک شاہکار، جاوداں نمونہ اور اہل بیت پیغمبرؐ کی حرمت وتوقیر کے دفاع کا مظہر ہے۔

جیسا کہ مشہور ہے کہ یہ قصیدہ حضرت امام علی رضاؑ کے سامنے پڑھا گیا۔ اس قصیدے کے منتخب اشعار یہاں ذکر کئے گئے ہیں جو گذشتہ فصل میں اخذ شدہ تاریخی نتائج کی تائید کرتے ہیں۔

اَلَـمْ تَـرَ لِلایّـامِ مَـاجَـرَّ جَـوْرُهـا — عَلَى النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ وَطُولِ شِتاتِ
فَـكَيفَ وَمِـنْ اَنَّـى يَـطْـالَبُ زُلْفَةٌ — اِلَـى الـلّٰـهِ بَـعْـدَ الصَّوْمِ وَالصَّلَواتِ
سِوَى حُبِّ ابْنٰاءِ النَّبِيِّ ورَهْطِهِ — وَبُـغْـضِ بَـنِـي الـزَّرقـاءِ وَالْعَبٰلاتِ
وَهِـنْـدٍ ومـاادَّتْ سُـمَيَّةُ وَابْـنُـهـا — اُولُوالِ كُفرٍ فِي الاِسْلامِ، وَالفَجَراتِ
هُـمْ نَـقَـضُوا عَهْدَ الْكِتابِ وَفَرْضَهُ — وَمُـحْـكَـمَـهُ بِـالـزُّوْرِ وَالشُّبَهـاتِ
تُـراثٌ بِلاقُرْبَى وَمُلْكٌ بِلاهُدَى — وَحُـكْـمٌ بِلاشُـورىٰ بِـغَيْـرِ هُـداةِ
وَلَـوْقَـلَّـدُوا الْمُوصَى اِلَيْهِ زِمٰامَها — لَـزُمَّـتْ بِـمَـامُـونٍ مِنَ الْعَثَراتِ
سَـقَـى الـلّٰـهُ قَبْـراً بَالْمَدِينَةِ غيشَهُ — فَـقَـدْ حَـلَّ فِيـهِ الْاَمْنُ بِـالْـبَـرَكـاتِ
نَبِـيُّ الْهُـدَى صَـلَّـى عَلَيْـهِ مَلِيكُـهُ — وَبَـلَّـغَ عَـنّـارُوحَـهُ التُـحَـفـاتِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

افَـاطِـمُ لَـوُخِلُتِ الُحُسَیُنَ مُجَدَّلاً وَقَـدُ مٰـاتَ عَـطُشـانـاً بِشَطِّ فُراتِ
اِذَن لَـلَـطَـمُـتِ الُخَدَّ فاطِمُ عِنُدَهُ وَاجُـرَیُـتِ دَمُعَ الُعَیُنِ فِی الُوَجَنات
افٰـاطِـمُ قُومِی یُابَنَۃَ الخَیُرِ وَانُدُبِی نُـجُـومَ سَـمـاوات بِـارُضِ فَـلاۃِ
ارَیٰ فَیُـاهُـمُ فِـی غَیُـرِهِمُ مُتَقَسِّماً وَایُـدِیَهُـمُ مِـن فَیئِهِـمُ صَـفِـرات
دِیٰارُ رَسُـولِ الـلّٰـهِ اصُبَحُنَ بَلُقَعاً وَآلُ زِیٰـاد تَسُـکُنُ الُـحُـجُـرٰاتِ
وَآلُ رَسُـولِ الـلّٰهِ تُدُمَی نُحُوُرهُمُ وَآلِ زِیٰـادٍ آمـنـوااُالسَّـربٰـاتِ
خُـرُوجُ اِمٰـامٍ لاٰ مَـحٰـالَـۃَ خارِجٌ یَقُومُ عَلـی اسُمِ اللّٰهِ وَالُبَرَکاتِ
یُـمَیِّـزُ فِینٰـا کُـلَّ حَقِّ وَبٰاطِلٍ وَیُـجُـزِی عَـلَـی النَّعُمٰاءِ وَالنَّقِمٰاتِ
فَیٰانَفُسُ طِیبِی ثُمَّ یٰانَفُسُ اَبُشِرِی فَـغَیُـرُ بَـعِیـدٍ کُـلُّ مٰـاهُوَآت اِ

☆ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ زمانہ کس طرح لوگوں پر اپنے مظالم کا جال پھیلا رہا ہے۔ انھیں ختم کر رہا اور ان کے اجتماع کو منتشر کر رہا ہے۔

☆ پس نماز اور روزے کے بعد کہاں سے اور کس طرح سے خدا کے نزدیک ہوا جا سکتا ہے؟

☆ ہاں! رسول اللہؐ کی بیٹیوں اور اقرباء سے محبت و دوستی اور بنی زرقا (مروان بن حکم) اور ان کے یاروں سے دشمنی کے ذریعے۔

☆ ہند، سمیہ (زیاد کی ماں) اور اس کے بیٹوں نے اسلام کے اندر کفر اور فسق و فجور کے جو کرتب دکھائے ہیں۔

☆ انھوں نے جھوٹ اور فریب کے ذریعے کتاب الٰہی کا پیان توڑا اور اس کے واجبات ترک کیے اور اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا۔

☆ جس میراث کے یہ حقدار نہ تھے اس پر قابض ہوئے اور ہدایت و مشورت کے بغیر حکم و حکومت کو چلایا۔

☆ اگر حکومت اور مسلمانوں کے امور کی باگ ڈور وصی رسولؐ کے سپرد کر دیتے تو وہ انھیں بلا خوف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وخطر راہ راست پر لے جاتے۔

☆اللہ تعالیٰ باران رحمت سے مدینے میں موجود قبر مقدس کو سیراب کرے کہ وہ امن اور برکات کا گھوارہ ہے۔

☆ہادی برحق، ختم رسل پر خدا کے فرشتوں کا درود وسلام ہو اور ہماری طرف سے آپ کی روح پر ہدیہ سلام و درود ہو۔

☆اے فاطمہؑ! کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کا حسینؑ فرات کے کنارے پیاسا مارا گیا۔

☆اگر آپؑ ان کے پاس ہوتیں تو اپنا منہ پیٹتیں اور آنسوؤں کی لڑیاں پروتیں۔

☆اے خیر البشر کی بیٹی فاطمہؑ !اٹھو اور ان آسمان کے ستاروں پر نوحہ کرو جو صحرا کی ریت پر پڑے ہیں۔

☆میں دیکھتا ہوں کہ ان کا حق دوسروں میں تقسیم ہو رہا ہے اور ان کے ہاتھ اپنے مال سے خالی ہیں۔

☆رسول اللہؐ کا گھر ویران و برباد ہے جبکہ آل زیاد کے گھر میں رونقیں ہیں۔

☆آل رسولؐ کی گردنوں کو تہ تیغ کیا جاتا ہے اور آل زیاد آرام و سکون میں ہے۔

☆لامحالہ امام و رہبر کو قیام کرنا چاہئے اور خدا کے نام اور برکات سے ظالموں سے برسر پیکار ہونا چاہئے۔

☆جو حق کو باطل سے جدا کردے، ظالم و ستمگر کو کیفر کردار تک پہنچائے اور فرمانبردار کو نعمتوں سے نوازے۔

☆اے دل! خوش ہو جا، اے دل! تجھے بشارت ہو کہ جو کچھ ہونا چاہئے وہ جلد ہو کر رہے گا۔

حوالہ جات:

ا۔ دیوان تصحیح: عبدالصاحب عمران دجیلی، ص ۱۲۶۔۱۴۴

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سَلامَةُ الْمَوْصلی

لَمـّاقَـضَتْ فَاطِمُ الزَّهراءِ غَسَّلَهٰا عَـنْ امْرِهٰا بَعْلُهاَ الْهادِی وَسِبْطٰاهاء
وَقـامَ حَتَّـی اتـیٰ بَـطْـنَ الْبَقِیعِ بِها لَیْلاً فَـصَــلّٰـی عَـلَیْهٰا ثُـمَّ وٰاراٰهـا
وَلَـمْ یُـصَـلِّ عَـلَیْهٰا مِـنْهُـمْ اَحَـدٌ حـاشٰـا لَهٰا مِنْ صَلاةِ الْقَوْمِ حاشٰاها[1]

☆جب فاطمہؑ اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو ان کی وصیت کے مطابق ان کے شوہر نامدار اوردوبیٹوں [2] نے انھیں غسل دیا۔

☆رات کی تاریکی میں جب سب لوگ محوخواب تھے، ان کے شوہر ان کا جنازہ بقیع میں لائے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کی قبر کو دنیا والوں سے مخفی رکھا۔

☆(جن سے زہراؑ ناراض تھیں) ان میں سے کوئی بھی ان کے جنازے میں شریک نہ ہوا کیونکہ انھیں ان کی نماز کی ضرورت نہ تھی۔

یـانَفْسُ اِنْ تَلْتَقِی ظُلماً فَقَدْ ظُلِمَتْ بِـنْـتُ الـنَّبِـیِّ رَسُـولِ اللّٰـهِ وَابْنٰـاهـا
تِلْکَ الَّتِی اَحْمَدُ الْمُخْتٰارُ وٰالِدُهٰا وَجِبْـرئیـلُ امِیـنُ الـلّٰـهِ رَبّٰـاهـا
اَلـلّٰـهُ طَهَّـرَهـا مِنْ کُلّ فـاحِشَةٍ وَکُـلّ رَیْـبٍ وَصَفّـاهٰـا وَزکّـاهٰـا [3]

☆اے نفس! اگر تم پر مظالم ڈھائے جائیں تو کوئی بڑی بات نہیں۔ یہاں تو رسول اللہؐ کی بیٹی اور ان کے فرزندوں پر ظلم وستم کیا گیا۔

☆وہ تو احمد مختارؐ کی لخت جگر تھیں اور ان کی پرورش کرنے والا جبرئیل امین تھا۔

☆خدا نے انھیں ہر عیب اور نقص سے پاک کیا اور ہر برائی ونجاست سے طاہر قرار دیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حوالہ جات:

۱۔مناقب ج۳ص۳۶۳۔

۲۔سبط کے معنی نواسہ یا پوتا زیادہ مشہور ہوئے ہیں لیکن اس کے دوسرے معنی حقیقی فرزند کے بھی ہیں ۔(لسان العرب)۔

۳۔مناقب ج۳،ص۳۵۸۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صنوبری

احمد بن محمد بن حسن، زرکلی کی نقل کے مطابق ۳۳۴ ہجری میں فوت ہوئے ابن کثیر نے ان کی وفات سنہ ۳۰۰ ھ کے لگ بھگ بیان کی ہے جو کہ غلط ہے ثعلبی نے یتیمہ میں ابن ندیم نے الفہرست میں اور دیگر افراد نے ان اشعار کی تعریف کی ہے۔

مَنْ ذالِفاطِمَةَ اللَّهفاء یُنبئُها عَنْ بَعْلِها وَابْنِها اِنْباء لَهُفان

مَنْ قابِضِ النَّفْسِ فِی الْمِحْرابِ مُنْتَصِباً وَقابِضِ النَّفْسِ فِی الْهَیْجاء عَطْشان

نَجْمانِ فِی الْاَرْضِ بَلْ بَدْران قَد افَلاَ نَعَمْ وَشَمْسانِ امّاقُلْتُ شَمّسان[1]

☆ظلم وستم سہنے والی فاطمہؑ کو کون یہ خبر بتائے کہ ان کے شوہر اور بیٹے پر کیا گزری؟

☆ایک محراب عبادت میں خون میں نہا گیا اور ایک میدان کارزار میں پیاسا مارا گیا۔

☆وہ دو ستارے تھے جو زمین میں غروب ہو گئے بلکہ وہ دو چاند تھے چاند کیا ہے؟ بلکہ خورشید بھی ان سے روشنی حاصل کرتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ الغدیر ج ۳ ص ۳۷۱۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ناشئ صغیر

ان کا نام علی بن عبداللہ بن وصیف اور کنیت ابوالحسن تھی۔ان کی پیدائش ۲۷۱ھ اور وفات ۳۶۵ھ میں ہوئی۔ان کا نام گذشتہ فصل میں بھی ذکر ہوا ہے معجم الادباء کے مؤلف کی نقل کے مطابق کبودی کی مجلس میں ایک شخص نے اپنے آپ کو فاطمۃ الزہرا کا پیام رساں ظاہر کیا اور احمد مزوق سے کہا کہ ناشی کی چند ابیات، جنھیں یہاں نقل کیا گیا ہے پڑھیں اور نوحہ کریں۔

بَنِی اَحمَدٍ قَلبِی لَکُم یَتَقَطَّعُ — بِمِثلِ مُصَابِی فِیکُم لَیسَ یُسمَعُ
فَمَا بُقعَةٌ فِی الاَرضِ شَرقاً وَمَغرِباً — وَلَیسَ لَکُم فِیهَا قَتِیلٌ وَمَصرَعٌ
ظُلِمتُم وَقُتِّلتُم وَقُسِّمَ فَیئُکُم — وَضَاقَت بِکُمُ ارضٌ فَلَم یُحمَ مَوضِعٌ
جِبتُ لَکُم تَفنَونَ قَتلاً بِسَیفِکُم — وَیَسطُوعَلَیکُم مَنْ لَکُم کَانَ یَخضَعُ
جُسُومٌ عَلَی البُوغَاءِ تَرمیٰ وَارؤُسٌ — عَلیٰ اَرؤُسِ اللّدنِ الذَّوابِلِ تُرفَعُ
کَانَّ رَسُولَ اللّٰهِ اَوصَی بِقَتلِکُم — وَاجسَامُکُم فِی کُلِّ اَرضٍ تُوَزَّعُ[1]

☆اے فرزندانِ احمد! تمہاری مصیبت میں میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہے اور جو مصائب تم پر گزرے، انھیں سننے کی تاب نہیں۔

☆مشرق و مغرب میں کوئی ایسی زمین نہیں جہاں تمہارا خون نہ بہایا گیا ہو اور تمہیں قتل نہ کیا گیا ہو۔

☆تم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تمہیں خاک و خون میں غلطان کیا گیا۔

☆تمہارے مال و جائیداد اور حق کو غارت کیا گیا یہاں تک کہ زمین تم پر تنگ ہوگئی اور لوگ تم سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

برسر پیکار ہوئے۔

☆میں تمہارے بارے میں سراپا حیرت ہوں کہ تمہاری ہی تلوار سے تمہیں ذبح کیا جارہا ہے اور جو تمہارے زیردست تھے وہ تم پر حکم چلانے لگے ہیں۔

☆تمہارے جسموں کو تپتی ریت پر لٹایا گیا اور سروں کو نیزوں پر اٹھایا گیا۔

☆(ان مظالم کو دیکھ کر یوں لگتا ہے) جیسے رسول اللہؐ نے وصیت کی ہو کہ تمہیں قتل کیا جائے اور تمہارے جسموں کو روئے زمین پر پھیلا دیا جائے۔

حوالہ جات:

ا۔معجم الادباء ج ۱۳ص ۲۹۳ وفیات الاعیان ج ۳، ۵۱ص ۵۳ الغدیر ج ۴ص ۲۸۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابن حماد

علی بن حماد بن عبیداللہ بن حماد بصری شیعہ شاعر تھے۔آپ چوتھی صدی ہجری کی شخصیت ہیں۔مناقب ابن شہرآشوب میں ان کے اشعار مختلف مناسبتوں سے مذکور ہیں۔ان کے حالات زندگی رجال اورتذکرے کی کتابوں میں موجود ہیں۔ان کے مفصل ترین حالات زندگی الغدیر کی چوتھی جلد میں مذکور ہیں جہاں ان کے طولانی قصائد بھی بیان ہوئے ہیں۔

وَرَویٰ لِی عَبدُ العَزیزِ الجُلُودِیُّ وَقَدْ کَانَ صَادِقاً مَبرُوراً
عَنْ ثِقَاةِ الحَدِیثِ اعنِی العَلائِی هُوَ اکْرِمُ بِذَاوَذَا مَذْکُوراً
یُسْنِدُوهُ عَن ابنِ عَبّاس یَوماً قَالَ کُنّا عِندَالنَّبِیّ حُضُوراً
اِذاَتَتْهُ البَتُولُ فَاطِمُ تَبکِی وَتُوالِی شَهِیقهاوَالزَّفِیرا
قَالَ مَالِی اراکِ تَبکِینَ یافَاطِمُ قَالَتْ وَاخفَتِ التَّعبِیرا
اِجتَمَعْنَ النِّساءِ نَحوِی وَاقْبَلْنَ یُطلِنَ التَّقرِیعَ وَالتَّعیِیراً
قُلنَ اِنَّ النَّبِیَّ زَوَّجکِ الیَومَ عَلِیّا بَعلاً عَدِیماً فَقِیراً
قَالَ یافَاطِمُ اسْمَعِی وَاشْکُرِی اللّٰهَ فَقَدْ نِلْتِ مِنهُ فَضْلاًکَبِیراً
لَمْ اُزَوّجکِ دُونَ اِذْنِ مِنَ اللّٰهِ وَمَا زال یُحسِنُ التدبیرا

☆میں نے تمہاری شادی حکم خدا کے سونہیں کی اور خدا اپنے بندوں کے لئے احسن تدبیر کرتا ہے۔

☆مجھ سے عبدالعزیز جلودی نے روایت کی ہے جو سچے اور پاکباز انسان ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ان کا شمار ثقات حدیث میں ہوتا ہے اور وہ امانت اور بزرگواری میں معروف ہیں۔

☆انھوں نے معتبر سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔

☆فاطمہ زہراؑ آپؐ کے پاس آنسو بہاتی، درددل بیان کرتی اور عورتوں کا شکوہ کرتی ہوئی آئیں۔

☆آنخضرتؐ نے پوچھا: بیٹی تمھیں کس بات نے رلایا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا۔

☆مجھے عورتوں کے طعنوں اور ان کی زبان کے زخموں نے رلایا ہے۔

☆عورتوں نے آج کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے تمہیں علیؑ جیسے نادار، فقیر شوہر کے ساتھ بیاہ دیا ہے۔

☆آپؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! غور سے سنو خداوند متعال کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں عظیم فضل سے نوازا ہے۔

یـابَنِی احـمَـدٍ عَلَیْکُمْ عِمادِی   وَاِنّـکَـالِـی اِذا اَرَدْتُ النُّشـورا
وبِـکُـمْ یَسْـعِـدُالْـمَـوالِی وَیَشْقَی   مَـنْ یَـعـادِیْـکُـمْ وَیُـصَـلیٰ سَعِیراً [1]

☆اے رسول اللہؐ کے فرزندو! قیامت کے دن میرا سہارا اور میری امیدوں کا مرکز آپ ہیں۔

☆تمہارے دوست اور محبّ، سعادت مند اور خوشحال ہیں اور تمہارے دشمن بد بخت اور آتش جہنم میں جلتے رہیں گے۔

حوالہ جات:

[1] الغدیر ج ۴ ص ۱۶۷۔۱۶۸۔ مناقب نے ان ابیات کو عبدی کوفی کے نام سے لکھا ہے لیکن الغدیر کے مصنف نے ابن حماد کے نام سے جو قصیدہ نقل کیا ہے، یہ اشعار اس قصیدے کا حصہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مہیار دیلمی

ابوالحسن مہیار مرزویہ پہلے دین زرتشت کے پیروکار تھے۔اس کے بعد شریف رضی (نہج البلاغہ کوجمع کرنے والے) کے ہاتھوں پراسلام قبول کیا۔شاعری شریف رضی سے سیکھی اور پھر اس میں شہرت کی بلندیوں پر پہنچے۔۴۲۸ ھجری میں وفات پائی۔[1]

اَلاسَلْ قُرَیْشاً وَلُمْ مِنْهُمُ ۔۔۔ مَنِ اسْتَوْجَبَ اللُّوْ اوُفَنِّدِ
وَقُلْ: مٰالَکُمْ بَعْدَ طُولِ الضَّلاٰ ۔۔۔ لِ لَمْ تَشْکُرُوا نِعْمَةَ الْمُرْشِدِ؟
اتاکُمْ عَلیٰ فَتْرَةٍ فَاسْتَقٰام ۔۔۔ بِکُمْ جٰائِرِینَ عَنِ الْمَقْصَد
وَوَلّیٰ حَمِیداً اِلیٰ رَبَّهِ ۔۔۔ وَمَنْ سَنَّ مٰاسَنَّهُ یُحْمَد
وَقَدْ جَعَلَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ ۔۔۔ لِحَیْدَرَ بِالْخَبَرِ الْمُسنَدِ
وَسَمّاهُ مَوْلیَّ بِاقْرار مَنْ ۔۔۔ لَوِاتَّبَعَ اَلْحَقَّ لَمْ یُجْحِدِ
فَمِلْتُم بِهٰا حَسَدالْفَضْلِ عَنْهُ ۔۔۔ وَمَنْ یکُ خَیْرَالْوَریٰ یَحْسِدِ
وَقُلْتُم بِذٰاکَ قَضَی الْاجْتِماعُ ۔۔۔ الٰا اِنّمَا الْحَقُّ لِلْمُفْرَدِ
سَیَعْلَمُ مَنْ فٰاطِمُ خَصْمُهُ ۔۔۔ بِاَیَّ نَکٰالٍ غَداً یَرتَدِی[1]

☆ہاں! قریش سے سوال کرو اور انھیں ملامت وسرزنش کا مستحق سمجھو۔

☆کہو! ایک طویل عرصہ ضلالت وگمراہی میں گزرنے کے بعد تم نے رہبر اور ہادی کی نعمت پر شکر ادا کیوں نہیں کیا؟

☆جب دنیا جہالت وگمراہی کے اندھیروں میں سرگرداں تھی۔انھوں نے تم منحرف لوگوں کے

لئے چراغ ہدایت روشن کیا۔

☆وہ مقرب درگاہ حق ہوئے اور جو ان کی سنت پر چلا وہ بھی قابل ستائش ہوا۔

☆اپنے بعد انھوں نے امت کے امور حیدرؑ کے سپرد کیے اور یہ حدیث درست اور قابل اعتماد ہے۔

☆علیؑ کی فضیلت اور برتری سے حسد کی بناء پر تم نے خلافت کو کسی اور کے حوالے کر دیا اور جو سب سے افضل ہیں، دنیا ان سے حسد کرتی ہے۔

☆تم نے کہا کہ یہ اکثریت کا فیصلہ ہے تم نے حق کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا۔

☆اور آپؐ نے انھیں مولیٰ کا لقب دیا، جس نے سنا اور قبول کیا۔ اگر کوئی حق کا تابع ہو تو وہ انکار نہیں کرے گا۔

☆جو فاطمہ زہراؑ کا دشمن ہے، اسے جلد معلوم ہو جائے گا کہ کل اس کے لئے کون سا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

حوالہ جات:

ا۔دیوان مھیار۔طبع دارالکتب۔ج اص ۲۹۸۔۳۰۰

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابن العودی

۴۷۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۵۸ ہجری میں وفات پا گئے۔

مَنَعْتُم تُراثِی اِبْنَتِی لاٰ اَبَآلَکُم — فَلِمْ اَنْتُمْ آباءَ کُم قَدْ وَرِثْتُمْ
وَقُلْتُمْ نَبِیُّ لاٰ تَراثَ لِوُلْدِهِ — اَلِلاَجْنَبِیَّ اْلاَرْثُ فِیمٰا زَعَمْتُمْ
فَھٰذٰا سُلَیْمٰانُ لِداوُدَ وارِثٌ — وَیَحْیی لِزَکَرِیَا فَلِمْ ذامَنَعْتُم

☆تم نے اپنے آباء سے تو میراث پائی ہے لیکن تم کیوں میری بیٹی سے میری وراثت چھینتے ہو۔

☆تم کہتے ہو کہ پیغمبرؐ اپنی اولاد کے لئے وراثت نہیں چھوڑتے تو کیا تمہارے خیال میں بیگانہ وراثت کا حقدار بن سکتا ہے؟

☆یحیٰی، زکریا کا وارث تھا اور داود کا وارث سلیمان علیہم السلام تھا۔ میری بیٹی کو تم نے کیوں وراثت سے محروم کر دیا۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علاء الدین حلّی

ان کا نام ابوالحسن علاء الدین علی بن حسین حلی ہے۔ یہ چھٹی صدی ہجری کے علماء اور شعراء میں سے ہیں۔ ان کے سات قصیدے معروف ہیں۔ یہ شہید اول کے ہم عصر ہیں اور شہید اول نے ان قصائد میں سے ایک کی تشریح کی ہے۔

وَاجمَعُوا الامْرَ فِیمَا بَیْنَھُم وَغَوتْ   لَھُمْ امَانِیُّھُمْ وَالْجَھْلُ وَالامَلُ

انْ یُحرِقُوا مَنْزِلَ الزَّھراء فاطِمَہ   فَیَالَہُ حَادِثُ مَسْتَصْعَبُ جَلَلُ

بَیْتُ بِہَ خَمْسَۃُ جِبْرِیلُ سَادِسُھُمْ   مِنْ غَیْرِ مَاسَبَبٍ بِالنّارِ یُشْتَعَلُ ۱؎

☆امیدوں آرزوؤں اور جہالت نے انھیں ورغلایا۔ وہ ایک امر پر اکٹھے اور متفق ہو گئے۔

☆فاطمہ زہراؑ کے گھر کو جلا دیا جائے! کتنا بڑا کام اور کتنا کٹھن اور دشوار امر!

☆جس گھر میں پنجتن پاکؑ اور چھٹے جبرئیلؑ ہوں، اسے بغیر کسی وجہ سے آگ کے شعلوں کی نذر کیا جائے!

ودارُ عَلِیِ وَالْبَتُولِ وَاحمَد   وَشَبَّرھا مَولی الْوَری وَشَبیرھا

مَعَالِمُھا تَبْکی عَلیٰ عُلَمٰائِھا   وَزائِرُھا یَبْکی لِفَقْدِ مَزُورِھا

مَنازِلُ وَحیٍ اقْفَرَتْ فَصُدُورُھا   بِوَحْشَتِھا تَبْکی لِفَقْدِ صُدورِھا ۲؎

☆علیؑ و بتولؑ، پیغمبرؐ اور ان کے دو بیٹے شبیر اور شبر جو مخلوقات میں افضل ہیں، ان کا گھر۔

☆اس گھر کے در و دیوار اپنے مکینوں کے فراق میں گریاں و نالہ کناں ہیں اور اس کے زائر گھر کے مالک کو نہ پا کر آنسو بہا رہے ہیں۔

☆نزول وحی کے مقامات، بے آب و گیاہ بیابان کی طرح ہو گئے۔ اس گھر کا ماحول اپنے باسیوں کے غم فراق اور وحشت و تنہائی پر نوحہ کناں ہے۔

حوالہ جات:

۱۔الغدیر ج۶ ص۳۹۱، قصیدہ پنجم۔   ۲۔الغدیر ج۶ ص۳۷۶، قصیدہ دوم۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اولاد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا

﴿ذُرِّيَةً بَعضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ ۱

جیسا کہ تاریخ اسلام سے آگاہ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی حضرت علی علیہ السلام سے اولاد تھی۔ جن میں دو بیٹے حسن اور حسین علیہما السلام اور دو بیٹیاں زینب اور ام کلثوم تھیں۔

مؤرخین اور سیرت نگاروں میں سے کسی ایک کو بھی ان چار بچوں کے بارے میں کوئی شک وتردد نہیں ہے۔ امام حسنؑ تیسری ہجری میں ۱۵ رمضان المبارک اور امام حسینؑ چوتھی ہجری میں ماہ شعبان میں پیدا ہوئے۔

سوانح عمری میں لکھنے والے شیعوں اور بعض علمائے اہل سنت نے رسول خداؐ کی ایک بیٹی اور اولاد نرینہ جس کا نام محسن ہے، لکھی ہے نسب قریش کے مصنف مصعب زبیری متوفی ۲۳۶ ہجری نے محسن کا کوئی ذکر نہیں کیا، لیکن بلاذری متوفی ۲۷۹ ہجری لکھتے ہیں:

فاطمہؑ کے بطن سے علیؑ کے بیٹے حسن، حسین اور محسن علیہم السلام پیدا ہوئے محسن بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ ۲

نیز وہ لکھتے ہیں:

جب محسن پیدا ہوئے تو رسالتمآبؐ نے جناب فاطمہؑ سے پوچھا اس کا کیا نام رکھا ہے؟ انھوں نے کہا حرب نام رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ان کا نام محسن ہے۔ ۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کتاب ''جمھرۃ انساب العرب'' کے مؤلف علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴ھ ۔ ۴۵۶ھ) نے لکھا ہے: محسن بچپن میں فوت ہوگئے۔۴

شیخ مفید نے جناب فاطمہؑ کے بدن سے حضرت علیؑ کی اولاد کو یوں شمار کیا ہے:

حسنؑ، حسینؑ، زینب کبریٰؑ وزینب صغریٰؑ جن کی کنیت ام کلثوم ہے۔۵

اسی باب کے آخر میں وہ اضافہ کرتے ہیں:

شیعوں سے نقل ہوا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد فاطمہ زہراؑ کا ایک بیٹا سقط ہوا ۔جب وہ ماں کے شکم میں تھا تو اس کا نام محسن رکھا۔۶

طبری یوں لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ علیؑ کا فاطمہؑ سے ایک اور بیٹا محسن بھی تھا، جو بچپن میں فوت ہوگیا۔

شیعہ روایات اور بعض سنی کتب میں موجود ہے کہ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد ان پُر آشوب ایام میں فاطمہ زہراؑ پر جو مصیبت گزری اس کی وجہ سے ان کا بیٹا سقط ہو گیا۔۷

جناب زہراؑ کے ان چار بیٹوں اور بیٹیوں کی زندگی کے بارے میں مختلف زبان میں کئی کتابیں اور مقالے لکھے گئے ہیں۔ مصنف کے اس سلسلہ کتب میں قارئین امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے حالات زندگی تفصیلاً پڑھیں گے۔

حوالہ جات:

۱۔آل عمران: آیت ۳۴...... ''بعض کی اولاد کو بعض سے (فضیلت دی)۔''

۲۔انساب الاشراف ص ۴۰۲۔ ۳۔ایضاً ص ۴۰۴۔ ۴۔جمھرۃ انساب العرب ص ۱۶۔

۵۔ارشاد شیخ مفید ج ۱ ص ۳۳۵۔ ۶۔ایضاً ص ۳۵۶۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۴۴۰۔۴۴۱

۷۔الملل والنحل ج ۱ ص ۷۷۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت زینب سلام اللہ علیہا

قوی احتمال کی بنا پر حضرت زینبؑ کی ولادت ششم ہجری کو ہوئی ہے۔ اگر یہ احتمال درست ہوتو جب سے انھوں نے ہوش سنبھالا اور شعوری زندگی میں قدم رکھا، مصائب وآلام سے ان کا واسطہ پڑا۔ پانچ سال کی عمر میں رسول خداؐ کی جدائی کا صدمہ پیش آیا اور اس کے فوراً بعد وہ افسوناک اور غمناک واقعات جوگھر کے اندر اور باہر رونما ہوئے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے بعد ماں کو بستر بیماری پر دیکھا رسول اللہؐ کی جدائی میں ان کے آنسوؤں کی روانی کو دیکھا ان کی آہ وفریاد سنی لوگوں کی طرف سے ماں پر ظلم وستم ہوتے ہوئے دیکھا اور ماں کو شکوہ کرتے ہوئے سنا۔ آخر کار دکھیاری ماں کی آنکھیں بند ہوئیں اس صدمے سے بڑھ کر خوف وہراس کی کیفیت ان پر طاری تھی کہ ہر کام خاموشی سے کیا جا رہا ہے۔ بچوں کو اونچی آواز سے ماں پر رونے کی اجازت نہیں تھی۔ مبادا ہمسائے ان کے رونے کی آواز سن لیں اور وہ دوسروں کو اس خبر سے آگاہ کردیں اور وہ لوگ رسول زادیؑ کے جنازے پر آجائیں اور یوں علیؑ فاطمہ زہراؑ کی وصیت پر عمل نہ کرسکیں۔ خدا کی تقدیر، دونوں ماں بیٹی کی تربیت ایک طرح سے ہوئی انھیں بھی یکے بعد دیگرے سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ تاکہ سخت اور مشکل ترین حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادگی پیدا ہوجائے۔ جب حضرت زینبؑ سن بلوغ کو پہنچیں تو عبداللہ بن جعفر کے ساتھ ان کی شادی ہوگئی۔ عبداللہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے حق میں حضور پاکؐ نے دعائے خیر فرمائی تھی۔[1] تمام سیرت نگاروں نے ان کی شرافت وبزرگی، عزت نفس خصوصاً بہت زیادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سخاوت کے اوصاف کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت زینبؑ کی حضرت عبداللہ سے اولاد ہوئی۔ مصعب زبیری نے ان کی تعداد تین بیٹے اور ایک بیٹی بیان کی ہے۔ بیٹے جعفر اور عون اکبر جن کی آگے نسل نہیں چلی اور علی کہ حضرت عبداللہ کی تمام نسل اسی بیٹے سے بڑھی اور لڑکی ام کلثوم تھیں جن سے معاویہ اپنے بیٹے یزید کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ عبداللہ نے ام کلثوم کا معاملہ امام حسینؑ کے سپرد کردیا انھوں نے ان کی شادی قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب سے کی۔[2] طبرسی مرحوم نے اعلام الوریٰ میں بھی عبداللہ کی یہی اولاد یعنی تین لڑکے اور ایک لڑکی لکھی ہے۔[3] لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کے بیٹے علی، محمد، عون اور عباس تھے۔

جناب زینبؑ عبداللہ کی زوجہ تھیں۔ ان کے گھر میں رہتی تھیں۔ ان کے بچے بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود اپنی ماں کی طرح اپنے باپ کی خدمت کو فراموش نہیں کیا۔ جب حضرت علیؑ نے طلحہ وزبیر کی لگائی ہوئی آگ جنگ جمل کو ٹھنڈا کرنے کے لئے عراق کا سفر اختیار کیا۔ تو حضرت زینب بھی اپنے شوہر عبداللہ کے ہمراہ کوفہ تشریف لے گئیں اور وہیں قیام کیا۔ عراق میں جناب زینب نے عجیب اور دلخراش مناظر دیکھے۔ باپ کی ایسے گروہ کے ساتھ جنگ کو ملاحظہ کیا جو بصرہ میں اکٹھا ہوا تھا اور ان کی قیادت ایک ایسی شخصیت کررہی تھی جو کل تک تو عثمان کو مدینہ کے یہودی نَعْثَل سے تشبیہ دیتی اور اس کے قتل ہونے کی آرزو کرتی تھی۔ آج وہی خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے علیؑ کے مقابلے پر آ گئی۔ جناب زینبؑ نے جنگ صفین اور اس میں دنیا کے چالبازوں کو بھی دیکھا جو ظاہر میں علیؑ کے ساتھ تھے۔ لیکن خفیہ طور پر معاویہ سے ملے ہوئے تھے۔ اس کے بعد مقدس مآبوں اور قرآن کے قاریوں (خوارج) کی علیؑ کے ساتھ جنگ کا مشاہدہ کیا۔ آخر کار انیس رمضان المبارک کو مسجد کوفہ کے محراب میں علیؑ کا خون سے رنگین چہرہ دیکھا اور اس صدمہ کو برداشت کیا۔ اس کے بعد لوگوں کی امام حسنؑ سے بیعت کی چشم دید گواہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بنیں اور پھرانھیں لوگوں کو بیعت توڑتے ہوئے امام حسنؑ پرحملہ کرتے اوران کا خیمہ گراتے ہوئے بھی دیکھا۔لوگوں کی بغاوت اور بھائی کی ران کوزخمی حالت میں ملاحظہ کیا۔اپنے بھائی حسنؑ کی مجبوری اور بے بسی دیکھی اوراسی بے بسی کے عالم میں بادل نخواستہ امام حسنؑ کا معاویہ سے صلح کا معاہدہ کرنا اوراس سے صلح کے بعددوست نما دشمنوں کی باتوں سے طعن وتشنیع کے زخم برداشت کرنا بھی دیکھا۔ہے

اس وقت تک حضرت زینبؑ اپنی عمر کے تیس سال سے زائد کا عرصہ گزار چکی تھیں اور ماں کے بقول ''زمانے کے شکم میں کیا کیا نیرنگیاں چھپی ہوئی ہیں اوروہ کیا کیا تماشے(ایک کے بعد دوسرا) نکالتا ہے۔''واقعات وحادثات یکے بعددیگرے رونما ہوئے۔ان غموں اورمصیبتوں کو برداشت کرنے کے لئے فولادجیسی سختی اور پہاڑ جیسی ہمت درکار ہےاورزینب بردباری،تحمل اور برداشت کانمونہ ہیں۔

آخرکارعلیؑ کا گھرانہ کوفہ سے مدینہ واپس آجاتا ہے۔کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ زینبؑ نے اپنے بڑے بھائی کوبستر مرگ پرزہر کےدرد سے کروٹیں بدلتے ہوئے دیکھا۔دوسرے دن اس سے بھی دلخراش اوراندوہناک منظردیکھا۔ وہ لوگ جوحضرت رسول خداؐ کا جناب فاطمہؑ کی طرف دیکھ کرمحبت سے مسکرادینا بھی گوارہ نہیں کرسکتے تھےان کے دلوں میں زہراؑ سے دشمنی اوربغض اب بھی موجود ہے۔ان کے دلوں سے زہراؑ کے خلاف حسدوکینہ کی آگ ابھی سرد نہیں ہوئی ہے۔لہذاانھوں نے ماں کاانتقام بیٹے سے لینے کی ٹھان لی یہاں تک کہ انھوں نے زہراؑ کےلخت جگرکواپنے جدامجد کے پہلومیں دفن نہ ہونے دیا۔

مشکلات ومصائب کے دس سال اورگزرگئے۔ان سالوں میں حکومت شام کے کارندوں نےعراق اورحجاز کےتمام شہروں میں شیعیان علیؑ کا تعاقب کیا۔انھیں گالیاں دیں،اذیتیں دی گئیں،ماراپیٹا گیا،زندانوں میں ڈالا اوربےدریغ قتل کیا گیا یہاں تک کہ معاویہ کےمرنے کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خبر پہنچی ۔اہل عراق کے لئے دوسرے علاقوں کی نسبت یہ خبر باعث خوشی تھی ۔کوفہ میں جلسے ہونے لگے مقررین کھڑے ہوکراونچی آواز اوراپنی پوری طاقت کے ساتھ لوگوں کواپنی بات ذہن نشین کرانے کی بھرپور کوشش کرنے لگے کہ :''ہم یزید کوامیرالمؤمنین نہیں بننے دیں گے۔یہ حق خداوند کی طرف لوٹنا چاہیے۔جب تک نواسۂ رسولؐ موجود ہیں۔ہمیں ابوسفیان کے پوتے کی کیا ضرورت ہے؟''

کوفہ سے مسلسل پے در پے مدینہ میں خطوط آرہے ہیں: یا ابن رسول اللہ جتنی جلدی ہوسکے ہمارے پاس آیئے۔اگر نہیں آئیں گے تو خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔''

حسینؑ مکہ سے عراق روانہ ہوئے۔ادھر جب زینبؑ کے شوہر عبداللہ نے امام حسینؑ کا یہ حال دیکھا تو وہ تگ ودو کرنے لگے۔انھوں نے ایک طرف دیکھا کہ اس شہر میں ان کے چچازاد اور برادر نسبتی حسینؑ کو خطرہ لاحق ہے اور امان نہیں ہے۔دوسری طرف وہ اس سے پریشان ہیں کہ کوفہ والے ان کے ساتھ ان کے باپ اور بھائی جیسا سلوک نہ کریں۔

لہذا عبداللہ نے شہر کے حاکم عمرو بن سعید کے پاس جا کر اس سے امام حسینؑ کے لئے امان نامہ حاصل کیا۔جس کی عبارت یہ ہے:

میں نے سنا ہے کہ آپؑ نے عراق جانے کا ارادہ کیا ہے۔خدا کے لئے افتراق وانتشار سے بچیں۔مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپؑ راستے میں مارے نہ جائیں۔میں عبداللہ بن جعفر اوراپنے بھائی یحیٰی بن سعید کو آپؑ کے پاس بھیج رہا ہوں تا کہ وہ آپؑ کو بتائیں کہ آپؑ امان میں ہیں۔اور آپؑ کو میری مدد اور تعاون حاصل ہوگا۔میری جانب سے آپؑ کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا جائے گا۔

عبداللہ اور حاکم مکہ کے بھائی نے اس امان نامے کو امام حسینؑ تک پہنچایا۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے امان نامے کا جواب امام حسینؑ کی جانب سے کیا ہوگا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جو شخص لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرف بلائے، نیکی اور تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، وہ ہرگز افتراق پھیلانے والا نہیں ہے۔ اس نے خدا اور رسولؐ کی ہرگز مخالفت نہیں کی۔ بہترین امان خدا کی امان ہے۔ جو اس دنیا میں اللہ سے نہ ڈرے وہ قیامت کے دن اللہ کی امان میں نہیں ہوگا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میں دنیا میں اس سے خوف کھاؤں تا کہ آخرت میں اس کی امان اور پناہ مجھے حاصل ہو۔۵

قافلہ مکہ سے باہر نکلتا ہے۔ زینبؑ بھی قافلے کے ہمراہ ہیں۔ جب عبداللہ نے دیکھا کہ امامؑ نے عراق جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اور اس سفر سے ہرگز نہیں رکیں گے۔ تو اپنے بیٹوں عون اور محمد کو ان کے ساتھ کر دیا۔

دمشق نے کئی مہینوں سے عراق کی بگڑتی ہوئی صورتحال پر نظر رکھی ہوئی تھی۔ بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ عراق کے موقع پرستوں نے (وہی موقع پرست جنھوں نے امامؑ کو کوفہ آنے کے لئے خطوط لکھے تھے) حکومت شام کو آنے والے طوفان سے باخبر کر دیا تھا۔ یزید نے تمام لازمی تدابیر اختیار کر لی تھیں۔ اس نے ایک ظالم، بے تقویٰ، بے رحم، بے اصل ونسب شخص کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے امام حسینؑ کے نمائندے مسلم بن عقیل، ان کے میزبان ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا اور لوگوں میں خوف وہراس پھیلا دیا۔ اس کے مسلح سپاہیوں نے حجاز اور عراق کے راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ چنانچہ امام حسینؑ منزل شُراف سے تھوڑے سے فاصلے پر حاکم کوفہ کی طرف سے حر بن یزید ریاحی کے لشکر کے روبرو ہوئے۔ حر نے نئے فرمان کے آنے تک کربلا کی سرزمین پر آپؑ کو روکے رکھا۔

محرم کے ان ابتدائی کٹھن، دشوار اور خوف وہراس سے بھرپور ایام میں کم از کم کچھ لوگوں سے امیدیں وابستہ تھیں۔ اس کے بعد نو محرم کی عصر سے لے کر دوسرے دن شام غریباں تک کیا گزری، اس سے آپ کم وبیش آگاہ ہیں۔ نیز اسی سلسلہ کتب میں امام حسینؑ کی زندگی کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بارے میں آپ ان واقعات کی زیادہ تفصیل پڑھیں گے۔کرب واذیت کے اس ماحول میں زینبؑ کی کیا ذمہ داری بنتی تھی اورانھوں نے کس طرح اپنی شخصیت کو پیش کیا اوراس ذمہ داری کو کس طرح نبھایا یہ ایسی ڈھکی چھپی بات نہیں جس سے آپ آگاہ نہ ہوں لیکن ان کی خاص ذمہ داری کا آغاز ۶۱ ہجری محرم کی عصر عاشورہ کو ہوا۔

روز عاشورہ اختتام کو پہنچا مال ودولت کی محبت، جاہ ومنصب کے لالچ یا حسد وکینہ اورانتقام کی آگ نے جن بدمستوں کواندھا کردیا تھا وہ اپنے آپ میں آئے انھوں نے کیا کیا؟ اتنا بڑا کام! اتنا برا کام! جس کی مثال پوری تاریخ عرب میں نہیں ملتی۔ مہمان کوقتل کرنا، اس قوم کے لئے اس سے بڑھ کرکوئی ذلت نہیں ہوسکتی اوروہ بھی اس بے رحمی اورظلم کے ساتھ! اس سے انھیں کیا ملا؟ کچھ بھی نہیں۔ کیوں کچھ نہیں! اس مہمان کوقتل کرکے انھوں نے بہت کچھ حاصل کیا وہ کیا تھا؟ شام کے مقابلے میں کوفہ کی ذلت وخواری، نہ صرف ایک بار بلکہ چند بار کی ذلت اب کیا کریں اورکہاں جائیں؟ ان کے لئے سب راہیں مسدود ہوگئیں۔ سوائے ایک راہ کے یعنی ننگ وعار، ذلت وخواری کہ یہ قافلہ مجبوراًاسے انتہا تک پہنچائے۔ اس راستے کا آغاز غاضریہ سے ہوا اورحاکم کوفہ کے محل تک، پھر وہاں سے شروع ہوکر دمشق کے سبز محل تک اختتام پذیر ہوا ۔عراقی قافلے کو(کوفہ میں) ایسے شخص کے سامنے پیشانی مذلت زمین پر ٹیکنا تھی جس کے باپ دادا کا کوئی پتہ نہ تھا۔اس کے بعداسی طرح سر جھکائے ناک زمین پر رگڑتے ہوئے شام تک جانا ہے۔ وہاں پہنچ کر ہند کے بیٹے کے دربار میں کھڑے ہوکر یہ کہنا تھا:

کل تیرے باپ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالا تھا آج تیرے حضور دست بستہ کھڑے ہیں اور تیرے حلقہ بگوش ہیں، اب جوتو کہے گا وہ تیرا حکم ہوگا جوتو سوچے گا وہ تیرا لطف ہوگا۔

یہ عراقی قافلے کی سوغات ہے۔

لیکن مدینہ کا بچا کچا قافلہ بھی خالی ہاتھ نہ تھا۔اس کے ہاتھ پُر تھے۔ان کے ہاتھ عراق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور حجاز کی وسعتوں کے برابر نہیں، جزیرۃ العرب کے برابر بلکہ عالم اسلام کی وسعتوں کے برابر گراں بہا متاع سے بھرپور تھے۔ ان کے ہاتھ میں عزت وشرف، عظمت وبزرگی، افتخار، حریت، کرامت انسانی اور شہادت جیسی مال ومتاع تھی۔ لیکن اس مال کا خریدار نہ کوفہ تھا نہ شام۔ وہاں مرد اور مردانگی کی کوئی علامت نظر نہیں آتی تھی اور شہادت کے خریدار تو مرد ہوتے ہیں اور بقول پیرمیھنہ:

چوب به عیاران چرب کنند بنامردان چرب نکنند٦

''مردوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے نہ کہ نامردوں سے۔''

کوفہ اور شام کے محلوں میں رہنے والے ان کاخ نشینوں کے گرد جمع ہونے والے نامرد تھے، جوانمرد نہ تھے۔

اس گرانقدر متاع کو عورتوں اور چھوٹے بچوں پر مشتمل قافلے نے اٹھایا ہوا تھا، جن کے پاؤں میں زنجیریں تھیں اور ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ یہ قافلہ ایک خاتون کی سپہ سالاری میں تھا جسے بجاطور پر ''کربلا کی شیردل خاتون'' ٧کا لقب دیا گیا ہے۔

سالار قافلہ نے اپنی اس گراں بہا جنس کو ہر دو مقامات (کوفہ وشام) پر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اس لئے نہیں کہ کوئی خریدار بن جائے۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ لوگ جنس کے خریدار نہیں ہیں۔ بلکہ اس لئے پیش کیا تا کہ پانچ سال بعد اس کی قیمت لگے اور بازار گرم ہو۔ پہلے شہر کوفہ میں، پھر مدینہ، پھر شام، خوزستان خراسان میں اس کی مارکیٹ بنی۔ آخرکار خراسانیوں کے تابڑتوڑ حملوں نے ان نامردوں کو اپنے کیفر کردار تک پہنچایا۔ نامرد کبھی تختہ دار پر نہیں چڑھتے۔ یہ مردار پاؤں سے پامال کئے جاتے ہیں۔ یہ وہ دن تھا جب عباسی خلیفہ کے حکم پر امویوں کے نیم جان لاشوں پر فرش بچھایا گیا۔ اس پر دسترخوان چنا گیا اور خلیفہ وقت اس پر کھانا کھانے بیٹھا۔٨ قافلہ اور سالار قافلہ بازار کوفہ میں داخل ہوئے۔ کوفے کا حاکم یہ چاہتا تھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ اسی طرح قیدیوں کا تماشا دکھا کر لوگوں کے سامنے علیؑ کی بیٹی اور خاندان ہاشم کو ذلیل ورسوا کرے اور اس طریقے سے ان پر اپنی قوت وطاقت کا رعب مزید جمائے۔ انھیں بتائے کہ یہ تمہارے شہر کے سابق حاکم کی بہو بیٹیاں ہیں۔ آج میرے حکم سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہاتھ پس گردن باندھے ہوئے، پابہ زنجیر شہر کے گلی کوچوں میں پھرائی جارہی ہیں اور انھیں تازیانے مارے جارہے ہیں۔

یہ ابن زیاد کی آرزو تھی۔ لیکن خدا کا ارادہ کچھ اور تھا۔ شہر کے بوڑھے جوان سب گلیوں میں جمع ہوگئے تھے مشہور ضرب المثل ہے: ''تیز بخار پسینہ بھی جلدی لاتا ہے۔'' جو لوگ جلد غصے میں آتے ہیں جلد پشیمان بھی ہوتے ہیں۔ دریائے فرات کے کنارے بسنے والے اس خصوصیت کے بہت زیادہ حد تک حامل تھے۔ ایک بات سن کو فوراً جذبات میں آجاتے اور دشمن بن جاتے۔ دوسری بات سن کر ٹھنڈے ہوجاتے اور بھائیوں سے زیادہ مہربان ہوجاتے۔

حضرت زینبؑ کوفہ والوں کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ جن خواتین کی عمریں تیس سال اور اس سے زیادہ تھی، انھوں نے مسلمانوں کی نظروں میں زینبؑ کے مقام ومنزلت کا مشاہدہ کیا تھا۔ انھوں نے دیکھا تھا کہ زینبؑ اپنے باپ کے نزدیک کس شان وعظمت کی مالک تھیں۔

زینب کبریٰؑ اور دوسرے اسیروں کی رقت انگیز حالت میں بازار کوفہ میں آنے سے گذشتہ یادیں تازہ ہوگئیں عورتوں نے آہ وفغاں کی اور مردوں کو بھی رلادیا۔ عورتوں اور بچوں کے کہرام سے بچوں کی آہ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہر طرف سے آہ وبکا کی صدائیں آنے لگیں۔ یہاں پر اس جذباتی منظر کو عروج پر پہنچنا چاہیے تا کہ لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ دیکھیں کہ انھوں نے کیا کیا ہے؟

اسیروں میں سے کون اس ذمہ داری کو نبھا سکتا ہے۔ علیؑ کی بیٹی علیؑ کی دو بیٹیاں تھیں کون سی بیٹی؟ زینبؑ یا ام کلثومؑ۔ قدیم ترین روایت جس میں یہ خطبہ نقل ہوا ہے اس نے ام کلثومؑ کا ذکر کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔مؤلف نے خود اپنی کتاب ۹ میں ان روایات کی رو سے امانت کا خیال رکھتے ہوئے ان کا نام ام کلثومؑ لکھا ہے۔لیکن جیسا کہ میں نے اس کتاب میں بھی لکھا ہے کہ ام کلثوم اس وقت زندہ نہیں تھیں یہ اشتباہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ جناب زینبؑ کی ایک کنیت ام کلثوم ہے۔انھیں ام کلثوم کبری اور ان کی بہن کو ام کلثوم صغریٰ کہتے ہیں۔

بہرحال بازار کوفہ میں اپنے الفاظ کے ذریعے جس نے کوفہ والوں کو نا قابل فراموش درس دیا وہ زینب کبریٰؑ تھیں انھوں نے حمد الٰہی کے بعد فرمایا:

يَا اَهْلَ الْكُوفَةِ يَا اَهْلَ الْخَتْرِ وَ الْغَدْرِ وَ الْحَذْلِ اَلَا فَلَا رَقَاَتِ الْعَبْرَةُ وَ لَا هَدَاَتِ الزَّفْرَةُ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ مَثَلُ الَّتِىْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ هَلْ فِيكُمْ اِلَّا الصَّلَفُ وَ الْعُجْبُ وَ الشَّنَفُ وَ الْكِذْبُ وَ مَلِقُ الْاِمَاءِ وَ غَمْزُ الْاَعْدَاءِ كَمَرْعًى عَلٰى دِمْنَةٍ اَوْ كَقَصَّةٍ (كَفِضَّةٍ) عَلٰى مَلْحُودَةٍ اَلَا بِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَ فِى الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُوْنَ

اے کوفہ والو! دغاباز اوردھوکے باز لوگو! اے پست وذلیل لوگو !روؤ اورخوب روؤ۔ تمہاری آنکھیں روتی رہیں اورتمہارے سینے غم سے جلتے رہیں تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جس نے سوت کاتنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کردیاہو۔ تمہارے وعدے جھوٹے اورتمہارے ایمان کے چراغ بے نور ہیں۔ تم بلند وبانگ دعوے کرنے والے لوگ ہو حیلہ باز ہواورخود نما، دوست کے قاتل اور دشمن نواز۔ تم گندے پانی کے سبزہ کی طرح ہو جس کاباطن گندا، بدبودار اورظاہر سرسبزاوررنگین ۔ تم بدبخت قبر کی چاندی سے ملمع شدہ پتھر کی طرح ہو۔ کیا براکام تم نے کردیا؟ اللہ کے غضب کو آواز دی۔ تم آتش دوزخ میں ہمیشہ جلوگے ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اَ تَبْکُوْنَ عَلٰی اَخِیْ اَجَلْ وَ اللّٰہِ فَابْکُوا فَاِنَّکُمْ وَ اللّٰہِ اَحَقُّ بِالْبُکَاءِ فَابْکُوْا کَثِیْراً وَ اضْحَکُوْا قَلِیْلًا فَقَدْ بُلِیْتُمْ بِعَارِھَا وَ مُنِیْتُمْ بِشَنَارِھَا وَ لَنْ تَرْحَضُوْھَا اَبَدًا وَ اَنّٰی تَرْحَضُوْنَ قَتْلَ سَلِیْلِ خَاتَمِ النُّبُوَّۃِ وَ مَعْدِنِ الرِّسَالَۃِ وَ سَیِّدِ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ مَلَاذِ حَرْبِکُمْ وَ مَعَاذِ حِزْبِکُمْ وَ مَقَرِّ سِلْمِکُمْ وَ اٰسِی کَلْمِکُمْ وَ مَفْزَعِ نَازِلَتِکُمْ وَ الْمَرْجَعِ اِلَیْہِ عِنْدَ مَقَالَتِکُمْ وَ مَدَرَۃِ حُجَجِکُمْ وَ مَنَارِ مَحَجَّتِکُمْ اَلَا سَاءَ مَا قَدَّمَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ وَ سَاءَ مَا تَزِرُوْنَ لِیَوْمِ بَعْثِکُمْ فَتَعْسًا تَعْسًا وَ نُکْسًا ۔

کیا تم رو رہے ہو؟ اور زیادہ گریہ کرو! تم اسی لائق ہو کہ روتے رہو۔ تم خوشی منانے کے لائق نہیں رہے۔ تم نے ذلت کی ایسی راہ کا انتخاب کیا ہے کہ زمانہ گزرتا جائے گا، تمہاری ذلت کم نہیں ہوگی۔ تم اس ذلت کو کیسے دھو سکتے ہو۔ تم فرزند رسولؐ کے قتل کا کیا جواب دو گے؟ جوانانِ جنت کے سردار کا قتل، جو تم ذلیل لوگوں کے لئے چراغ ہدایت تھا، جو مشکلات میں تمہارا ساتھی، مصائب میں تمہارا ہمدرد و غم خوار تھا۔ اے غدار لوگو! ہلاکت و نابودی تمہارے نصیب میں ہو۔

اس کے بعد جناب زینبؑ نے ان سے منہ پھیر لیا اور ان سب کو حیران اور انگشت بدنداں کر دیا۔ قبیلہ بنی جعفی کے ایک بوڑھے شخص نے جس کی ریش آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی، کہا:

کُھُوْلُھُمْ خَیْرُ الْکُھُوْلِ وَنَسْلُھُمْ اذا عُدَّ نسلُ لایَبُوْرُ وَلَا یُخْزٰی

☆ان کے بیٹے بہترین بیٹے ہیں اور ان کا خاندان سربلند خاندان ہے۔

قیدیوں کو ابن زیاد کے دربار میں لے جایا گیا۔ اس جلسے میں اپنی قدرت وطاقت کی زیادہ دھاک بٹھانے کے تمام وسائل پہلے سے فراہم کیے جا چکے تھے۔ قدرت اور طاقت کا یہ مظاہرہ خاندان پیغمبرؐ کو دکھانے اور کوفہ کے لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لئے تھا۔ ابن زیاد نے اپنے وہم وگمان میں کامیابی کے تمام زینے طے کر لیے تھے۔ حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا ان کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا۔عراق کے شیعوں کے منہ پر خاک مل دی تھی۔اس کے بعد کسی کی جرات ہے کہ وہ نام علیؑ زبان پر لائے!

ابن زیاد نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟

جواب دیا گیا: زینب بنت فاطمہؑ

ابن زیاد: خدا کا شکر ہے دیکھا تم نے خدا نے تمہیں کس طرح ذلیل وخوار کیا اور تمہارے جھوٹ کو آشکار کردیا؟

ابن زیاد کو اپنی طاقت اور حکومت پر ناز تھا۔طاقت اور قدرت نمائی کے لئے اس سے بدتر کوئی اور درد نہیں کہ اسے کچھ نہ سمجھا جائے اور لوگوں کے سامنے اس کی تذلیل وتحقیر کی جائے۔ علیؑ کی بیٹی نے اس طرح بولنا شروع کیا، گویا کوئی واقعہ رونما ہی نہیں ہوا جیسے نہ ان کا بھائی اور دیگر یار وانصار مارے گئے ہوں ، نہ انھیں دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ قیدی بنایا گیا ہو اور نہ انھیں اس خونخوار اور اس ذلیل آدمی کے سامنے لاکھڑا کیا گیا ہو بلکہ یوں لگتا تھا جیسے یہ محفل ایک علمی مناظرے کے لئے سجائی گئی ہو:

خدا کی حمد وثنا ہے کہ اس نے حضرت محمدؐ کے ذریعے ہمیں عزت بخشی۔فاسق جھوٹ بولتے ہیں اور بدکار رسوا ہوتے ہیں اور وہ ہم نہیں ہیں، ہمارے غیر ہیں۔

ابن زیاد کو حیرت ہوئی کہ جس گردن کو وہ جھکانا چاہتا تھا وہ جھکنے کی بجائے اور تن گئی ہے۔ سر جھکائے ، بے جان جسموں کے سروں کو ان کے چاہے بغیر اونچا کردیا مجبوراً ابن زیاد نے پینترا بدلا۔

ابن زیاد: دیکھا! تمہارے بھائی کے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا؟

زینبؑ: ہم نے خدا کی طرف سے اچھائی اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔میرے بھائی نے اپنے یار وانصار کے ساتھ اس راستے کا انتخاب کیا جو خدا چاہتا تھا۔انھوں نے شہادت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو گلے لگایا اور انتہائی افتخار کے ساتھ انھوں نے یہ نعمت حاصل کی ہے۔ البتہ تجھ ظالم وستمگر نے جو کیا ہے اس کی سزا پائے گا۔

ابن زیاد بالکل لاجواب ہوگیا اس جواب سے وہ سرکوب ہوگیا۔ شکست خوردہ شخص کے پاس آخری ہتھیار کیا ہے؟ گالی گلوچ!

ابن زیاد: تیرے باغی اور سرکش بھائی کے قتل سے خدا نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا ہے۔

زینبؑ: ابن زیاد! تو نے ہمارے سربراہ کو شہید کر دیا۔ میرے کنبہ کے تمام مردوں کو مار ڈالا۔ تو نے ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری جڑوں کو اکھاڑ دیا۔ تیرے درد کی دوا یہی ہے تو یہی سہی۔

ابن زیاد: (یہ عورت) بڑی مسجع گفتگو کرتی ہے۔ اس کا باپ بھی ایسی ہی مسجع باتیں کرتا تھا۔[11]

حوالہ جات:

۱۔ الاصابہ ج۴ ص۴۸۔

۲۔ نسب قریش ص۸۲۔

۳۔ اعلام الوری ص۲۰۴۔

۴۔ تحلیلی از تاریخ اسلام از مؤلف ھذا ج۲۔

۵۔ پس از پنجاہ سال ص۱۴۷ طبع دوم۔

۶۔ اسرار التوحید ص۵۸۔

۷۔ در بارہ زینبؑ۔

۸۔ تحلیلی از تاریخ اسلام طبع دوم۔

۹۔ پس از پنجاہ سال ص۱۸۲ طبع دوم۔

۱۰۔ بلاغات النساء طبع نجف ص۲۳۔ جمھرۃ العرب ج۲ ص۱۲۴۔۱۲۶۔ اعلام النساء ج۲ ص۲۵۹۔

۱۱۔ طبری ج۷ ص۳۱۲۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کاروان کی آخری منزل

شام، تیرہویں ہجری میں خالد بن ولید کی سربراہی میں مجاہدین اسلام کے ہاتھوں فتح ہوا۔ کچھ ہی مدت بعد حضرت عمر کی خلافت میں امیر معاویہ اس علاقے کا گورنر بن گیا اور اپنی موت تک وہ اسی طرح شام پر حکومت کرتا رہا۔

شام کے لوگوں نے اسلامی دستور اور تعلیمات کو خالد، معاویہ اور ان جیسے افراد کی رفتار و کردار کے آئینے میں دیکھا۔ انھیں سیرت پیغمبرؐ اور مہاجرین و انصار کے طرز عمل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ۶۱ ہجری میں شام میں چند افراد تھے جن کی عمریں ساٹھ سال سے اوپر تھیں۔ ان کی ترجیح یہی تھی کہ وہ ایک گوشے میں بیٹھ جائیں اور جو کچھ ہو رہا ہے اس سے آنکھیں بند کرلیں۔ تعجب کی بات ہے کہ جب ۱۳۲ سال کے بعد عباسی خاندان کا حکمران اس شہر میں آیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ حضرت محمدؐ کے رشتہ دار اور قریبی بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور بھی ہیں۔ یہاں تک کہ تم برسر اقتدار آ گئے۔[1]

اکثر مقتل کی کتب میں لکھا ہے کہ اسیروں کے شہر دمشق میں داخلے کے موقع پر لوگوں نے شہر کو سجایا ہوا تھا۔ تو یہ بعید نہیں اور اگر یزید نے اپنے دربار میں یہ اشعار پڑھے ہوں:

کاش! آج میرے جنگ بدر میں مارے جانے والے بزرگ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کس طرح محمدؐ کی اولاد سے ان کا انتقام لیا ہے۔

تو یہ بھی بعید نہیں ہے کیونکہ اس دن یزید کی مجلس میں اس کے اردگرد ایسے افراد بیٹھے تھے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنھوں نے اسلام اور پیغمبرؐ کو حکومت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ نہ کہ قربت خدا کا ذریعہ۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں محفلیں ایک طرح کی ہیں اور باتیں بھی ایک جیسی ہیں۔

کوفے میں ابن زیاد خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ اس نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور عراقیوں کے ہاتھوں سے ان کی قوت چھین لی ہے۔ شام میں یزید افتخار کر رہا ہے کہ جنگ بدر میں اس کے مقتول بزرگوں کا خون رائیگان نہیں گیا۔ اگر یہ معاملہ یہیں پر ختم ہو جاتا تو کامیاب تھا۔ لیکن زینبؑ نے اسے اس کی کامیابی کا پھل کھانے نہ دیا وہ جسے اپنے لیے شیریں سمجھ رہا تھا زینبؑ نے اس کا مزہ حد سے زیادہ کڑوا کر دیا اور اس کے لئے تلخ بنا دیا۔ جناب زینبؑ نے اپنی مختصر گفتگو میں اہل مجلس کو سمجھا دیا کہ ان پر حکومت کرنے والا کون ہے اور کس کے نام پر حکومت کر رہا ہے اور رسیوں میں جکڑے اس کے سامنے کھڑے قیدی کون ہیں۔ اس واقعے کے ایک سو چالیس سال بعد پیدا ہونے والے احمد بن طاہر بن ابی طاہر کی کتاب بلاغات النساء سے ان کے کلام کو میں نے نقل کیا ہے اس کے بعد والے مآخذ میں اس کے الفاظ میں اختلافات پائے جاتے ہیں:

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وا السُّوآى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ﴾ ۲	پس برائی کرنے والوں کا انجام برا (دوزخ) ہوگا کیونکہ انھوں نے آیات الٰہی کو جھٹلایا ہے اور ان کا مذاق اڑایا ہے۔
اَظَنَنْتَ يَا يَزِيْدُ! حِيْنَ اُخِذَ عَلَيْنَا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ وَ اَكْنَافِ السَّمَآءِ فَاَصْبَحْنَا نُسَاقُ كَمَا تُسَاقُ الْاُسَارٰى اَنَّ بِنَا عَلَى اللّٰهِ هَوَانًا وَّ بِكَ عَلَيْهِ كَرَامَةً؟	یزید! کیا تو سمجھتا ہے کہ جب زمین و آسمان ہم پر تنگ کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرایا گیا ہے، کیا خدا کے نزدیک ہم رسوا ہیں اور تو صاحب عزت و شرف ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَشَمَخْتَ بِأَنْفِكَ وَ نَظَرْتَ فِيْ عِطْفِكَ جَذْلَانَ فَرَحًا حِيْنَ رَأَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْثَقَةً وَّ الْأُمُوْرَ مُتَّسَقَةً عَلَيْكَ . وَ قَدْ أُمْهِلْتَ وَ نُفِّسْتَ وَ هُوَ قَولُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :﴿وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْمًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ۳ أَمِنَ العَدلِ يَا ابْنَ الطُّلَقَآءِ! تَخْدِيْرُكَ حَرَائِرَكَ وَ إِمَائَكَ وَ سَوقُكَ بَنَاتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَبَايَا قَدْ هَتَكْتَ سُتُوْرَهُنَّ وَ أَضْحَلْتَ صَوْتَهُنَّ مُكْتَئِبَاتٍ تَخْدِيْ بِهِنَّ الْأَبَاعِرِ وَ يَحْدُوْ بِهِنَّ الْأَعَادِيْ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ . لَا يُرَاقَبْنَ وَ لَا يُؤْوَيْنَ يَتَشَوَّفُهُنَّ الْقَرِيْبُ وَ الْبَعِيْدُ، لَيْسَ مَعَهُنَّ وَلِيٌّ مِنْ رِجَالِهِنَّ وَ كَيْفَ يُسْتَبْطَأُ فِيْ بُغْضِنَا مَنْ يَّنْظُرُ إِلَيْنَا بِالْشَنَفِ

اور تو نے جو کچھ انجام دیا ہے وہ تیری سرداری کی علامت ہے؟ تو اپنے آپ پر فخرومباہات کررہا ہے اور اپنے کئے پر خوش ہورہا ہے کہ دنیا تیرے تابع ہے اور تیرے سب کام سیدھے اور منظم ہیں۔ایسا نہیں ہے! یہ خوشی تیرے لئے غم ہے یہ مہلت تیرے لئے مصیبت ہے اور یہ قول خدا ہے: وہ لوگ جنھوں نے کفراختیار کیا ہم ان کو مہلت دیتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے بہتر ہے میں ان کو اس لئے مہلت دیتاہوں تا کہ وہ اپنے گناہوں کو اور بڑھالیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۔ اے آزاد شدہ غلاموں کی اولاد! ؏ کیا یہ انصاف ہے کہ تیری عورتیں اور کنیزیں تو پردے میں ہوں ، لیکن رسول زادیوں کو در بدر پھرایا جائے ۔ان کی حرمت کو پامال کیا گیا ۔ان کا دم گھٹتا ہے،انھیں بے پالان اونٹوں پر سوار کیا جائے اور شتربان ان کے دشمن ہوں ایک شہر سے دوسرے شہر ایک بازار سے دوسرے بازار انھیں پھرایا جائے۔ان کا نہ کوئی ہمدرد ہو نہ ان کا کوئی مددگار۔نہ ان کے لئے کہیں جائے پناہ اور نہ کوئی غمخوار ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ الشَّنانِ وَ الْاِحَنِ وَ الْاَضْغَانِ؟ تَقُولُ:" لَيْتَ اَشْيَاخِي بِبَدْرٍ شَهِدُوا ..." غَيْرَ مُتَاَثِّمٍ وَّلَا مُسْتَعْظِمٍ؟ وَانْتَ تَنْكُتُ ثَنَايَا اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ وَ لِمَ لَا تَكُوْنُ كَذَالِكَ؟ وَقَدْ نَكَاْتِ الْقُرْحَةُ وَاسْتَاْصَلَتِ الشَّاْفَةَ بِاِهْرَاقِكَ دِمَاءَ ذُرِّيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وَ نُجُوْمِ الْاَرْضِ مِنْ آلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ تَهْتِفُ بِاَشْيَاخِكَ زَعَمْتَ اَنَّكَ تُنَادِيْهِمْ فَلَتَرِدَنَّ وَشِيْكًا مَوْرِدَهُمْ وَ لَتَوَدَّنَّ اَنَّكَ عَمِيْتَ وَبَكِمْتَ وَ اَنَّكَ لَمْ تُقُلْ:"فَاسْتَهَلُّوْا وَ اَهَلُّوْا فَرِحًا". اَللّٰهُمَّ خُذْ بِحَقِّنَا وَ انْتَقِمْ مِمَّنْ ظَلَمَنَا، وَاللّٰهِ مَافَرَيْتَ اِلَّا فِيْ جِلْدِكَ، وَ لَاحَزَزْتَ اِلَّا فِيْ لَحْمِكَ، وَ لَتَرِدَنَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهٖ بِرَغْمِكَ وَ عِتْرَتِهٖ وَ لُحْمَتِهٖ

دورونزدیک کی نظریں ان پر لگی ہیں، لیکن کوئی بھی ان کی حالت پر رحم کھانے والا نہیں۔ سب ہمیں حقارت سے دیکھتے ہیں اور بغض وکینہ کی چنگاریاں لئے ہمیں گھورتے ہیں۔تو خوش نہ ہو، ہماری دشمنی کودل سے نہ نکال تو پیغمبرؐ کے جگر گوشہ کے دانتوں پر چھڑی ماررہا ہے اورتو اپنے بدر میں مارے جانے والوں کو یاد کررہا ہے کہ کاش وہ ہوتے اور تجھے شاباش دیتے۔جو کچھ تونے کیا اسے چھوٹا سمجھ رہا ہے اوراپنے آپ کو بے گناہ خیال کررہا ہے۔ خوشیوں کے شادیانے کیوں نہ بجائے، اس لئے کہ تونے ہمارے دلوں کوجلا کے رکھ دیا ہے۔ تونے جوانان عبدالمطلب کا خون بہایا تونے زمین کے ستاروں اوررسول رب العالمینؐ کے بیٹوں کا خون بہایا تجھے جلد بارگاہ الٰہی میں ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت تیری شدید خواہش ہوگی کہ کاش میں اندھا اورگونگا ہوتااوریہ نہ کہتا : " کتنااچھا ہوتا کہ آج اگر جنگ بدر میں مارے جانے والے میرے بزرگ ہوتے تومجھے شاباش دیتے اورخوش ہوتے۔" خدایا! ہمارے حق کولے۔ جنھوں نے ہم پرظلم وستم کیا انھیں کیفرکردار تک پہنچا۔ اے یزید!خدا کی قسم تونے اپنی کھال ادھیڑی اوراپنا گوشت کاٹا ہے۔ توبہت جلد رسول اللہؐ کے سامنے پیش کیاجائے گا ۔جب ان کے رشتے دار اوران کی اولاد بہشت میں محو آرام ہوگی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ مَلْمُوْمِيْنَ مِنَ الشَّعْثِ وَ هُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ﴿وَ لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ وَسَيَعْلَمُ مَنْ بَوَّاَكَ وَمَكَّنَكَ مِنْ رِّقَابِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اِذَا كَانَ الْحَكَمُ اللّٰهُ، وَالْخَصْمُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَجَوَارِحُكَ شَاهِدَةٌ عَلَيْكَ، فَ﴿بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا﴾ . اَيُّكُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا، مَعَ اَنِّيْ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَابْنَ عَدُوِّهٖ! اَسْتَصْغِرُ قَدْرَكَ، وَاسْتَعْظِمُ تَقْرِيْعَكَ، غَيْرَ اَنَّ الْعُيُوْنَ عَبْرٰى وَ الصُّدُوْرَ حَرّٰى، وَمَا يَجْزِيْ ذٰلِكَ اَوْ يَغْنِيْ عَنَا، وَقَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَحِزْبُ الشَّيْطَانِ يُقَرِّبُنَا اِلٰى حِزْبِ السُّفَهَاءِ، لِيُعْطُوْهُمْ اَمْوَالَ

خدا کی رحمتوں سے سرشار ہوں گی انھیں کسی قسم کا غم اور پریشانی نہ ہوگی۔ یہ خداوند متعال کا فرمان ہے: جوراہ خدا میں قتل کردیئے جائیں انھیں مردہ خیال نہ کرو، وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں اوروہ اپنا رزق پاتے ہیں۔ جس نے تمھیں اس کرسی پربٹھایا ہے اور مسلمانوں کی گردنوں میں تیری اطاعت کا طوق ڈالا ہے۔ وہ جلد جان لے گا کہ گھاٹے میں کون رہا۔ کون ذلیل وخوار ہے اورکون بے یارومددگار ہے۔ اس دن مقدمہ پیش کرنے والے جناب محمد مصطفیٰؐ ہوں گے۔ فیصلہ کرنے والا خدا ہوگا اورگواہی دینے والے تیرے ہاتھ پاؤں ہوں گے۔ اے دشمن خدا اوردشمن خدا کے بیٹے!میں تجھے ذلیل سمجھتی ہوں ۔ تیری دھمکیوں کی پرواہ نہیں کرتی۔ لیکن کیاکروں میری آنکھیں برس رہی ہیں اورمیرسینہ غم سے پھٹا جارہا ہے اور حسینؑ کی شہادت کا غم جوہمارے سینوں میں موجزن ہے ، اس کاکوئی مداوا نہیں۔ شیطان کے لشکر نے ہمیں بیوقوفوں کے مجمع میں بھیجاہے تا کہ وہ انھیں خدا کی ہتک حرمت

اللّٰهِ عَلَى انْتِهَاكِ مَحَارِمِ
اللّٰهِ،فَهٰذِهِ الْاَيْدِىْ تَنْطِفُ مِنْ
دِمَائِنَا وَ الْاَفْوَاهُ تَتَحَلَّبُ مِنْ
لُحُوْمِنَا، وَ تِلْكَ الْجُثَثُ الطَّوَاهِرُ
الزَّوَاكِىْ يَعْتَامُهَا عَسْلَانُ
الْفَلَوَاتِ، فَلَئِنِ اتَّخَذْتَنَا مَغْنَمًا
لَتَتَّخِذَنَّ مَغْرَمًا، حِيْنَ لَا تَجِدُ اِلَّا
مَاقَدَّمَتْ يَدَاكَ۔ تَسْتَصْرِخُ بِابْنِ
مَرْجَانَةَ، وَيَسْتَصْرِخُ بِكَ ،
وَتَتَعَاوٰى وَاَتْبَاعُكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ،
وَقَدْ وَجَدْتَّ اَفْضَلَ زَادٍ زَوَّدَكَ
مُعَاوِيَةُ قَتْلَكَ ذُرِّيَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، فَوَاللّٰهِ مَا اتَّقَيْتُ
غَيْرَ اللّٰهِ، وَ لَا شَكْوَاىَ اِلَّا اِلَى
اللّٰهِ، فَكِدْ كَيْدَكَ ، وَاسْعَ
سَعْيَكَ، وَنَاصِبْ جُهْدَكَ،
فَوَاللّٰهِ لَا يُرْحَضُ عَنْكَ عَارَ مَا
اَتَيْتَ اِلَيْنَا اَبَدًا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِىْ خَتَمَ بِالسَّعَادَةِ وَ الْمَغْفِرَةِ
لِسَادَاتِ شُبَّانِ الْجِنَانِ،

کے بدلے میں مال خدا بطور انعام عطا کرے۔ یہ ظلم وبربریت والے ہاتھ ہمارے خون سے آلودہ ہیں۔ یہ ہمارا گوشت ہے جو یہ دانتوں سے چبا رہے ہیں۔ یہ شہداء کے پاکیزہ جسم ہیں جنھیں جنگل کے بھیڑیے نوچ رہے ہیں ۔ اگرتم ہمیں مال غنیمت سمجھتے ہو توہم جرمانہ لیں گے ،اس دن جب تمہارے برے اعمال کے سوا تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا ۔تومرجانہ کے بیٹے کوپکارے گا اوروہ تجھ سے مدد چاہے گا۔ تومیزان کے کنارے کے ساتھ کھڑے ہوکرکتوں کی طرح بھونکے گا کہ سب سے بہتر زاد راہ جومعاویہ نے تیرے لئے تیار کیاوہ پیغمبرؐ کے بیٹے کاقتل ہے،جووہ تیری گردن میں ڈال گیاہے۔خدا کی قسم! خداکےسوامجھے کسی کاڈرنہیں ہےاوراس کےسواکسی کےسامنےشکوہ نہیں کرتی۔تیرے پاس جومکروحیلہ ہےاسے بروئے کار لے آ، اپنی تمام تر کوششوں کوآزمالے۔ خدا کی قسم ! تیرے ماتھے سے یہ بدنماداغ مٹ نہ سکے گا۔حمد وستائش ہے اس پروردگار کی جس نے جوانان جنت کے سردار کا انجام خیر و سعادت اور مغفرت قرار دیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَاَوْجَبَ لَهُمُ الْجَنَّةَ . اَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّرْفَعَ لَهُمُ الدَّرَجَاتِ وَ اَنْ يُّوْجِبَ لَهُمُ الْمَزِيْدَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهٗ وَلِيٌّ قَدِيْرٌ.

اور بہشت کو ان کیلئے واجب کردیا میری دعا ہے خداوندمتعال ان کی قدرومنزلت میں اضافہ فرمائے اوراپنا بے حد فضل انھیں عطا فرمائے کہ وہی طاقتور مددگار ہے۔۸

جو کچھ عراق میں ہوا، آہستہ آہستہ دمشق کے لوگ اس کی حقیقت سے آگاہ ہوگئے۔ وہ سمجھ گئے کہ امام حسینؑ کو یزید کے حکم سے کوفے کے سپاہیوں نے شہید کیا ہے۔ یہ کسی باغی کا قصہ نہ تھا۔ بلکہ رسول خداؐ کا نواسہ تھا اور جن عورتوں اور بچوں کو وہ قیدی بنا کر دمشق لے آئے ہیں، یہ رسول اللہؐ کے گھر والے ہیں۔ یہ ان کا کنبہ ہے، جن کی خلافت اور جانشینی کے نام پر یزید ان پر اور دیگر مسلمانوں پر حکومت کر رہا ہے۔ اس مجلس کی تمام روئیداد، اس میں چند افراد کی طرف سے یزید پر اعتراضات اور تنقید اور مسجد دمشق میں امام علی بن الحسین علیہما السلام کی تقریر، متاخر مآخذ اور متون میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ تمام واقعات اور بیانات اجمالی طور پر ایک حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ خاندان رسالتؐ سے جو سلوک کیا گیا، اس پر لوگ ناخوش تھے۔ انہی واقعات کے بعد یزید نے اپنی عافیت اس میں دیکھی کہ قیدیوں کو مزید اپنے پاس نہ رکھے پہلے پہل وہ ان سے اظہار ہمدردی اور کوشش کرنے لگا کہ جو کچھ کربلا میں ہوا ہے، اس کی تمام تر ذمہ داری ابن زیاد کی گردن پر ڈال دے۔ بہر حال قافلے نے واپس جانے کی اجازت چاہی اور مدینہ کی طرف چل پڑا لیکن کب؟ کس مہینے؟ اور کون سے سال؟ یہ بات صحیح طور پر واضح نہیں ہے۔

آیا یہ کاروان دمشق سے سیدھا مدینہ گیا؟ یا اپنا راستہ طولانی کر کے کربلا پہنچا تا کہ شہداء کے مزارات کی زیارت کرلے؟ کیا یزید نے اس کی موافقت کی؟ اور اگر یہ قافلہ کربلا تک واپس آیا ہو تو کیا یہ درست ہے کہ وہاں پر زیارت کے لئے آئے ہوئے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے اس کی ملاقات ہوئی؟ کیا وہاں پر مجلس عزاداری اور ماتم داری برپا ہوئی؟ اور اگر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئی تو چند میلوں کے فاصلے پر موجود حاکم کوفہ نے کس طرح تحمل کیا کہ اس طرح کی مجلس اورعزاداری وہاں برپا ہو؟ بالفرض اگر یہ تمام واقعات وہاں رونما ہوئے ہوں تو مجلس کون سی تاریخ کو ہوئی؟ واقعہ کربلا کے چالیس دن بعد؟

مسلماً ایسی بات حقیقت کے منافی ہے۔ کیونکہ ایک عام مسافر کے کربلا سے کوفہ اور وہاں سے شام اور پھر کربلا پہنچنے کے لئے اس دور کے وسائل سفر کے ساتھ چالیس دن سے زیادہ کا عرصہ درکار ہے۔ چہ جائیکہ سفر قافلے کی صورت میں ہو اور یہ کہ ابن زیاد کی طرف سے قیدیوں کے بارے میں فرمان لینے کے لئے قاصد دمشق جائے اور وہاں سے جواب آئے اور پھر قافلہ دمشق کی طرف روانہ ہو۔ اگر ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھا جائے تو دو تین ماہ کا عرصہ درکار ہے اور یہ فرض بھی درست نہیں ہے کہ اسیروں کا قافلہ ۶۲ ہجری میں چہلم پر کربلا پہنچا ہو۔ کیونکہ اسیروں کا دمشق میں زیادہ مدت تک رہنا یزید کے حق میں بہتر نہ تھا (جیسا کہ پہلے بھی ہم نے لکھا ہے) بہرحال ان واقعات میں ابہام موجود ہے اور درجہ اول کی روایات میں تحریف اور گڑبڑ ہونے کی وجہ سے بطور نتیجہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح کربلا کی شیر دل خاتون کی باقی زندگی کے حالات بھی واضح طور پر موجود نہیں ہیں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ شام سے واپسی کے بعد جناب زینبؑ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ وہ ۶۲ ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں کہاں پر؟ مدینہ؟ دمشق؟ یا قاہرہ؟ سیرت نگاروں میں سے ہر ایک نے اپنے نظریے کی صداقت کے لئے دلیل یا دلائل پیش کئے ہیں۔

قاہرہ کے شہر میں سیدہ زینبؑ کے نام پر جو مزار قائم ہے وہاں دن رات خصوصاً جمعہ کی رات اور دن کو بہت زیادہ زائر آتے ہیں۔ اس طرح کی ایک اور زیارت گاہ راس الحسینؑ کے نام سے بنائی گئی ہے گویا چوتھی صدی ہجری میں جب قاہرہ فاطمیوں کے قبضے میں آیا تو انھوں نے ان دو زیارت گاہوں کو بنا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ بہت سے مؤرخین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور ناقدین حدیث، دمشق کے مزار کی اصلیت کا بھی انکار کرتے ہیں، مصنف نے اپنے سفرنامہ میں جو چند ماہ پہلے یغما رسالے میں چھپ چکا ہے، قاہرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ زیارت گاہیں ان گھروں کے مصداق ہیں جہاں اللہ کا نام بڑائی اور بزرگی کے ساتھ لیا جاتا ہے اور اہل بیتؑ سے محبت کرنے والے خلوص نیت کے ساتھ، جن کے نام پر مزار بنائے گئے ہیں ان سے اپنی عقیدت وارادت مندی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے رسولؐ اور ان کے خاندان سے تجدید عہد کرتے ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔الھفوات النادرہ ص ۳۷۱۔

۲۔روم: آیت ۱۰۔

۳۔آل عمران: آیت ۱۷۸۔

۴۔جس دن رسول اکرمؐ نے مکہ فتح کیا تو قریش کے بڑے لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا: آپ لوگوں کا کیا خیال ہے کہ میں آپ کے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟ انھوں نے کہا کہ جو ایک چچازاد بھائی کے لئے مناسب ہے آپؐ نے فرمایا: جائیے آپ لوگ آزاد ہیں اس دن سے قریش کے لوگ ابناء الطلقاء کے نام سے مشہور ہوگئے۔

۵۔آل عمران: آیت ۱۶۹

۶۔عبیداللہ بن زیاد اور اس کا لشکر مراد ہے۔

۷۔یزید اور اس کے لوگ مراد ہیں۔

۸۔بلاغات النساء ص ۲۱۔۲۳۔ جمھرۃ انساب العرب ج ۲ ص ۱۲۶۔۱۲۹۔ اعلام النساء ج ۲ ص ۹۵۔۹۷۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی جناب فاطمہ زہراؑ سے دوسری بیٹی ام کلثوم صغریٰ ہیں۔
اس بارے میں مؤرخین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی حضرت فاطمہ زہراؑ سے دو بیٹیاں تھیں۔طبری جب حضرت علیؑ کی اولاد شمار کرتا ہے تو لکھتا ہے: زینب کبریٰ اور ام کلثوم۔[۱] جناب فاطمہؑ کے علاوہ دوسری بیویوں سے حضرت امیرؑ کی اولاد بیان کرتا ہے تو لکھتا ہے: زینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ[۲] شیخ مفید نے حضرت امیر المؤمنینؑ کے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد چھبیس بیان کی ہے۔حسنؑ، حسینؑ، زینب کبریٰؑ، اور زینب صغریٰؑ۔جن کی کنیت ام کلثوم ہے ان کی والدہ فاطمہ زہراؑ ہیں۔[۳]
اختلاف صرف یہ ہے کہ ام کلثوم حضرت علیؑ کی دوسری بیٹی کا نام ہے یا اس کی کنیت ہے۔ بیشتر مؤرخین نے ان کا نام ام کلثوم لکھا ہے۔
ام کلثوم آٹھویں ہجری کے بعد پیدا ہوئیں ان کی شادی پہلے عون ابن جعفر سے ہوئی۔ان کی وفات کے بعد انھوں نے عون کے بھائی محمد سے نکاح کر لیا زیادہ مؤرخین نے یہی لکھا ہے کہ محمد[۴] کے قتل کے بعد ام کلثوم نے کسی اور سے نکاح نہیں کیا ان کا ایک ہی بیٹا تھا جن کا نام زید رکھا گیا۔
جناب ام کلثوم نے کب وفات پائی؟ معلوم نہیں ہے۔کتاب بلاغات النساء کے مصنف احمد بن ابی طاہر طیفوری متوفی ۲۸۰ ہجری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی ہے اور آنحضرتؑ نے اپنے آباء سے نقل کی ہے۔اس میں بیان ہوا ہے کہ ام کلثوم نے بازار کوفہ میں لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا گویا علی ابن ابی طالبؑ آ گئے ہوں اور خطبہ دے رہے ہوں۔۵ عمر رضا کحالہ نے اعلام النساء۶ میں احمد بن ابی طاہر سے منقول یہ خطبہ لکھا ہے۔لیکن اس روایت کو اس شکل میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ شیعہ اور سنی دونوں فرقوں کے مؤرخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید ایک ہی دن مدینے میں فوت ہوئے۔زید کی موت کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک رات بنی جھم کے افراد کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔زید لڑائی میں صلح کرانے کے لئے داخل ہوئے لیکن رات کی تاریکی میں انھیں ضربت لگی اور وہ فوت ہو گئے۔اور عبداللہ بن عامر سعید نے اس کے بارے میں کہا ہے:

اِنَّ عَدِيّاً لَيْلَةَ البَقِيع   يُفَرّجُوا عَن رَجُلٍ صَرِيع
مُقَابِل، فِی الحَسَب الرَّفِيع   اَدْرَكَهُ شُوُمُ بَنِی مُطِيع

زید اور ان کی ماں اس طرح اکٹھے فوت ہوئے کہ لوگ نہ سمجھ سکے کہ کون پہلے مرا ہے اسی وجہ سے دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے کی وراثت نہ پائی۔۶

ابن سعد نے لکھا ہے: زید اور ان کی والدہ ام کلثوم دونوں ایک ہی دن فوت ہوئے اور عبداللہ بن عمر نے ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔دوسری روایت جو اس نے بنی ہاشم کے مولا (آزاد کردہ غلام) عمار بن ابی عمار سے نقل کی ہے۔۷ اس میں ہے کہ سعید بن عاص جو اس وقت مدینہ کا حاکم تھا اس نے ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔۸

سعید بن عاص نے ۴۱ ہجری سے لے کر ۵۶ ہجری تک مدینہ پر حکمرانی کی۔۹ اگر مندرجہ بالا روایت کو درست تسلیم کریں تو ان کی وفات کوفے سے مدینہ واپسی پر ۴۲ ہجری سے لیکر ۵۶ ہجری کے درمیان ہوئی ہے۔چونکہ ایک اور روایت میں آیا ہے: حسن اور حسین علیہما السلام بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جنازے کے ساتھ تھے پس اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت امام حسنؑ کی شہادت جو ۵۰ ہجری میں ہوئی، کے بعد نہیں ہوئی پس ان کی وفات ۴۲ سے ۵۰ ہجری کے درمیان ہوئی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔طبری ج۶ص ۳۴۷

۲۔ایضاً ص۳۴۷۲۔۳۴۷۳

۳۔ارشاد ص۳۵۵ ج۱

۴۔دونوں طرح لکھتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں: مقاتل الطالبین ص۲۱۔قاموس الرجال ج۸ص ۹۶

۵۔بلاغات النساء۔اعلام النساء ج۴ص ۲۵۹

۶۔نسب قریش ص۲۵۳ ملاحظہ فرمائیں جمھرۃ انساب العرب ص۳۸، ۱۵۸

۷۔جو روایت شیخ طوسی نے ''خلاف'' ج۱ص ۲۶۶ میں عمار یاسر سے اس بارے میں بیان کی ہے اس میں ابو عمار کو ابن سعد کی طرح غلط لکھ دیا ہے جبکہ شیخ کی سند میں عمار بن عمار یاسر لکھا ہے۔

۸۔طبقات ج۸ص ۳۴۰

۹۔معجم الانساب ج۱ص ۱۳۵

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرست مصادر و مآخذ

۱	الاخبارالموَفِقّیات: زبیر بن بکار۔ ڈاکٹر سامی مکی العانی۔ مطبعة العانی۔ بغداد۔ ۱۹۷۲
۲	الارشاد فی مَعرفةِ حُجَجِ اللّٰه عَلَی العِباد: محمد بن نعمان المعروف شیخ مفید۔ به تصحیح حاج سیدہاشم رسولی محلاتی۔ مطبعه علمیه اسلامیه۔ تهران۔
۳	الاستیعاب فی معرفةِ الاصحاب: ابن عبدالبرِّیوسف بن عبدالله۔ حیدرآباد(هند)۔۱۳۳۶ ه ق۔
۴	الاصابه فی تمییزالصحابه: ابن حجرعسقلانی،، مطبعته السعادة ، قاهره، ۱۳۲۳ه ق۔
۵	الاصولُ مِنَ الْکافی: محمد بن یعقوب کلینی، دارالکتب الاسلامیه، تهران، ۱۳۷۴ه ق
۶	الاعُلام: خیرالدین زرَکلی، طبع دوم۔
۷	اعلام النّساء فی عالَمَیِ العَربِ وَالاسُلام: عمررضا کحّاله، مطبعة الهاشمیه، دمشق ۱۳۷۹ه ق۔
۸	الاعُلام الْوَرَی باعلامِ الْهُدی: فضل بن حسن طبرسی، مقدمه سیدمحمد مهدی خراسان،دارالکتب الاسلامیه،۱۹۷۰
۹	الاغانی: ابوالفرج اصفهانی، دارالکتب المصریه، قاهره۔
۱۰	اقرَبُ الْموَرِ دفی فُصح الْعَربیَّهِ وَالشُّوارِد: سعیدالخوری۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱	امالی: محمد بن حسن طوسی، منشورات المکتبه الاهیله،طبع افست قم، منشورات داوری۔
۱۲	اَنساب الاشراف: احمد بن یحی المعروف بلاذری، محمد حمیداللہ دارالمعارف ۱۹۵۹۔
۱۳	انقلاب بزرك: ترجمه جلداول الفتنة الکبری۔ سیدجعفری شہیدی۔ مؤسئسه مطبوعاتی علی اکبرعلمی، تہران ۱۳۳۶ھ ش۔
۱۴	بِلاغاتُ النِّساء: ابوالفضل احمد بن ابی طاهر، طبع افست، مکتبه بصیرتی، قم وطبع بیروت۔
۱۵	بلوغ الارب فی معرفةِ الاحوالِ الُعرب: سید محمدشکری آلوسی،مطبعة رحمانیه، قاہرہ ۱۳۴۳ھ ق۔
۱۶	پس ازپنجاہ سال: سید جعفرشهیدی، دفتر نشرفرهنگ اسلامی، تہران ۱۳۵۹ ھ ش۔
۱۷	تاریخ الادب العربی: دکترشوکی ضیف، دارالمعارف قاہرہ۔
۱۸	تاریخُ التَّمدُّن الاسلامی: جرجی زیدان، مطبعة الهلال، قاہرہ ۱۹۰۲۔
۱۹	تاریخ الرُّسُلِ وَالُملوك: محمد بن جریرطبری، طبع بریل
۲۰	تاریخ الُیَعقوبی: احمد ابی یعقوب کاتب، مطبعته الغری، نجف ۱۳۵۸ ھ ق۔
۲۱	اَلتِّبیان: محمد بن حسن طوسی، مصحح احمدحبیب عاملی،نجف۔
۲۲	تحلیلی از تاریخ اسلام: سید جعفر شہیدی ، نهضت زنان مسلمان، تہران۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۳	جَمْهَرةُ خُطَبِ الْعَرب: احمد ذکی صفوت مصطفی البالی الحلبی، قاہرہ ۱۳۵۳ ھ ش۔
۲۴	حبیبُ السِّیر فی اخبارافراد البشر: غیاث الدین خوند میرتصحیح دکتر دبیرسیاقی، کتابفروشی خیام، تہران ۱۳۳۳ ھ ش۔
۲۵	حَدِیْقَةُ الحقیقه وَشریعةُ الطُّریقه: مجدودبن آدم سنائی۔ مدرس رضوی، دانشگاہ تہران۔
۲۶	حِلْیَة الاولیاء وَطبقاتُ الاصفیاء: ابونعیم اصفہانی، مکتبة الخانجی، قاہرہ ۱۳۵۲ ھ ش۔
۲۷	دیوان ابن حسام خوسفی: طبع سنگی، تہران۔
۲۸	دیوان ابن یمین فریومدی:حسین علی باستانی راد، کتابخانه سنائی، تہران۔
۲۹	دیوان اثیر اخسیکتی: رکن الدین همایون فرخ، طبع زهره ۱۳۳۷ ھ ش۔
۳۰	دیوان اسماعیل حمیری:(سید......)شاکرهادی شاکر، مکتبه الحیاة، بیروت۔
۳۱	دیوان خواجوی کرمانی: احمد سهیلی خوانساری، کتابفروشی بارانی۔
۳۲	دیوان دِعْبل: عبدالصاحب عمران الدجیلی، دارالکتب اللبنانی، بیروت ۱۹۷۲ ۔
۳۳	دیوان قوامی رازی: شرف الشعراء۔ بدرالدین، میرجلال محدث، ۱۳۷۴ ھ ق۔
۳۴	دیوان مُتنبِّی: عبدالرحمن البرقوقی، مکتبه التجارية ، قاہرہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۵	دیوان مِہیار دیلمی: دارالکتب المصریہ، ۱۳۴۴ ھ۔
۳۶	دیوان ناصرخسرو: سید نصراللہ تقوی، ونیزطبع مینوی دکتر محقق۔
۳۷	رَوْضَۃُ الواعظین: محمد قتّال، سید محمد مہدی خرسان، منثورات الّرضی۔
۳۸	سیرۃ النّبی: ابومحمد الملک بن ہشام، محمد محی الدین عبدالحمید، مطبعہ حجازی، قاہرہ ۱۳۵۶ ھ
۳۹	سُنَن: احمد بن شعیب نسائی، دارالفکر، بیروت ۱۳۴۸ ھ ش۔
۴۰	سَفِیۃُ البحار: حاج شیخ عباس قمی، انتشارات سنائی۔
۴۱	شرح نَہْجُ البلاغہ: ابن ابی الحدید، تصحیح محمدابوالفضل ابراہیم، داراحیاء الکتب العربیہ ۱۳۸۵ ھ ق۔
۴۲	الشعروالشُعراء: ابن قتیبہ، تصحیح احمد محمد شاکر۔
۴۳	الصحیح: محمد بن اسماعیل بخاری، محمد علی صبیح واولادہ، قاہرہ۔
۴۴	اَلصّوَاعِقُ الْمُحرِقہ: ابن حجر ہیبتمی، مصحح عبدالوھاب عبدالطیف، مکتبہ القاہرہ ۱۳۸۵ ھ ق۔
۴۵	الطُّبقاتُ الکبیر: محمد بن سعد کاتب واقدی، زاخاؤ، لیدن ۱۳۳۲ ھ ق۔
۴۶	عِلَلُ الشّرائع: صدوق، محمد بن علی، مکتبہ الحیدریہ، نجف ۱۳۸۵ھ ق۔
۴۷	العِقْدُ الْفَرید: احمد بن محمد بن عبدربّہ، محمد سعید العریان۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۸	عُیونُ الاخبار: مکتبہ التجاریۃ، قاہرہ ۱۳۷۲ھ ق۔
۴۹	الغدیر: الشیخ عبدالحسین احمد امینی، دارالکتب العربی، قاہرہ۔
۵۰	فُتوحُ البلدان: احمد بن یحی بلاذری، صلاح الدین منجّد، مکتبۃ النہضہ، قاہرہ۔
۵۱	قاموسُ الرجال: حاج شیخ محمد تقی شوشتری، مرکز نشرکتاب، تہران۔
۵۲	الکامل فی تاریخ: ابن اثیر عزالدین علی بن ابی الکرم، دارصادربیروت ۱۳۸۵ھ ق۔
۵۳	کَشفُ الغّمہ: علی بن عیسی اربلی، مصحح حاج سیدہاشم رسولی، تبریز۔
۵۴	کَنزُالعُمّال فِی سنَنِ الاقوال والافعال: علاء الدین علی، حیدرآباد(ہند)۱۳۱۲ھ ق۔
۵۵	لِسانُ العَرب: ابن منظور محمدبن مکرم، دارصادر،بیروت ۱۳۷۴ھ ق۔
۵۶	مَجْمَعُ الامثال: میدانی، احمدبن محمد تہران، ۱۲۹۰ھ ق۔
۵۷	مَجمَعُ البیان فی تَفسیرِ القرآن: فضل بن حسین طبرسی، صیدا، لبنان۱۳۳۳ھ ق۔
۵۸	المُسنَد: احمد بن حنبل، احمد محمد شاکر، دارالمعارف۔
۵۹	المعارف: ابن قتیبہ، ثروت عکاشہ دارالکتب، ۱۹۶۰۔
۶۰	معجم الادباء: یاقوت بن عبداللہ حموی، مکتبۃ القراءۃ والصحافۃ الادبیہ، دکتر احمد فریدرفاعی، مصر قاہرہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۶۱	معجم انساب العرب: ابن حزم اندلسی، تحقیق عبدالسلام ہارون۔
۶۲	الْمَغازی: محمد بن عمربن واقد،آکسفورڈ۱۹۲۲۔
۶۳	مَقاتِلُ الطّالبین: ابوالفرج اصفہانی، سیداحمدصفر، دارالمعرفۃ بیروت لبنان۔
۶۴	مَقْتَلُ الْحسین: موفق بن احمدخوارزمی، مکتبۃ المفید، قم ۱۳۶۷ھ ق۔
۶۵	المِلَلُ والنَّحَل : محمد بن الکریم شہرستانی احمدفہمی، مکتبۃ الحسین قاہرہ ۱۳۶۸ھ ق۔
۶۶	مناق آل ابی طالب: محمد بن علی شہرآشوب، قم انتشارات علامہ ۔
۶۷	منتہی الآمال: حاج شیخ عباس قمی، علمیہ اسلامیۃ تہران ۱۳۲۱ ھ ق۔
۶۸	نسب قریش: مصعب بن عبداللہ بن مصعب زبیری، دارالمعارف، سلسلہ ذخائرالعرب شمارہ ۱۱۔
۶۹	نَہجُ البلاغہ: مصحح عبدالعزیز سیدالاہل مکتبۃ الاندلس، بیروت ۱۳۷۴ ھ ق۔
۷۰	وَفیاتُ الاعیان وَاَنباء ابناء اِلزّمان: احمد من محمد بن خلّکان، محمد محی الدین عبدالحمید، مکتبۃ النہضۃ المصریہ قاہرہ ۱۳۷۶ ھ ق۔
۷۱	الھاشِمِیّات: کمیت بن زیاد اسدی، تصحیح محمد محمود رافعی، شرکۃ التمدن الصّناعیہ قاہرہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷۲	الُهفـواتُ الـنّـادِرَه: عـرس الـنـعـمه محمد بن هلال الصّابی، دکتر صالح اشتر، ۱۳۸۲ ھ ق۔

حسب ذیل کتابیں بھی مؤلف کے زیرنظر رہی ہیں:

۱	احـوال حضرت فاطمہؑ ناسخ التواریخ: لسان الملک سپهر محمد تقی، کتابفروشی اسلامیه، تـهران ۱۳۵۴ ھ ق۔
۲	بحارالانوار: جلد اوّل احوال فاطمه زہراؑ: اسلامیه تـهران ۱۳۹۵ ھ ق
۳	زنـدگـانـی حـضـرت فـاطـمہؑ: (تـرجمهٔ بیت الاحزان) سید محمود موسوی زرندی اسلامیه، تـهران ۱۳۳۲ ھ ق۔
۴	زندگانی صدیقه کبریٰؑ: دستغیب، انتشارات کاوه۔
۵	زنـدگـانی نامه خدیجه کبریٰ وفاطمه زہراؑ: ترجمه دکتر علی شیخ الاسلامی۔
۶	فـاطـمہؑ: نصیرالدین امیر صادقی، حاج محمد علی علمی، تـهران ۱۳۴۷ ھ ش۔
۷	فـاطـمةُ الـزَّهـراء اُم ابیهـا: فـاضل الحسینی المیلانی، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت ۱۳۹۸ ھ ق۔
۸	فـاطـمةُ الـزَّهـراء مِـنَ الْـمَهْـدِالِـی الـلَّـحد: سیدمحمد کاظم قزوینی، دارصادر بیروت ۱۳۹۷ ھ ق۔
۹	فـاطـمةُ الـزَّهـراء وَالـفـاطِـمیـون: عبـاس مـحـمود عقاد، دارالکتب العربی، بیروت ۱۹۶۷۔
۱۰	فـاطـمـه دختـر مـحـمدؐ: سیـدجـعـفـر شـهیـدی، کتابفروشی حافظ۔ سرچشمه۔ ۱۳۳۹ ھ ق۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱	فاطمۂ زہراءؑ :حاج سیدہاشم رسولی محلاتی، علمیہ اسلامیہ۔ ۱۳۵۷ ھ ش۔
۱۲	فاطمۂ زہراءؑ :ترجمہ علی اکبرصادقی۔ امیرکبیر۔ ۱۳۶۰ ھ ق۔
۱۳	فاطمۂ زہراؑ : بانوی نمونۂ اسلام، ابراہیم امینی، دارالتبلیغ قم۔
۱۴	فاطمہ فاطمہ است: ڈاکٹر علی شریعتی۔ حسینیہ ارشاد، تہران۔

اختتامِ کتاب

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زیارتِ حضرت فاطمہ الزہراؑ علیہا السلام

يَا مُمْتَحَنَةُ امْتَحَنَکِ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَکِ فَوَجَدَکِ

اے آزمائی گئیں! کہ آپؑ کے خالق نے آپؑ کو پیدا کرنے سے پہلے آزمایا

لِمَا امْتَحَنَکِ صَابِرَةً وَّ زَعَمْنَآ اَنَّا لَکِ اَوْلِيَآءُ وَ مُصَدِّقُوْنَ وَ صَابِرُوْنَ

اور آپؑ کو اس آزمائش میں صبر کرنے والی پایا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آپؑ کے محبّ، ماننے والے اور صبر واطاعت

لِکُلِّ مَا اَتَانَا بِهٖ اَبُوْکِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَتٰى بِهٖ وَصِيُّهٗ

کے ساتھ ان تمام تعلیمات کے معتقد ہیں جو آپؑ کے بابا جان اور ان کے وصی سے ہمیں ملیں۔ خدا کی رحمت ہو ان پر اور ان کی آل پر۔

فَاِنَّا نَسْئَلُکِ اِنْ كُنَّا صَدَّقْنَاکِ اِلَّا اَلْحَقْتِنَا بِتَصْدِيْقِنَا لَهُمَا لِنُبَشِّرَ اَنْفُسَنَا

پس ہم سوال کرتے ہیں آپؑ کی بارگاہ سے کہ اگر ہم آپؑ کے مخلص ہیں تو ہمارے اسی اعتقاد کے ساتھ ہمیں ان

بِاَنَّا قَدْ طَهُرْنَا بِوِلَايَتِکِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

دونوں (محمدؐ و علیؑ) کی بارگاہ میں شرفیاب فرمادیں تاکہ ہم خوش ہوجائیں کہ آپؑ کی ولایت کے ذریعے ہم پاک ہوگئے۔

عَلَيْکِ يَا بِنْتَ نَبِيِّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ حَبِيْبِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

سلام ہو آپؑ پر اے خدا کے رسولؐ کی دختر! سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے نبی کی دختر! سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے حبیب کی دختر!

عَلَيْکِ يَا بِنْتَ خَلِيْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ صَفِيِّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

سلام ہو آپؑ پر اے خدا کے دوست کی دختر! سلام ہو آپؑ پر اے خدا کے برگزیدہ کی دختر! سلام ہو آپؑ پر

عَلَيْکِ يَا بِنْتَ اَمِيْنِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ

اے اللہ کی وحی کے امین کی دختر! سلام ہو آپؑ پر اے مخلوق میں بہترین کی دختر!

اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ اَفْضَلِ اَنْبِيَآءِ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ مَلَائِکَتِهٖ اَلسَّلَامُ

سلام ہو آپؑ پر اے نبیوں رسولوں اور فرشتوں سے برتر ہستی کی دختر! سلام ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عَلَیْکِ یَا بِنْتَ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا سَیِّدَةَ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ

آپؑ پر اے خلق میں بہترین کی دختر! سلام ہو آپؑ پر اے جہان کی اولین و آخرین

مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا زَوْجَةَ وَلِیِّ اللّٰهِ وَ خَیْرِ

سبھی عورتوں کی سیدہ و سردار! سلام ہو آپؑ اے خدا کے ولی کی زوجہ جو

الْخَلْقِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا اُمَّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ

رسولؐ کے بعد ساری مخلوق میں بہترین ہیں! سلام ہو آپؑ پر اے مادر حسن و حسین ! جو

شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الصِّدِّیْقَةُ الشَّهِیْدَةُ اَلسَّلَامُ

جنت کے جوانوں کے سردار ہیں! سلام ہو آپؑ پر کہ آپؑ صدیقہ و شہیدہ ہیں !سلام ہو

عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الرَّضِیَّةُ الْمَرْضِیَّةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْفَاضِلَةُ الزَّکِیَّةُ

آپؑ پر کہ آپؑ خدا سے راضی اور خدا آپؑ سے راضی ہے !سلام ہو آپؑ پر اے با فضیلت پاکیزہ بی بی !

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْحَوْرَآءُ الْاِنْسِیَّةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا التَّقِیَّةُ

سلام ہو آپؑ پر کہ آپؑ نوع انسانی میں حور صفت ہیں! سلام ہو آپؑ پر اے پرہیزگار

النَّقِیَّةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمُحَدَّثَةُ الْعَلِیْمَةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا

پاکباز(خاتون) ! سلام ہو آپؑ پر اے وحی کی رازداں ،علم و دانش والی(خاتون) ! سلام ہو آپؑ پر

الْمَظْلُوْمَةُ الْمَغْصُوْبَةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمُضْطَهَدَةُ الْمَقْهُوْرَةُ

اے بی بی جس پر ظلم ہوا ،جس کا حق چھینا گیا ! سلام ہو آپؑ پر اے ستم کشیدہ اور مقہورہ !

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ صَلَّی

سلام ہو آپؑ پر اے رسولِ خدا کی دختر فاطمہؑ زہرا! آپؑ پر اللہ کی رحمت و برکات ہوں !

اللّٰهُ عَلَیْکِ وَ عَلٰی رُوْحِکِ وَ بَدَنِکِ اَشْهَدُ اَنَّکِ مَضَیْتِ عَلٰی

خدا رحمت فرمائے آپؑ پر ، آپؑ کی روح اور آپؑ کے مقدس جسم پر! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّکِ وَ اَنَّ مَن سُرَّکِ فَقَدْ سَرَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ

نے خدا کی واضح ہدایت پر زندگی گزاری، میں گواہی دیتا ہوں جس نے آپؑ کو خوش کیا اس نے رسول اللہؐ کو خوش کیا،

اٰلِہٖ وَ مَنْ جَفَاکِ فَقَدْ جَفَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ مَنْ

اور جس نے آپؑ پر ستم کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ستم ڈھایا، جس نے

اٰذَاکِ فَقَدْ اٰذٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ مَنْ وَّصَلَکِ فَقَدْ

آپؑ کو ستایا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ستایا، جو آپؑ کے ساتھ ہوا

وَصَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ مَنْ قَطَعَکِ فَقَدْ قَطَعَ رَسُوْلَ

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ہے اور جس نے آپؑ سے قطع تعلق کیا اس نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ لِاَنَّکِ بَضْعَةٌ مِّنْہُ وَ رُوْحُہُ الَّذِیْ بَیْنَ جَنْبَیْہِ

رسول اللہؐ سے قطع تعلق کیا۔ اس لئے کہ آپؑ ان کی جگر گوشہ اور انکی وہ روح ہیں جو ان کے بدن میں جاری وساری ہے۔

کَمَا قَالَ صَلَّی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ اُشْهِدُ اللّٰہَ وَ رُسُلَہٗ وَ مَلَآئِکَتَہٗ اَنِّیْ رَاضٍ عَمَّنْ

جیسا کہ آپؑ نے خود فرما رکھا ہے۔ میں اللہ کو اس کے رسولوں اور فرشتوں کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ میں راضی ہوں اس سے جس سے آپؑ

رَّضِیْتِ عَنْہُ سَاخِطٌ عَلٰی مَنْ سَخِطْتِّ عَلَیْہِ مُتَبَرِّءٌ مِّمَّنْ تَبَرَّئْتِ مِنْہُ مُوَالٍ

راضی ہیں اور ناراض ہوں اس سے جس سے آپؑ ناراض ہیں، الگ ہوں اس سے جس سے آپؑ الگ ہیں، دوست ہوں

لِّمَنْ وَّالَیْتِ مُعَادٍ لِّمَنْ عَادَیْتِ مُبْغِضٌ لِّمَنْ اَبْغَضْتِ مُحِبٌّ

اس کا جو آپؑ کا چاہنے والا ہے، دشمن ہوں اس کا جو آپؑ کا دشمن ہے، نفرت کرتا ہوں اس سے جس سے آپؑ کو نفرت ہے محبّ ہوں

لِّمَنْ اَحْبَبْتِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا وَّ حَسِیْبًا وَّ جَازِیًا وَّ مُثِیْبًا.

اس کا جس پر آپؑ کی عنایت ہے۔ اور میرے لئے اللہ کی گواہی، اس کا حساب، اسی کی جزا اور اس کا ثواب کافی ہے۔

☆☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com